سیالکوٹ
زندہ رہے گا
اسلم ملک

حکومتِ پاکستان کی طرف سے منظور شدہ

پاکستان کی تمام لوکل کونسلوں اور میونسپل کمیٹیوں کی لائبریریوں کے لئے بمطابق سرکلر سیکرٹری وزارت بنیادی جمہوریت
نمبر بی۔ڈی۔آئی ۶۸/۲۴۲-۶ مورخہ ۱۶ ر مارچ ۱۹۶۸ء

پاکستان کے تمام سکولوں و کالجوں کی لائبریریوں کیلئے بمطابق سرکلر سیکرٹری وزارتِ تعلیم
نمبر ہیو ریو ایجوکیشن ۶۷/۲۸-۱۲ مورخہ ۱۲ ر اپریل ۱۹۶۸ء

پاکستان کی تمام قومی تعمیر و اطلاعات کی لائبریریوں کے لئے بمطابق سرکلر ڈائریکٹر وزارتِ اطلاعات
نمبر ۶۸/۱۸-۲۴ مورخہ ۷ ر جون ۱۹۶۸ء

پاکستان کے تمام فوجی یونٹوں کی لائبریریوں کے لئے بمطابق سرکلر ڈائریکٹر آرمی جنرل ہیڈ کوارٹر
نمبر ۶۸/۱۴۹ مورخہ ۸ ر جولائی ۱۹۶۸ء - بی۔اے۔او مورخہ ۲۰ ر جولائی ۱۹۶۸ء

طبع ______ مئی ۱۹۶۹ء

مطبع ______ مسعود پرنٹرز، لاہور

ناشر

اُردو ادب اکیڈمی
کمرشل بلڈنگ ریلوے روڈ سیالکوٹ

اِنتساب

پاکستان کے دس کروڑ مجاہدوں کے نام

جو بھارتی جارحیت کے آگے ایک آہنی چٹان

بن گئے۔ اور فتحِ مُبین حاصل کی!

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَ
فِیْ سَبِیْلِہٖ صَفًّا کَاَنَّھُمْ بُنْیَانٌ مَّرْصُوْصٌ

"اللہ تعالےٰ اپنے ان بندوں سے محبت کرتا ہے جو اس کی راہ میں صف بستہ ہو کر اور ایسے جسم کر جنگ کرتے ہیں گویا وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں۔"

(قرآنِ حکیم)

پیش لفظ

۸ ستمبر سیالکوٹ کی تاریخ میں ہمیشہ یادگار رہے گا۔ ۱۹۶۵ء میں اسی دن ہمسایہ ملک بھارت نے ہوسِ ملک گیری کے ناپاک جذبات کے ساتھ رات کے اندھیرے میں چوروں کی طرح میرے شہر کے سرحدی گاؤں میں داخل ہو کر میرے بھائیوں کے گھروں، بستیوں اور لہلہاتے کھیتوں کو ویران کر دیا تھا۔ بزدل دشمن کا خیال تھا میرے بھائی اچانک یلغار کا سامنا نہ کر سکیں گے اور وہ اپنے خیالی منصوبوں میں کامیاب ہو جائے گا۔ لیکن دشمن کو یہ معلوم نہ تھا کہ یہ پاک سرزمین خدائے قدوس کے حفظ و امان میں ہے، وہ خدا جو خود مسلمان کا حامی و ناصر ہے۔ اور دین اسلام جس کا سچا دین ہے۔ اور اس کے نام لیوا اسی کے نام کو زندہ رکھنے کے لئے اس سرزمین پر آباد ہیں۔

اس حملہ نے ہماری تباہی و بربادی کا سامان کرنے کی بجائے ہمارے دلوں میں

ایک نئی روشنی، ایک نیا ولولہ، اور ایک نیا شعور عطا کیا۔ ہمارے دلوں میں خدائے ذوالجلال کی عظمت اور ربِ دو عالم کے وجود کا احساس پختہ کر دیا۔ اس حملہ نے ہمارے دلوں میں ایمان کی قندیلیں اور اسلام کی مشعلیں روشن کیں۔ اس حملہ نے ہمارے باطن کا وہ نور ہم پر عیاں کیا جو ہماری خود شناسی کا باعث ہوا۔ ہم نے اس حملہ میں اپنے آپ کو پا لیا تھا، اپنی زندگی کے مقصد کو پا لیا تھا۔ ہمارے دلوں میں اتحاد و اتفاق اور ملی یک جہتی کا ایسا شعور ابھرا جس کی مثال کسی قوم کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ مجاہدین کے قدم بہ قدم سیالکوٹ کا ہر فرد قربانی اور ایثار کے جذبہ سے سرشار ہو کر وطنِ عزیز کی حفاظت کے لئے جہاد کا نعرہ لگا کر آتش و آہن کے سامنے سینہ تان کر کھڑا ہو گیا تھا۔

صدر ایوب کے تاریخی خطاب نے اہل سیالکوٹ کو لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے ورد کے ساتھ میدانِ عمل میں لا کر ناقابلِ تسخیر بنا دیا تھا۔ ہم اہل سیالکوٹ اپنے دین اپنے وطن اور اپنی آزادی کے لئے آگ اور خون میں کود رہے تھے ہم نے اپنی بقا، اپنی سلامتی اور اپنی سالمیت کی حفاظت کیلئے ہتھیار اٹھائے تھے ہمیں اپنی استعداد کی بجائے اپنے خدا پر بھروسہ تھا۔ ہم جانتے تھے کہ پاکستان کے دس کروڑ انسانوں کی زندگی اور موت کے درمیان سیالکوٹ پہلا دروازہ ہے۔ اور ایک وقت ایسا بھی آیا کہ پاکستان کے دس کروڑ انسانوں کی زندگی اور موت کے درمیان معمولی فاصلہ رہ گیا تھا، اور یہ معمولی فاصلہ اہل سیالکوٹ کے حوصلوں کی آماجگاہ بن گیا تھا۔ شہادت کا رتبہ حاصل کرنے کی تڑپ ایک ایک فرد کی سب سے بڑی تمنا بن گئی تھی۔ ہماری بہادر افواجِ پاکستان اس طوفان کے سامنے
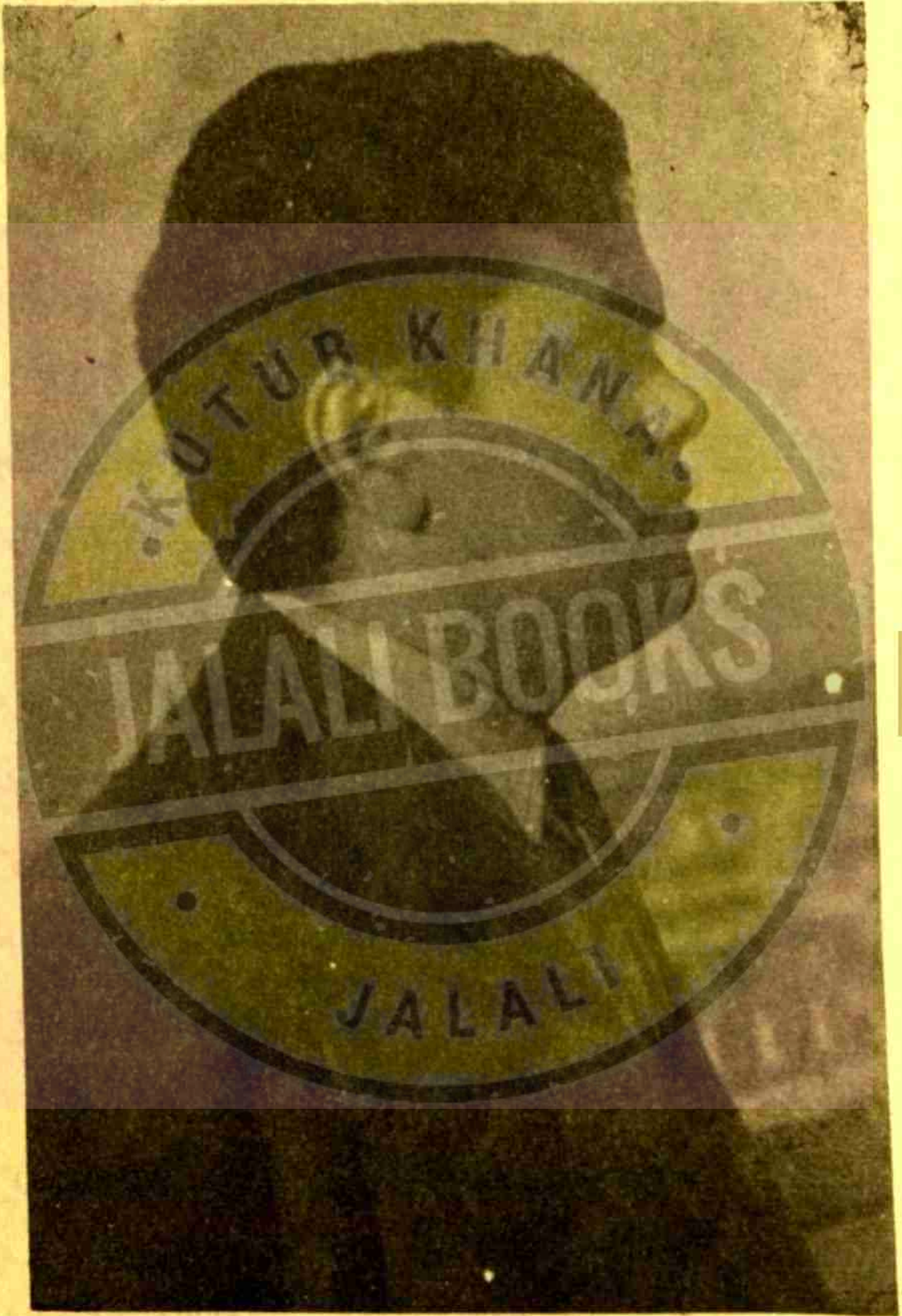
اسلم ملک

آہنی چٹانیں بن گئیں۔ اور دشمن اس سیسہ پلائی دیوار سے ٹکرا ٹکرا کر نیست و نابود ہونے لگا۔ اور زمانے کی نگاہیں بہادر افواج پاکستان اور سیالکوٹ کے جیالوں کے عزم و یقین کی روشنی میں قدرت کے معجزے دیکھنے لگیں۔ وہ مجاہد جو آگ اور خون کے سامنے سینہ تان کر کھڑے ہو گئے تھے۔ وہ اپنے ہی محافظ یا اپنی آزادی کے ہی پاسبان نہ تھے، انہیں دس کروڑ انسانوں کو ہلاکت و تباہی سے بچانے کا پورا پورا احساس ذمہ داری تھا۔ وہ جانتے تھے کہ اگر ان کے پاؤں اکھڑ گئے تو ساری قوم کو اسکا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔ ان کے سامنے سیالکوٹ کو زندہ رکھنے کے لئے فتح یا شہادت کے سوا کوئی اور راستہ نہ تھا۔ اور یہی جذبہ فتح مبیں کا باعث ہوا۔

آج سیالکوٹ زندہ ہے اور دنیا نے دیکھ لیا ہے کہ اللہ تعالےٰ کی نصرت ہر ہر قدم پر ہمارے ساتھ تھی۔ جرأت، شجاعت، قربانی اور ایثار کی ہزاروں داستانوں نے اس معرکہ میں جنم لیا اور قدرت کے کتنے ہی معجزات رونما ہوئے۔ جسے مستقبل میں انسانی عقل ناقابلِ یقین خیال کرے گی۔ لیکن آج کی نسل کے لئے یہ داستانیں اور یہ معجزات سرمایہ حیات ہیں۔ یہ وہ قندیلیں ہیں جن کی روشنی میں ہم ہمیشہ اپنی منزلوں کا راستہ دیکھتے رہیں گے۔

مجھے فخر ہے کہ میں اس جنگ کا ایک عینی شاہد ہوں اور میں اہل سیالکوٹ میں سے ہوں۔ مجھے فخر ہے کہ میں نے دشمن کی طرف سے آتی ہوئی ان گولیوں کے زخم اپنے شہر کی در و دیوار پر اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں۔ مجھے فخر ہے کہ میں نے دشمن کے جہاز کی اس روشنی کو دیکھا ہے جو میرے شہر کی روشنیوں کو نگل لینے کیلئے دشمن نے میرے شہر پر پھینکی تھی۔ اور اس بم کے دھماکے کی آواز کو سنا ہے جو میرے شہر کا

نام مٹا دینے کے ناپاک ارادے سے دشمن نے میرے شہر پر پھینکا۔ اور مجھے یہ فخر اس لئے ہیں کہ یہ ساری وارداتیں میرے شہر کی محافظ افواج اور اہلِ شہر کے حوصلوں کو بڑھانے کا موجب ہوئیں۔

مجھے فخر ہے کہ میں گزشتہ دو سال قوم کے ان دردمند انسانوں میں رہا ہوں جنہوں نے جنگ کے متاثرہ لوگوں کے درد کو اپنا درد جان لیا تھا۔ اور اپنے شب و روز ان کی امداد و اعانت کے لئے وقف کر دیئے تھے۔ اور میں یہ کہوں گا کہ یہ زیرِ نظر کتاب "سیالکوٹ زندہ رہے گا" میرے ان احساسات و جذبات کی آئینہ دار ہے جو سرحدوں پر وطن کے جیالوں سے مل کر اور شہر میں گھریلو محاذوں پر ان دردمند انسانوں کی ہمدردیوں کو دیکھ کر میرے فخر کا باعث ہوئے۔

میں نے ایک جنگی وقائع نگار کی حیثیت سے سیالکوٹ کی اس ایک ایک انچ زمین کا خود مشاہدہ کیا ہے۔ جو دشمن کے قبضہ میں چلی گئی تھی، یا دشمن کی جارحیت کا نشانہ بن گئی تھی۔ مجھے فخر ہے کہ میں نے اس پُرآشوب دور کو "سیالکوٹ زندہ رہے گا" کی تصنیف سے "تاریخ عالم کے سینہ پر سیالکوٹ کی عظمت کو زندہ رکھنے کے لئے صفحہ قرطاس پر بکھیرا ہے: تاکہ یہ دور آنے والی نسلوں کے لئے مینارۂ نور بن کر سیالکوٹ کے عظیم معرکہ کی یاد تازہ رکھے۔

مجھے فخر ہے کہ ملک و قوم کی قیادت قوم کے بہادر فرزند اور قائد ثانی فیلڈ مارشل محمد ایوب خاں اور جنرل محمد موسےٰ خاں کے ہاتھوں میں ہے جو ہر مشکل سے مشکل دور سے قوم کی ناؤ پار لگانے کے اہل ثابت ہو چکے ہیں۔ اور جن کی مساعی جمیلہ

سے قوم تیزی سے خوشحالی کی منزلیں طے کر رہی ہے۔

مجھے فخر ہے کہ میں نے جنگ کا سارا دور سرحدوں اور گھریلو محاذوں پر، چوہدری صدیق ڈپٹی کمشنر، چوہدری جلیل اے۔ ڈی۔ ایم۔ تقی الدین پال۔ اے ڈی۔ سی۔ خواجہ عبدالرشید ڈسٹرکٹ انسپکٹر آف اسکولز، چوہدری اقبال گل۔ ڈائریکٹر بنیادی جمہوریت۔ اور مس طوسی ڈویژنل انسپکٹرس آف سکولز۔ بیگم امینہ غنی ڈپٹی ڈائریکٹر ایجوکیشن راولپنڈی۔ مس زبیدہ یوسف ڈسٹرکٹ انسپکٹریس آف سکولز ایسی دردمند اور انسانیت نواز ہستیوں کی رفاقت میں گزارا ہے۔ اور ان کو قریب سے انتھک محنت، حقیقی لگن اور دلی خلوص سے جنگی بے گھروں کے لئے کام کرتے دیکھا ہے اور میں ان سب کی عنایات کا مشکور ہوں کہ انہوں نے ہی مجھ میں اس کتاب کی تصنیف کی تحریک پیدا کی۔

مجھے اپنے عزیز دوست ابوراشد پر بھی فخر ہے کہ جب انہوں نے مجھے اس عظیم کام کی انجام دہی میں مسلسل تن من کا ہوش کھوئے دیکھا تو مجھے بڑے خلوص سے اس کام کی جلد انجام دہی کے خیال سے اپنی معاونت کی پیش کش کی۔ اور میں ان کے پُرخلوص تعاون کے لیے اُن کا ممنون ہوں۔

مجھے امید واثق ہے کہ "سیالکوٹ زندہ رہے گا" کو یقیناً پسندیدہ نگاہوں سے دیکھا جائے گا۔ اور وہ احباب جو اپنے اختیار سے اسے سکولوں کالجوں کی لائبریریوں، یونین کونسلوں اور ملک کے تمام فوجی یونٹوں کی لائبریریوں میں بھجوا سکتے ہیں، میری ہر ممکن اعانت سے اسے زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچانے میں مددگار ہوں گے تاکہ ایک عظیم قوم کے عظیم

شہر کی یہ تاریخ آنے والی نسلوں کے لئے زیادہ سے زیادہ خاندانوں اور ملک کے کونے کونے میں پہنچ کر محفوظ ہو جاتے۔

علاوہ ازیں قوم کے ہر باشعور فرد سے مجھے یہ توقع ہے کہ وہ یہ کتاب اپنے خاندان میں محفوظ رکھنے کے علاوہ تحفہ کے طور پر اپنے بیرونی ممالک میں رہنے والے دوستوں اور عزیزوں کو ضرور بھجوائیں گے تاکہ معرکہ سیالکوٹ کے خط و خال کر تحریر و تصاویر کے آئینہ میں وہ بیرونی لوگ بھی دیکھ سکیں جو آج تک اس معرکہ کو ایک عظیم معجزہ تصور کرتے رہے ہیں۔ اس لئے کہ بیرونی دنیا میں اس عظیم معرکہ سیالکوٹ کے حقائق جاننے کا اشتیاق بہت ہی زیادہ ہے۔ اور ان کا یہ اشتیاق "سیالکوٹ زندہ رہے گا" کے مطالعہ سے بہت حد تک پورا ہو جائے گا۔

قارئین اس کتاب کے مطالعہ کے بعد اپنی قیمتی رائے سے مجھے آگاہ کریں۔ تو یہ میرے لئے انتہائی خوشی کا باعث ہوگا۔ خدا کرے کہ میری اس کوشش کو قبولیت کا شرف حاصل ہو۔

اسلم ملک
اردو ادب اکیڈمی
کمرشل بلڈنگ ریلوے روڈ۔
سیالکوٹ (پاکستان)
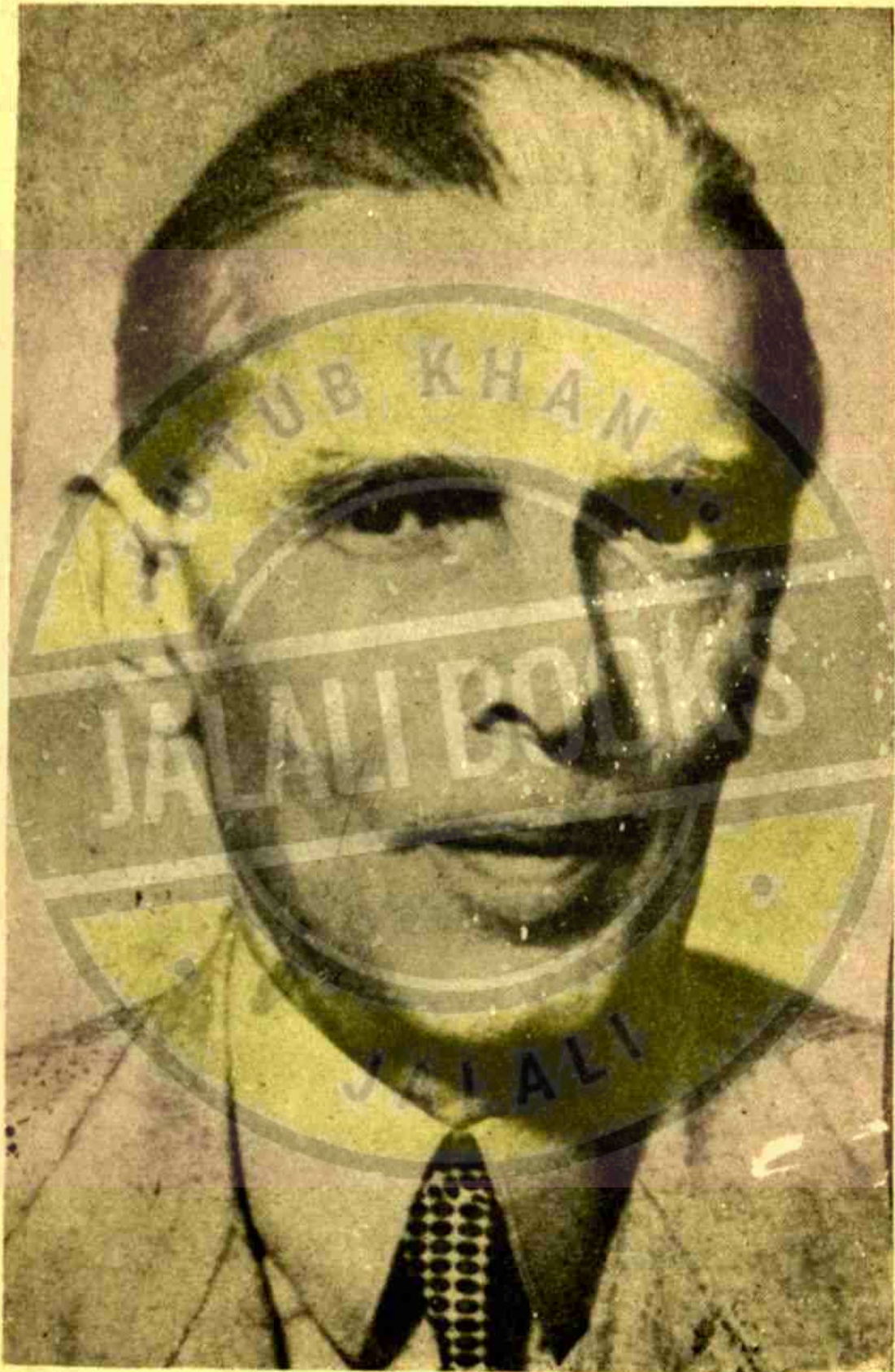
بانیٔ پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح جن کے اقوالِ زریں قوم کے لیے مشعلِ راہ ہیں گے

خدائے عظیم و برتر کی قسم!
جب تک ہمارے دشمن ہمیں اٹھا کر،
بحیرۂ عرب میں نہ پھینک دیں،
ہم ہار نہ مانیں گے۔
پاکستان کی حفاظت کے لئے میں تنہا لڑوں گا۔
جب تک میرے ہاتھوں میں سکت،
اور میرے جسم میں خون کا ایک قطرہ بھی موجود ہے۔
مجھے آپ سے کہنا ہے کہ اگر کوئی ایسا وقت آجائے،
کہ پاکستان کی حفاظت کے لئے جنگ کرنی پڑے،
تو کسی صورت میں ہتھیار نہ ڈالیں۔
پہاڑوں میں، جنگلوں میں، میدانوں میں اور دریاؤں میں،
جنگ جاری رکھیں۔
دنیا کی کوئی طاقت پاکستان کو ختم نہیں کر سکتی۔

قائداعظم محمد علی جناح

دس کروڑ مسلمانوں کی بہادر قوم کا عظیم رہنما فیلڈ مارشل محمد ایوب خان جن کی
پُرجوش قیادت میں پاکستانی افواج نے فتح مبین حاصل کی۔

پاکستان کے دس کروڑ عوام
جن کے دل کی دھڑکنوں میں
لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کی صدا گونج رہی ہے،
اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھیں گے
جب تک دشمن کی توپیں ہمیشہ کے لئے خاموش نہ ہوجائیں۔
بھارتی حکمران شاید ابھی نہیں جانتے،
کہ انہوں نے کس قوم کو للکارا ہے۔
ہمارے دلوں میں ایمان اور یقین محکم ہے۔
ہمیں معلوم ہے کہ ہم حق کی جنگ لڑ رہے ہیں۔
ہم پورے اتحاد اور عزم کے ساتھ
دشمن کا مقابلہ کریں گے۔
اللہ تعالےٰ کا واضح ارشاد ہے
کہ ــــ فتح ہمیشہ حق کی ہوتی ہے۔

صدر پاکستان فیلڈ مارشل محمد ایوب خان

مجاہد اول جنرل محمد موسیٰ کمانڈر انچیف مسلح افواجِ پاکستان جو نہایت بہادری سے ہر محاذ کی نگرانی کرتے رہے

○

بہادرو! دشمن کے ہر اس سپاہی کا سر کچل کر رکھ دو
جو ہمارے مقدس وطن کی سرزمین پر قدم رکھنے کی جسارت کرے۔
بہادرو! ہمارے ملک کے مستقبل اور آنے والی نسلوں کی تقدیر
آپ کے کارہائے نمایاں پر منحصر ہے۔
آپ دشمن کے ناپاک ارادوں کو کچلنے کے لئے
قوم کے عزم اور دلیری کا ثبوت مہیا کرنے والے
مضبوط ستون ہیں!
مجھے آپ سے پوری توقع ہے کہ آپ اپنی پاک سرزمین کا
چپہ چپہ دشمن سے محفوظ رکھنے کے لئے
سر دھڑ کی بازی لگا دیں گے۔
آج ساری قوم کی نظریں آپ پر لگی ہوئی ہیں!
بہادرو! آگے بڑھو اور اس دلیری اور عزم کے ساتھ
آگے بڑھو، جن کے لئے ساری دنیا آپ کو جانتی ہے۔
آزمائش کی یہ گھڑی ہی،
عظمت حاصل کرنے کی گھڑی ہے۔
انشاء اللہ فتح و نصرت آپکے قدم چومے گی۔

جنرل محمد موسیٰ (کمانڈر انچیف)
بری افواج
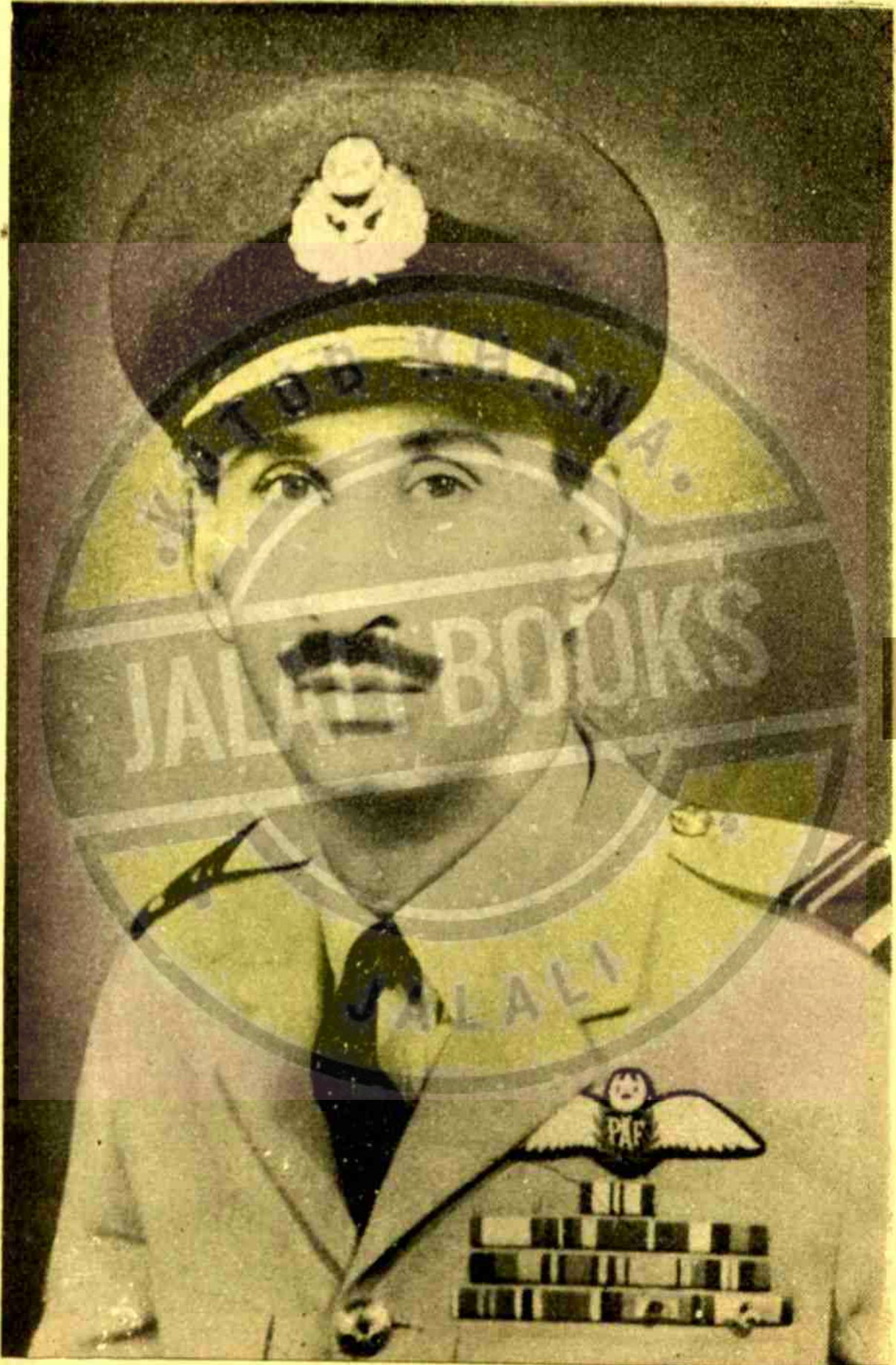
ایر مارشل نور خاں جن کی قیادت میں فضائی جنگ نے دشمن کے تمام منصوبے خاک میں ملا دیئے۔

اب بھارت کے ساتھ فیصلہ کن جنگ کا دور شروع ہو گیا ہے

اور یہی وہ موقع ہے جب ہمیں،

اپنا عظیم الشان فرض ادا کرنا ہے۔

بھارت نے ہماری غیرت کو جو چیلنج دیا ہے،

ہم اس کا دندان شکن جواب دیں گے۔

پاک فضائیہ کے ہوا باز، افسر، اور عملہ

فولادی عزم و ہمت سے اپنی تمام ذمہ داریاں پوری کرے گا۔

ائیر مارشل نور خان

(کمانڈر انچیف فضائی افواج)

پاک فضائیہ نے موجودہ جنگ میں جس اولوالعزمی، بہادری، جرأت، اور
ماہرانہ شکاری کے اعتبار سے بے مثال کارکردگی کا مظاہرہ کرکے دنیا بھر
سے خراجِ تحسین وصول کیا ہے۔ اس کی تربیت کا سہرا لازماً ایئر مارشل
اصغر خان کے سر ہی ہے۔ پاک بھارت جنگ شروع ہونے سے چند
ماہ قبل تک آپ ہی پاک فضائیہ کے سربراہ تھے۔ اس وقت آپ
پاکستان انٹرنیشنل ایئر لائنز کے چیئرمین ہیں۔

سیالکوٹ کو سلام

تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے۔ سیالکوٹ کے حالیہ معرکے کے واقعات بھی کسی حد تک غزوۂ اُحد کے خونچکاں قصے سے مماثلت رکھتے ہیں۔ وہ بھی کفر و اسلام کا معرکہ تھا۔ اور یہاں بھی کفر کی جارحیت کے مقابلہ میں اسلام ہی سینہ سپر تھا۔ یہاں بھی بھارت کی ۵۰ ہزار فوج، بکتر بند ڈویژن اور چار سو ٹینکوں کے مقابلہ میں صرف بارہ تیرہ ہزار غازیانِ اسلام اپنے محدود جنگی ساز و سامان کے ساتھ لڑ رہے تھے۔ وہاں بھی لشکرِ کفار اپنی ایک سالہ پرانی شکست و ذلت کا بدلہ چکانے کے لئے چڑھ آیا تھا۔ یہاں بھی بھارتی فوج رن کچھ، لاہور اور چھمب کے معرکوں میں اپنی پسپائی اور رسوائی کا بدلہ لینے کے لئے دانت پیس رہی تھی۔ یہاں بھی پاکستان کی کلمہ گو فوج نے سرفروشی اور جانثاری کے ان ایمان پرور واقعات کی یاد تازہ کر دی جو قرونِ اولی کے مسلمانوں کا شعار تھا۔ شہادت کا وہی جذبہ کارفرما تھا، سرفروشی کی وہی لگن تھی اور جانثاری کے وہی مظاہرے تھے۔ شوقِ شہادت سے سرشار مسلمان سپاہیوں نے جس طرح اپنے اجسام کے ساتھ گولہ بارود باندھ کر دشمنوں کے ٹینکوں کے پرخچے اڑائے

اور اپنے گوشت پوست کے جسموں کو بے خطر آہنی ٹینکوں کے ساتھ ٹکرا دیا۔ وہ تاریخ شجاعت کا درخشاں باب ہی نہیں بلکہ سچ تو یہ ہے کہ چشمِ آفتاب نے جرأت و شجاعت کے ایسے روح پرور پیکر شاذ و نادر ہی دیکھے ہونگے۔ ؎

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

کوہِ اُحد کے قصۂ دل پذیر کی قسم! ہم بھی سیالکوٹ کی خونچکاں سرزمین سے محبت رکھتے ہیں۔ کوہِ احد کے قصۂ دلپذیر کو دہرانے والی سرزمین! آج تیری پیشانی ہماری افواج کے جوہرِ شجاعت سے چمک اٹھی ہے۔ تیری خاک کا ذرہ ذرہ خونِ شہدا کی رنگینی و تابناکی سے رشکِ صد فردوس ہے۔ تو ان سوختہ سلمانوں کی سرزمین ہے جن کے سینے حرارتِ ایمانی کے شراروں سے معمور و روشن ہیں تو ان شیروں کی کچھار ہے جنہوں نے حق و صداقت کی سربلندی کے لئے جسم و جان کے سرمائے کو بے دریغ مٹایا۔ تونے ہمارے آبا و اجداد کا نام دنیا میں روشن کیا، تونے ہمیں اپنا بھولا بسرا سبق یاد دلایا۔ تونے ہمیں اپنے حقیقی مقام سے آشنا کر دیا، تونے بگڑی کو بنانا سکھایا۔ تو ہمارے تاریخی ورثہ کی ایک زندہ علامت ہے۔ تونے ہمارے اس ایمان کو قوت بخشی ہے کہ حق زندہ رہنے کے لئے ہے اور باطل مٹنے کے لئے۔ تونے ہم پر واضح کر دیا کہ باطل اپنے غرور اور قوت و شوکت کے باوجود کمزور اور حق اپنی بے سروسامانی کے باوجود نصرتِ الٰہی کی دلیل ہے۔

سرزمین سیالکوٹ! تجھ پر لاکھوں سلام اور تیرے شہدا پر اللہ عزوجل کی کروڑوں رحمتیں!

سیالکوٹ کی زندہ و پایندہ سرزمین! ہمیں تیرے قافلہ ہائے روز و شب کے دو دنوں کا بانکپن ہمیشہ یاد رہے گا۔ ۸ ر ۲ ر فروری ۱۸۷۳ء کو تونے اس بطلِ جلیل کو

جنم دیا۔ جو ملّتِ اسلامیہ کا اقبال بنا۔ ہاں وہی کشمیری نژاد مومن، سرزمینِ پاکستان جس کے ایک سچے خواب کی تعبیر ہے، وہ دانائے راز جس نے اپنے سرمدی نغمات کے ذریعہ ہمیں خودی اور بے خودی کے اسرار و رموز بتائے، جس کی آہِ سحر گاہی اور دعائے نیم شبی نے ملّت کو حیاتِ تازہ بخشی، جس نے ہمیں انفرادی اور قومی خود داری، خود گری اور خود نگری کے بھولے سبق یاد دلائے۔ سرزمینِ اقبال تو پرچمِ پاکستان کا ستارہٗ اقبال ہے۔ اور ہمیں بے حد عزیز ہے۔

تصورِ پاکستان کے خالق کی جنم بھومی! یہ سعادت بھی روزِ اول سے تیری ہی قسمت میں لکھی گئی تھی، کہ پاکستان کے دفاع کی سب سے زیادہ خونریز جنگ تیرے سینے پر لڑی جائے۔ ۶ ستمبر ۱۹۶۵ء کا دن بھی تاریخِ پاکستان میں ہمیشہ یاد رہے گا۔ یہی وہ دن تھا جب فرزندانِ پاکستان کو ایثار، اسلام کی بقاء کی خاطر سینہ سپر ہونا پڑا۔ اور تُو شاہد ہے کہ امتِ مسلم اپنے فرائض کی ادائیگی میں کم کوش واقع نہیں ہوئی۔ مومنوں نے ان کے شعلہ بار ٹینکوں کے مقابلہ میں گوشت و پوست کی ناقابلِ تسخیر فصیلیں کھڑی کر دیں۔ ہر وار سینے پر لیا اور یہ ثابت کر دکھایا کہ ایمان کی قوت آہنی قوت سے کہیں زیادہ نتیجہ خیز ہے۔ اور ہمارا اللہ ہر چیز پر قادر اور ہر صورتِ حال پر غالب ہے۔ ان حقائق کو ہم نے چشمِ سر سے تیرے معرکہ کارزار میں دیکھا ہے۔ سیالکوٹ! تو نے ہمارے ایمان کو قوی تر اور مضبوط تر بنا دیا ہے۔ اس لئے تو ہماری نگاہ میں بے حد عزیز اور بے حد محبوب ہے۔

شہر سیالکوٹ کی سرزمین! تجھ پر ان مظلوم، بیکس اور نہتے شہریوں کا بھی خون بہا ہے جو دشمن کے سفاکانہ اور بزدلانہ حملہ کا شکار ہوئے۔ ان مظلوموں کے خون

کا ایک ایک قطرہ فریاد کناں ہے کہ ظالموں کو کیفر کردار تک پہنچانے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی جائے۔ غضب الٰہی کی آگ ان کے لئے بھڑکائی جا چکی ہے۔ اور ان ظالموں کو ہانک کر جہنم کے اس الاؤ میں ڈالنے کا فریضہ ہمیں ادا کرنا ہے۔ انشاء اللہ ہم اپنا فرض ادا کر کے ہی دم لیں گے۔ اور اللہ کی زمین سے فتنہ و فساد مٹا کر چھوڑیں گے۔

سرزمین سیالکوٹ! ہم تمہیں سلام کہتے ہیں کہ تو نے اپنے دامن پر مظلوموں کے خون کے دھبے لے کر اللہ تعالےٰ کی رحمت کو متوجہ کر لیا ہے۔ اور ہم نے تیری آواز کو سن لیا ہے۔ انشاء اللہ ہم بہت جلد اللہ تعالےٰ کی رحمت کے جلو میں تیری آواز پر لبیک کہتے ہوئے آگے بڑھیں گے۔ ہماری تمہاری محبت کا بندھن بڑا مضبوط ہے۔

ملک خدا بخش بُچّہ

ریاست جموں و کشمیر

سیالکوٹ

پاکستان

بھارت

نقشہ محاذ جنگ
جموں، سیالکوٹ سیکٹر

چلہ گاہ حضرت حمزہ غوثؒ

مزار ملا عبدالحکیم و مولوی عبداللہ

مزار حضرت امام صاحبؒ
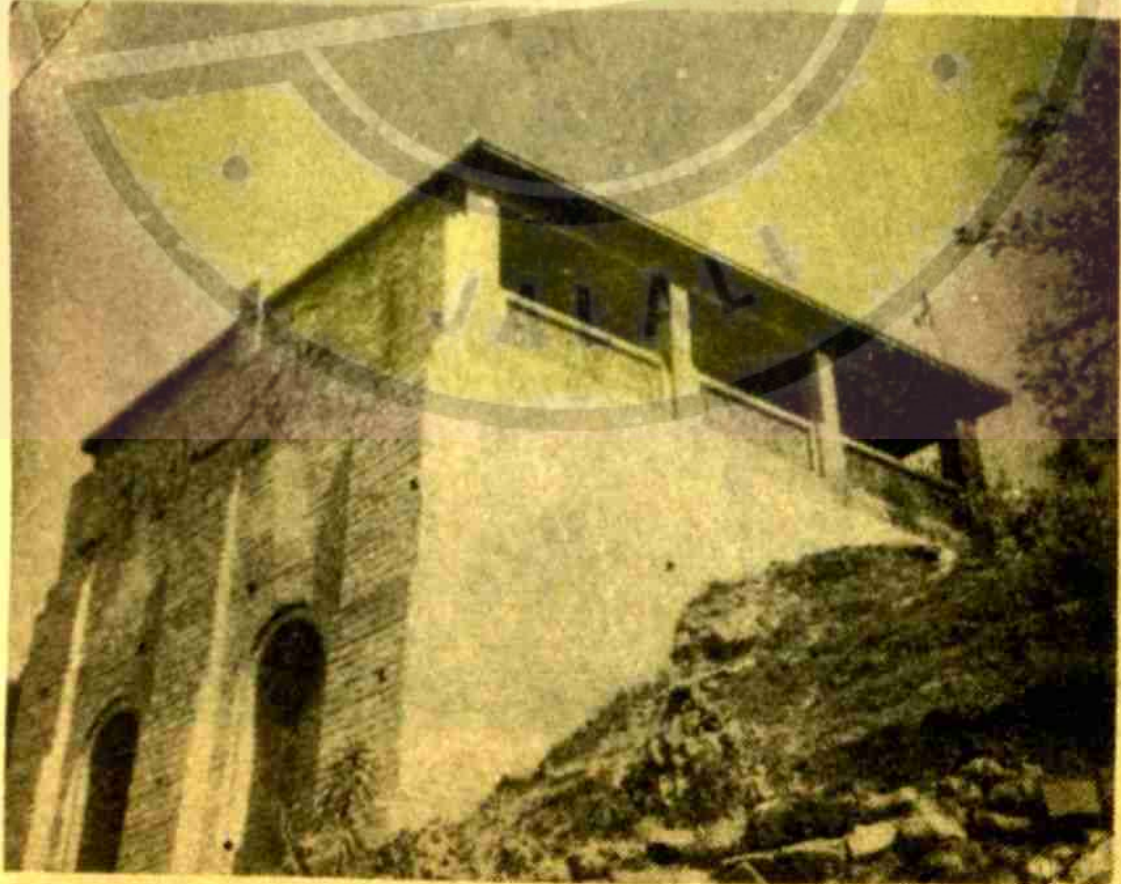
مزار پیر مرادیہ ؒ

سیالکوٹ، تاریخ کے آئینے میں

سیالکوٹ زمانہ قدیم ہی سے تہذیب و ثقافت کا مرکز رہا ہے۔ بڑے بڑے جیّد عالم، بلند پایہ صحافی اور شعلہ زار شاعروں کا وطن ہونے کا بھی سیالکوٹ کو عہدِ قدیم سے فخر رہا ہے۔ اس کے علاوہ صنعت و حرفت کے میدان میں اس شہر نے جو نام پیدا کیا ہے، تاریخ آج بھی اس کی گواہ ہے۔ اس سرزمین کے عمر رسیدہ کھنڈرات، بزرگانِ دین کے متعدد مزارات، خستہ حال قلعے اور زمانہ قدیم کی کئی ٹوٹی پھوٹی قبریں اس کی عظمت کا زندہ ثبوت ہیں۔ اس تاریخی شہر کو جو ایک پُر درد حقیقت اپنے جلو میں لئے ہوئے ہے اور جسے ہزار انقلابات اور طوفانوں کا مقابلہ کرنا پڑا ہے، پہلے پہل قریباً دو ہزار سال قبل مسیح میں راجہ سل نے آباد کیا۔ راجہ سل نے اپنے نام پر اس بستی کو سلکوٹ کے نام سے موسوم کیا جو بعد میں بگڑتے بگڑتے سیالکوٹ بن گیا۔ اس راجہ نے ایک انتہائی مضبوط قلعہ بھی اس بستی میں تعمیر کرایا۔ اس علاقہ کے ایک طرف دریائے راوی موجیں مار رہا تھا اور دوسری طرف دریائے چناب کے پانی کی پُرشور لہریں رومانوی داستانوں کے گیتوں سے کانوں میں رس گھولتی ہیں۔ تیرہ سو سال قبل مسیح ان دونوں دریاؤں میں اس قدر ہولناک طغیانی آئی، کہ دوآبہ رچنا کے سارے علاقے جن میں سیالکوٹ بھی شامل تھا، تہ و بالا

ہو گئے۔ اور قریباً ایک ہزار سال تک یہ بستی تباہی و بربادی کا مرثیہ الاپتی رہی۔

جنگی لحاظ سے بھی سیالکوٹ کو میدان کارزار کی حیثیت حاصل رہی۔ ازمنہ قدیم سے مختلف راجاؤں نے اس پر قبضہ کر کے یہاں پر اپنی حکومت کے نشانات چھوڑے۔ راجہ سوم دت حاکم کشمیر کے زمانہ میں جب راجہ بکرماجیت نے حملہ کیا، تو سوم دت نے سالباہن کو فوجوں کا سالار بنا کر بکرماجیت کے مقابلہ پر بھیجا۔ سالباہن نے اس کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ اور بکرماجیت کو شکست فاش دے کر سیالکوٹ پر قابض ہو گیا۔

سیالکوٹ پر قبضہ کرنے کے بعد سالباہن کی نیت بدل گئی اور اس نے خود مختاری کا اعلان کر دیا۔ سالباہن کے ساتھ مقابلہ میں بکرماجیت سالباہن کے ہاتھوں مارا گیا۔ سالباہن نے اس فتح کی خوشی میں رعایا پر بہت سی عنایات کیں۔ اس کے عہد میں سیالکوٹ کی ترقی کا سورج نصف النہار پر چمکنے لگا تھا۔

سالباہن کی دو بیویاں رانی لوناں، اور رانی اچھراں تھیں۔ تمام آسائشوں اور نعمتوں سے مالا مال ہونے کے باوجود سالباہن کی مسرتیں ناپید تھیں۔ کسی بھی رانی کے بطن سے وارثِ تخت پیدا نہ ہوا تھا۔ آخر ایک دن ایک بزرگ حضرت مورکھ شاہ کی دعا سے رانی اچھراں کے بطن سے وارث تخت پیدا ہوا۔ جس کا نام پورن تجویز ہوا۔

پورن جوان ہوا تو وہ حسن و شباب میں یکتا تھا۔ اس کی خوبصورتی کا یہ عالم تھا کہ رانی لوناں اس سے محبت کرنے لگی۔ مگر پورن نے اس کی طرف کوئی توجہ نہ دی۔ آخر رانی نے پورن کے دامن کو داغدار کرنے کے لئے راجہ سالباہن کے پاس پورن کی

اخلاقی گراوٹ اور رانی کے متعلق بُرے خیالات رکھنے کی شکایت کی۔ راجہ یہ سن کر آگ بگولا ہوگیا اور پورن کے ہاتھ کاٹ کر اسے شہر سے باہر ایک ویران کنوئیں میں پھینک دیا۔ یہی کنُواں آج تک پورن کے کنوئیں کے نام سے مشہور ہے۔

اسی دن گورو گورکھ ناتھ نے بھی کنوئیں سے کچھ فاصلہ پر قیام کیا تھا۔ انہیں اس واقع کا علم ہوُا تو انہوں نے پورن کو کنوئیں سے نکالا اور اپنی مریدی میں لے لیا۔ پورن نے درویشی کی تمام منزلیں جلد از جلد طے کرلیں اور وہیں ڈیرہ جمالیا۔ پورن کا شہرہ دور دور تک جا پہنچا۔ یہاں تک کہ رانی لوناں کے کانوں میں بھی اس درویش کی بھنک پڑی۔ چنانچہ رانی اور راجہ درویش کے پاس آئے اور رانی نے دعا کے لئے التجا کی۔ پورن نے کہا کہ ایک شرط پر میں دعا کروں گا۔ آپ سچ سچ بتا دیں کہ پورن کا دامن داغدار تھا یا وہ معصوم اور بے قصور تھا۔ یہ سنتے ہی رانی کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا۔ لیکن آخر بولی، قصور میرا ہی تھا اور یہ سنتے ہی راجہ کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ اور پھر جب پورن نے راجہ کو بتایا کہ اس کا بیٹا اس کے سامنے درویش کے رنگ میں موجود ہے تو راجہ اس کے قدموں میں گر پڑا۔ راجہ نے پورن کو ساتھ چلنے کے لئے بہت زور لگایا لیکن پورن نہ مانا۔ اور اس نے اپنی ساری زندگی وہیں گزار دی۔

پورن کی دعا سے ایک سال بعد رانی لوناں کے ہاں وارثِ تخت پیدا ہوُا۔ جس کا نام رسالو رکھا گیا۔ چنانچہ سالباہن کے بعد رسالو تخت نشین ہوُا۔ وہ شجاعت، بہادری اور جاہ و جلال میں اپنی مثال آپ تھا۔ اس کے عہد میں بھی سیالکوٹ کو خوب ترقی ہوئی۔ مگر وہ مسلسل فتوحات کے بعد عیاشی کی طرف مائل ہوگیا۔ راجہ

نے سن ۱۲۸ء میں وفات پائی۔ رسالو کے بعد اس کا بیٹا شہزادہ بداسیں وارثِ تخت ہوا۔ اس کی رانی گجراں نے گجرات کو آباد کیا۔ وہ شراب کا بہت دلدادہ تھا۔ اور شراب نوشی کی وجہ سے ہی تھوڑی ہی عمر میں لاولد مر گیا۔ اس طرح سیالکوٹ پر اس خاندان کا اقتدار ختم ہو گیا۔

چوتھی صدی میں ہن کی خونخوار قوم نے اس علاقہ کا رُخ کیا۔ ہن بادشاہ نوربان کے بعد اس کا بیٹا مہر گل تخت نشین ہوا۔ یہ بدصورت اور ظالم راجہ تھا۔ سن ۵۴۰ء میں ہن قوم کا اقتدار مہر گل کی وفات کے بعد ختم ہو گیا۔ پھر مسلمان سلاطین کی حکومت کا دور آیا۔

محمود غزنوی کے زمانہ عروج میں راجہ جے پال اس علاقہ پر حکومت کرتا تھا۔ جے پال کی خودکشی کے بعد انند پال تخت نشین ہوا۔ انند پال کے ساتھ لڑائی میں محمود غزنوی کو فتح نصیب ہوئی اس زمانہ میں حکومت کا دارالخلافہ سیالکوٹ منتقل کر دیا گیا۔ اس عہد میں سیالکوٹ خوب خوش حال ہو گیا اور ترقی کی منازل طے کرنے لگا۔

محمود غزنوی کے بعد شہاب الدین غوری پہلا بادشاہ تھا جس نے ہندوستان میں اسلامی حکومت کی بنیاد رکھی۔ اس بادشاہ نے گکھڑ قوم کے سردار خسرو ملک کو شکست دی۔ خسرو ملک نے شکست کے اعتراف کے بعد معافی مانگی۔ لیکن سلطان کے غزنی جانے کے بعد خسرو نے سیالکوٹ پر حملہ کیا۔ جب سلطان کو یہ خبر پہنچی تو وہ آندھی کی طرح بڑھتا ہوا آیا۔ اور خسرو کو گرفتار کر کے اپنے بھائی غیاث الدین کے پاس بھجوا دیا۔ جس نے اس کا سر تن سے جدا کر دیا۔ اس زمانہ میں خواجہ معین الدین چشتی رح

سیالکوٹ تشریف لائے۔ اور بہت عرصہ تک یہاں قیام فرمایا۔ اور بہت سے لوگوں کے دلوں کو نورِ اسلام سے منور کیا۔

پندرھویں صدی میں جب ظہیر الدین بابر نے ہندوستان پر حملہ کیا تو سیالکوٹ میں ایک مقام سید پور پٹھانوں کا زبردست مرکز تھا۔ بابر نے پٹھانوں کو شکست فاش دی اور سیالکوٹ کے لوگوں نے بابر کا خوشی سے استقبال کیا۔ چنانچہ بابر سید پور کی اینٹ سے اینٹ بجا کر واپس قابل چلا گیا۔

بابر کے بعد ہمایوں جب ہندوستان آیا تو سیالکوٹ کی سرحد دریائے چناب پر تاتار خان کو اس نے اپنے مقابلے کے لئے تیار پایا۔ گھمسان کی لڑائی کے بعد تاتار خان شکست کھا کر بھاگ گیا۔ جنگ سے فارغ ہونے کے بعد ہمایوں نے سیالکوٹ میں نزول فرمایا۔ اسی زمانے میں یہاں وارث شاہ کشمیر سے سیالکوٹ تشریف لائے تھے۔ ان کی عظمت کو ملحوظ رکھتے ہوئے، ہمایوں نے انہیں مالگزار شہر مقرر کر دیا۔ کشمیری محلہ میں کنواں وارث شاہ آپ ہی کے نام پر موسوم ہے۔

ہمایوں کے بعد اکبر تخت نشین ہوا۔ اکبر ان کا قدر دان تھا۔ مگر اس کے عہد میں بعض علماء کے گمراہ کن نظریات نے اکبر کو دین الٰہی قائم کرنے کی ترغیب دی۔ کشمیر میں یوسف علی شاہ اکبر کے لئے دردِ سر بنا ہوا تھا۔ چنانچہ اکبر نے کشمیر پر حملہ کر کے یوسف شاہ کا خاتمہ کر دیا۔ کشمیر سے واپسی پر جب اکبر سیالکوٹ آیا تو یہ جاگیر بان سنگھ کو عطا کر دی۔

اکبر کے عہد میں ہندوستان کی تقسیم صوبوں کے علاوہ باڈنیوں پر بھی تھی۔ ۵۲ دیہات ایک باڈنی کہلاتے تھے۔ ان دیہات کا ایک صدر مقام بھی ہوتا تھا

اور سیالکوٹ بھی ایک باڈنی کا صدر مقام تھا۔ جموں، امین آباد، سوہدرہ، شیخوپورہ یہ سب مقامات سیالکوٹ کے ماتحت تھے۔ اکبر کے زمانہ میں مولوی کمال الدین کاشمیری، استاد مولوی عبدالحکیم اپنے وطن کشمیر سے سیالکوٹ آئے۔ اور میاں وارث کی مسجد کے امام مقرر ہو کر درس و تدریس کا سلسلہ جاری کیا۔ اکبر کے زمانہ میں تانبہ کی ٹکسال ۴۰ مقامات پر تھی جن میں سے ایک سیالکوٹ میں بھی تھی۔

جہانگیر نے اپنے عہد میں مولوی عبدالحکیم رح کو جاگیر عطا کی۔ اس وقت سیالکوٹ کا جاگیردار اور کمانڈنگ افسر خان خانان صفدر خان تھا جس نے قلعہ اور قلعہ کے برجوں کو از سر نو تعمیر کرایا۔ زنگ محل اور شیش محل نہایت ہی خوبصورت عمارتیں بنوائیں۔ جہانگیر کے عہد میں ایک خاص قسم کا کاغذ جس کا نام جہانگیری کاغذ قرار پایا تھا، سیالکوٹ میں بنایا جاتا تھا۔

عالمگیر کے عہد حکومت میں عالمگیر نے ایک نومسلم رحمت اللہ کو جاگیر و منصب عطا کر کے سیالکوٹ کا پرگنہ دار مقرر کیا۔ اس نے شہر کے عین وسط میں بہت اونچی کرسی بنا کر شاہانہ طرز پر ایک مسجد تعمیر کرائی۔ یہی مسجد دو دروازہ والی مسجد کہلاتی ہے۔

آخر میں مغلیہ دور کے درویش صفت بادشاہ، اورنگ زیب کے بعد مغلوں کا اقتدار یہاں ختم ہو گیا۔

سترہویں صدی کے وسط میں احمد شاہ ابدالی نے پنجاب پر حملے کئے۔ اُس وقت امن و سکون نام کو نہیں تھا۔ ہر طرف دھاندلی مچی ہوئی تھی۔ راجہ رنجیت سنگھ نے تخت نشین ہونے کے بعد شہر کو چار حصوں میں تقسیم کیا۔

شہر میں اس کے سرداروں کی حویلیاں چوک پوربیاں اور چوک گندم منڈی میں اب بھی موجود ہیں۔

سکھوں کے بعد انگریزوں کا دور اقتدار آیا۔ انگریزوں کے عہد کے مشہور واقعہ ۱۸۵۷ء کے انقلاب میں سیالکوٹ ایک بار پھر تباہی سے دوچار ہوا۔ اس طرح سیالکوٹ کے مجاہدینِ آزادی کا باب ختم ہو گیا۔

برِصغیر پاک و ہند کی پہلی جنگِ آزادی جسے جاہ پرستوں نے غدر ۱۸۵۷ء کا نام دے دیا تھا دہلی، لکھنؤ، کانپور، گوالیار، جھانسی، میرٹھ اور بریلی میں لڑی گئی۔ عام طور پر مشہور ہے کہ صوبہ پنجاب اس سے بالکل الگ تھلگ رہا۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ پنجاب کے تین مقامات، سیالکوٹ، جہلم اور انبالہ میں یہ جنگ باقاعدہ طور پر لڑی گئی۔

سیالکوٹ کے قلعہ میں مسلمان سپاہ نے حوالدار حرمت خان کی سرکردگی میں وہ کارنامہ دکھایا جس نے پنجاب کی لاج رکھ لی۔ سیالکوٹ چھاؤنی میں انقلابیوں نے جنگِ آزادی کی ابتدا، ۹ جولائی ۱۸۵۷ء کو صبح ۴ بجے کی جبکہ نمبر ۹ لائٹ کیولری (گھوڑ سوار رجمنٹ) کے سپاہیوں نے "فرنگی حکومت ختم کر دو" کا نعرہ لگایا۔ نمبر ۹ بنگال کیولری کے انگریز گھوڑ سواروں نے ان کا مقابلہ شروع کیا۔ لیکن دیسی سپاہ نے آدھ گھنٹہ کے مقابلہ میں ان کو ڈھیر کر دیا۔ حرمت نے انقلابیوں کو قلعہ اور چھاؤنی کے اردگرد پھیلا دیا۔ وہ بڑا جری اور بہادر فوجی تھا۔ ہر معرکہ میں وہ بڑی جی داری سے لڑتا تھا۔ اور اسے دیکھ کر انقلابیوں کے حوصلے بلند ہو جاتے تھے۔

انقلابیوں نے جب سیالکوٹ پر تسلط جمالیا تو سرفروشانہ جوش کے ساتھ انہوں نے گورداسپور، امرتسر کے راستے دہلی پہنچنے کا فیصلہ کرلیا۔ ادھر لاہور میں جنرل نکلسن کو اس کی اطلاع مل گئی۔ اور وہ انگریزی دستوں سے مربوط سپاہ لے کر فوراً امرتسر کے راستے گورداسپور کی طرف چل پڑا۔ انقلابیوں کو جب اس کا علم ہوا تو وہ دریائے راوی کے ترموگھاٹ کے قریب رک گئے۔ جنرل نکلسن جب ترموگھاٹ پہنچا تو انقلابی دوسرے کنارے پر پوزیشن لئے بیٹھے تھے۔ ۱۲ر جولائی کو ایک مخبر نے جنرل نکلسن کو اطلاع دی کہ انقلابی بہت بڑی تعداد میں سات میل دور دریا پار کر کے مورچے سنبھال چکے ہیں۔ حرمت ابھی دوسرے کنارے پر ہی تھا۔ اس لیے انقلابی بغیر کسی کمانڈر کے مقابلہ پر اتر آئے۔ دونوں طرف سے فائرنگ شروع ہو گئی۔ جنرل نکلسن کے ساتھ انگریز دستوں کے علاوہ سکھ فوج کے دستے بھی تھے۔ اور وہ بڑے منظم طریقہ سے جنگ شروع کئے ہوئے تھا۔ اور توپ خانہ برابر گولے برسا رہا تھا۔ انقلابی منتشر ہو گئے۔ نکلسن کے لئے یہ موقع بڑا اچھا ثابت ہوا۔ اس نے بھاگتے ہوئے انقلابیوں کا پیچھا کیا۔ کئی دریا کو دوبارہ پار کرتے ہوئے ڈوب گئے۔ اور اکثر جموں کی طرف بھاگ گئے۔

حرمت خان دوسرے کنارے پر اپنے ساتھیوں کے ہمراہ ۱۲ پونڈ گولہ والی چھوٹی توپ لئے بیٹھا تھا۔ نکلسن کے سپاہیوں کی آمد پر اس نے اس توپ سے کام لیا انگریزی فوج اور سکھوں کو کافی نقصان اٹھانا پڑا، مگر اس کے اپنے قدم بھی وہاں پر نہ جم سکے۔ اور وہ واپس سیالکوٹ کی طرف بھاگنے پر مجبور ہو گیا۔

مہاراجہ کشمیر گلاب سنگھ نے بھی جنرل نکلسن کا ساتھ دیا۔ اور اپنے علاقہ میں آئے

ہوئے انقلابیوں کی تلاش شروع کردی۔ اور سینکڑوں کو پکڑ کر انگریزی فوج کے حوالے کر دیا۔ گورداسپور میں مقدمہ چلا۔ اور سرسری کورٹ مارشل کے بعد انقلابیوں کو توپوں کے دہانے سے باندھ کر اڑا دیا گیا۔ دوسرے دن قلعہ سیالکوٹ کے نیچے باقی انقلابیوں کو پھانسی دینے کا پروگرام بنایا گیا۔ یہ سب کچھ عوام کے سامنے اس لئے کیا گیا تاکہ آئندہ کسی کو سر اٹھانے کی جرأت نہ ہو سکے۔ حرمت خاں روپوش ہوگیا تھا اس لئے پکڑنے والے کے لئے دو ہزار روپے کا انعام مقرر تھا۔ پانچ سال تک حرمت خاں کا پتہ نہ چل سکا۔ وہ جموں کے پاس سائیں حرمت شاہ کے نام سے درویشانہ زندگی بسر کر رہا تھا۔ انگریزی فوج نے اس کے گرد گھیرا ڈال لیا۔ حرمت خاں اکیلا سب کے مقابلہ پر اتر آیا اور لڑتے ہوئے جامِ شہادت نوش کر لیا۔ اور اس طرح سیالکوٹ کے مجاہدینِ آزادی کا باب ختم ہوگیا۔

> انگریزی دورِ اقتدار میں ہندوستان میں آزادی کی
> جو لہر بھی اٹھی، سیالکوٹ کی سرزمین پر اس کا اثر بھی
> ضرور پڑا۔ آزادی کے متوالوں نے ہر تحریک میں بڑھ
> چڑھ کر حصہ لیا۔

مہاراجہ کشمیر نے جب مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ کر دیا تو ۱۹۳۱ء میں ایک ہمہ گیر تحریک نے جنم لیا۔ اس تحریک کا مرکز بھی سیالکوٹ ہی تھا۔ یہیں سے جتھے جموں کی طرف روانہ ہوتے تھے۔ ہزاروں کی تعداد میں لوگوں نے خود کو گرفتاری کے لئے پیش کیا۔ ریاست کی جیلیں بھر گئیں اور انگریزی عملداری

کی جیلوں میں حریت پسندوں کو ٹھونسا جانے لگا۔ تحریک دن بدن زور پکڑتی جا رہی تھی، ہندوستان کے کونے کونے سے مسلمان سیالکوٹ میں جمع ہوتے جا رہے تھے۔ آخر مہاراجہ کو اس تحریک کے سامنے جھکنا پڑا۔ اور سیالکوٹ کی سرزمین نے ایک بار پھر اپنی عظمت کا لوہا منوا لیا۔
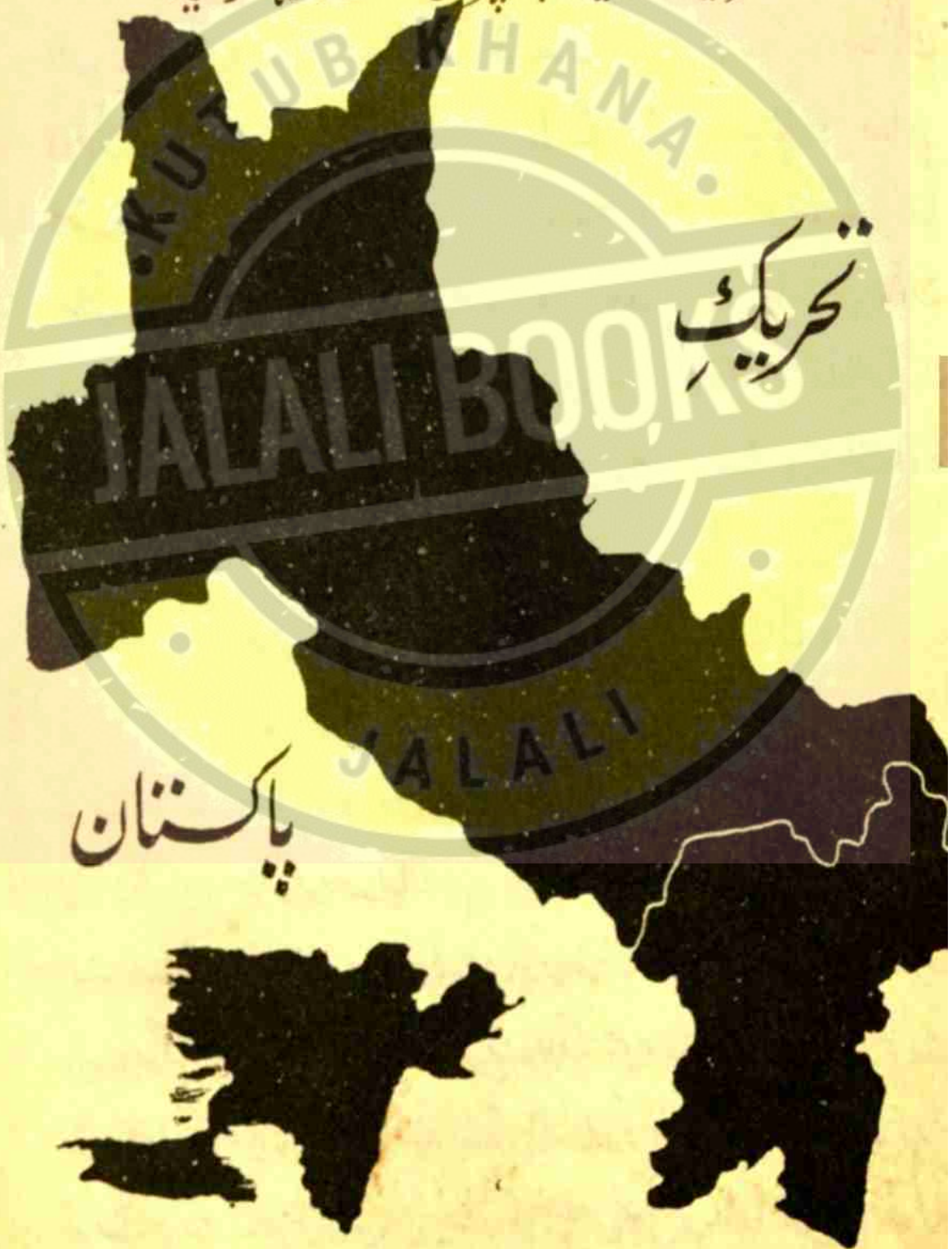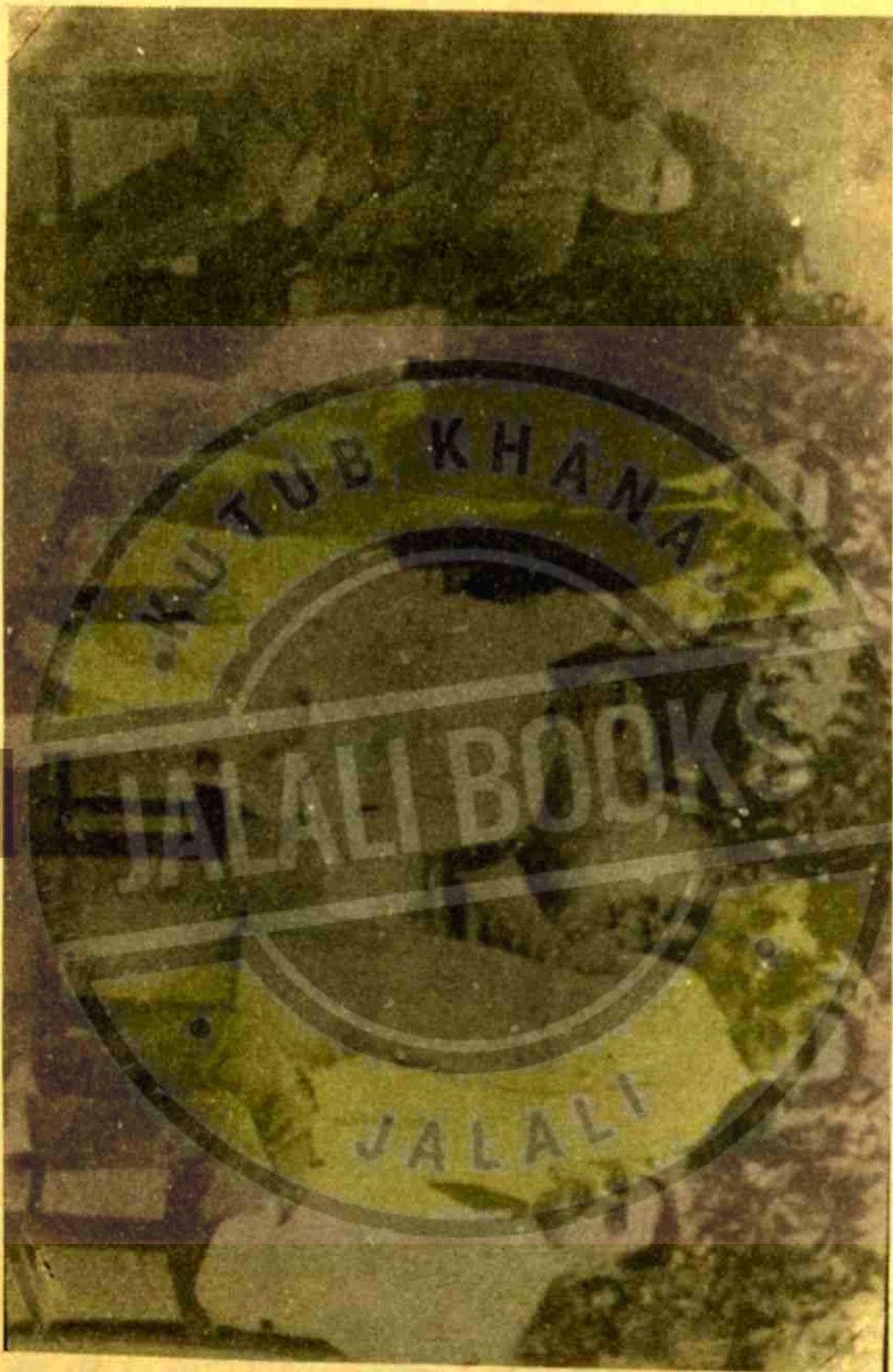
قائدِ اعظم محمد علی جناح

سیالکوٹ کے مسلم لیگی کارکنوں کے ساتھ۔

۱۹۴۴ء میں

مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن سیالکوٹ کے اراکین جنہوں نے تحریک پاکستان میں جوش وخروش سے حصہ لیا

تحریک کا آغاز

پاکستان کے حصول کی تحریک کا آغاز شدت سے یہاں جولائی ۱۹۴۳ء کے افسوسناک حادثہ کی خبر کے بعد ہوا جب ایک گم کردہ راہ نوجوان محمد رفیق نے مسلمانوں کے محبوب قائداعظم پر قاتلانہ حملہ کیا۔ آن واحد میں یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح برصغیر کے طول و عرض میں پھیل گئی۔ سیالکوٹ کے تمام مسلمان بھی انتہائی غضب ناک ہوئے۔ حملہ آور خاکسار جماعت سے متعلق تھا۔ قائداعظم پر قاتلانہ حملہ کی تفصیلات جو سیالکوٹ پہنچیں، یوں تھیں۔ کہ ۲۶ جولائی ۱۹۴۳ء کو ایک بجے کے قریب محمد رفیق مالابار ہل میں پہنچا۔ چوکیدار نے اس سے آنے کا مقصد پوچھا۔ تو اس نے قائداعظم سے ملنے کی خواہش ظاہر کی۔ چوکیدار اسے قائداعظم کے سیکرٹری سید مطلوب الحسن کے پاس لے گیا۔ محمد رفیق نے سید مطلوب الحسن کو بتایا کہ وہ قائداعظم سے مسلم لیگ کے بارے میں کچھ بات کرنے کا خواہش مند ہے۔ سیکرٹری نے اسے مشورہ دیا کہ وہ جو بات کرنا چاہتا ہے، لکھ کر پیش کرے۔ کیونکہ قائداعظم بڑے مصروف آدمی ہیں اور وقت طے کیے بغیر ان سے ملاقات ممکن نہیں۔ وہ بات چیت کر ہی رہے تھے کہ قائداعظم ایک ضروری فائل لینے خود سیکرٹری کے کمرے میں آ گئے۔ انہوں نے آتے ہی پوچھا۔ یہ نوجوان کون ہے؟

اور کیا چاہتا ہے۔ سیکرٹری نے بتایا تو قائداعظم نے خود معذرت کردی۔ اور کہا آپ اپنی بات لکھ کر دے دیں۔ اور سیکرٹری سے وقت مقرر کرلیں۔ رفیق یہ بات سنتے ہی گستاخی پہ اتر آیا۔ اس کی بات چیت کے انداز سے اور چہرے کی بناوٹ سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ کسی اچھی نیت سے نہیں آیا۔ اس نے معاً بڑا چاقو نکال لیا اور لپک کر قائداعظم کے پیٹ میں گھونپنے کی کوشش کی قائداعظم اس اچانک حملے کے لئے تیار نہ تھے۔ لیکن وہ سنبھلے اور انہوں نے اس کا وار اپنے بائیں ہاتھ سے روکا۔ ان کی کلائی زخمی ہوگئی اور چہرے اور ٹھوڑی پر کئی خراشیں آئیں۔ سیکرٹری بھی حملہ آور پر جھپٹے۔ اور حملہ آور کا پاؤں بھاگنے کی کوشش میں فرش پر پھسل گیا۔ اور وہ منہ کے بل گر پڑا۔ شور سُنکر چوکیدار بھی بھاگا آیا۔ اس نے سیکرٹری کے ساتھ مل کر محمد رفیق سے چاقو چھین لیا۔ قائداعظم نے حملہ آور کو زدوکوب کرنے سے منع کر دیا۔ اور اسے پولیس کے حوالے کرنے کا حکم دیا۔ اسلامیان ہند تک جب اپنے محبوب قائد پر اس حملہ کی یہ خبر پہنچی۔ تو بہت سخت ردِ عمل ہوا۔ لیکن قائداعظم نے قوم سے اپیل کی۔ کہ وہ قانون کو ہاتھ میں نہ لیں۔ نظم ونسق برقرار رکھیں۔ اور ان کے معجزانہ طور پر بچ جانے کے لئے اللہ تعالےٰ کا شکر ادا کیا۔ ساتھ ہی انہوں نے اس بات پر افسوس کا اظہار کیا۔ کہ حملہ آور ان ہی کی قوم کا ایک فرد تھا۔

قائداعظم کی سیالکوٹ میں آمد

ابھی اس اندوہ ناک حادثہ کی یاد تازہ ہی تھی، کہ سیالکوٹ میں قائداعظم کی

تشریف آوری کی خبریں آنے لگیں اور علامہ اقبالؒ کے مولد کے لوگوں کا غم و غصہ اچانک خوشی اور مسرت میں بدل گیا۔ اور سیالکوٹ کے سبھی مسلمان بچے بوڑھے جوان مرد اور عورتیں اپنے محبوب قائد کے دیدار کے لئے محوِ انتظار ہو گئے۔ اس دوران میں شہر بھر میں مسلمانوں کو ایک جھنڈے تلے جمع کرنے کا کام شروع ہو چکا تھا۔ اور تحریکِ پاکستان کے فروغ کے لئے جدوجہد جاری تھی۔ ابتدا میں یہاں کانگرس کا زور تھا۔ اور ہندو سیاست پر چھائے ہوئے تھے۔ وہ صنعت کار تھے۔ اور مسلمان ان کے ہاں محنت مزدوری کرتے تھے۔ اس لئے بہت سے مسلمان ہندوؤں کے زیرِ اثر تھے۔ مزید برآں کانگرس کی آلہ کار نام نہاد مسلم جماعت مجلس احرار کا بہت بڑا زور تھا۔ اور یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ کانگرس کی سرپرستی میں برصغیر میں سیالکوٹ کو مجلس احرار کا گڑھ تصور کیا جاتا تھا۔ کانگرس اور مجلس احرار سرتوڑ کوشش کر رہی تھی۔ کہ مطالبہ پاکستان سے مسلمانوں کو بددل کیا جاوے۔ ان نامساعد حالات میں سیالکوٹ کے چند نوجوان کارکن مسلم لیگ کی تنظیم کے لئے میدانِ عمل میں نکل آئے۔ ان میں سید ناصر محمود، سید مرید حسین آغا ذوالفقار علی، خواجہ محمد صفدر، فاروق رحمت اللہ کے نام قابلِ ذکر ہیں۔

ان کارکنوں کو ابتدا میں بے حد مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ ان کی پُرخلوص جدوجہد میں ایک طرف غیر مسلم حکام انہیں دہشت زدہ کر رہے تھے اور دوسری طرف مجلس احرار کے کانگریسی مجاہد ہندوؤں سے مل کر تحریکِ پاکستان کے خلاف ناپاک ریشہ دوانیوں میں مصروف تھے۔ اس زمانہ میں ایک خوشگوار بات یہ ہوئی کہ سیالکوٹ میں مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن بھی معرضِ وجود میں آچکی تھی۔ یہاں

تحریکِ پاکستان کے اس ہراول دستے کے سرگرم کارکنوں میں اصغر سودائی ۔ خواجہ محمد طفیل ، خواجہ لطیف ، مرزا ریاض ، فاروق احمد ، ریاست علی ، اے سلام ، اور خواجہ ظفر کے نام خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

سیالکوٹ کا دوگونہ شرف

یہ بات تو ہر ایک کے علم میں ہے کہ پاکستان کا تصور سیالکوٹ کے ایک سپوت حکیم الامت علامہ اقبالؒ نے پیش کیا تھا۔ لیکن یہ بہت کم لوگ جانتے ہیں کہ تحریکِ پاکستان کا مقبول ترین نعرہ بھی سیالکوٹ ہی نے دیا۔ یہ فقرہ دینے والے سیالکوٹ کے مشہور شاعر اصغر سودائی ہیں۔ اس نعرہ کا پس منظر یوں ہے کہ جب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کی سرگرمیاں شروع ہو چکی تھیں اور طلبہ شہر اور ضلع بھر میں گاؤں گاؤں کے دورے کر کے تحریکِ پاکستان کا پیغام پہنچانے لگے تو ان میں اصغر سودائیؔ ، ریاض مرزا ، بشیر احمد ارشد اور خواجہ طفیل بہترین مقرر تھے ۔ اور وہ خلوص نیت اور سچی لگن سے نوجوانوں اور عوام میں بیداری اور آزادی کے حصول کی تڑپ پیدا کر رہے تھے ۔ ان کی اس عہد آفریں جد وجہد کو ہندو طلبا انتہائی تعصب کی نگاہ سے دیکھتے اور مسلمان طلبا کے جلسوں کو ناکام بنانے کی کوشش کرتے اور ان کا مذاق اڑاتے تھے ۔ چنانچہ ایک بار سیالکوٹ کے رام تلائی کے میدان میں طلبہ کا ایک جلسہ ہوا ۔ سامعین میں کثیر تعداد میں سکولوں اور کالجوں کے مسلمان طلبہ اور ان کے چند ہندو دوست بھی تھے ۔ اصغر سودائی تقریر کر رہے تھے اور واضح کر رہے تھے کہ آزادی کا سورج اب طلوع ہونے والا ہے
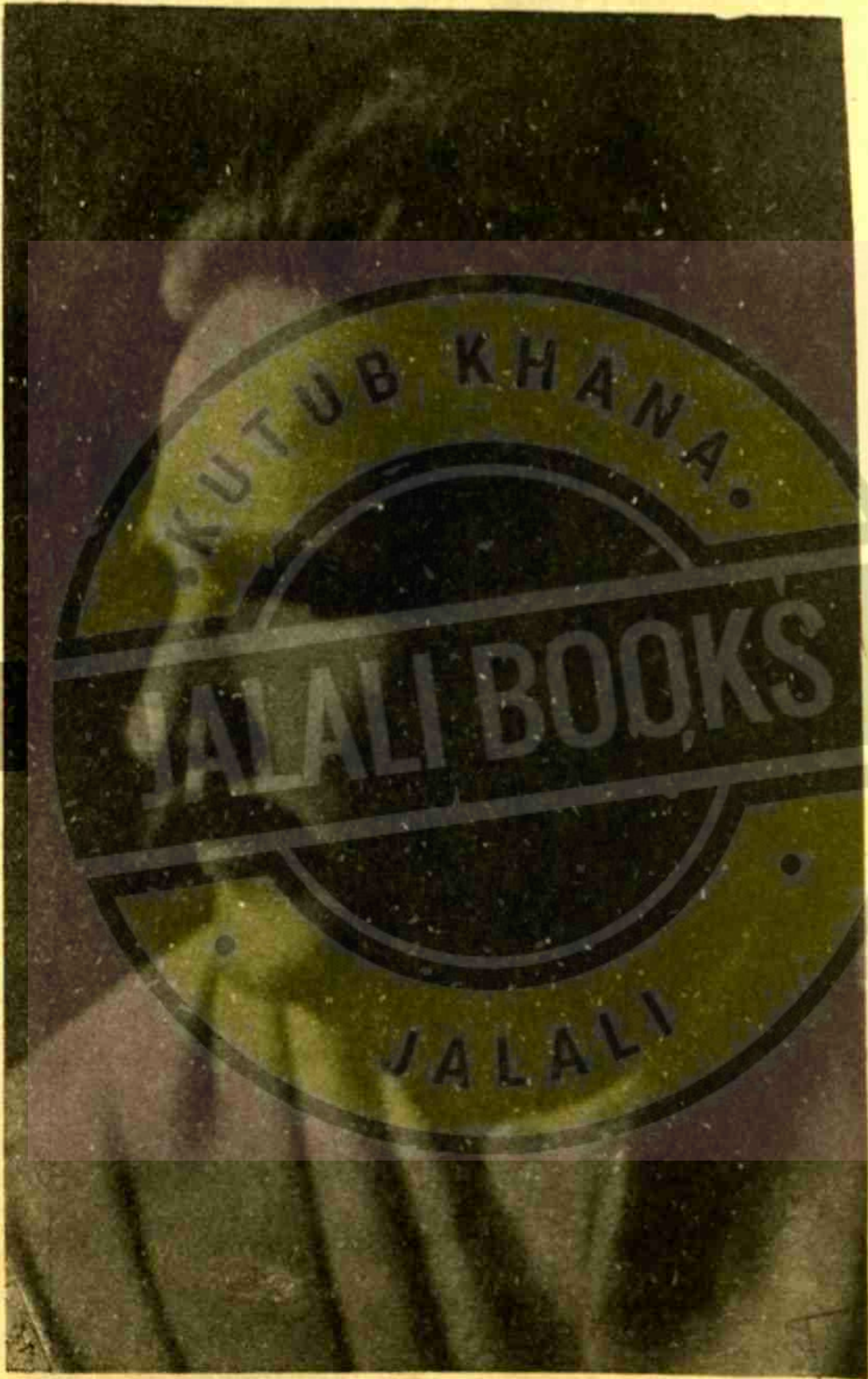
تصوّرِ پاکستان کے خالق ، سیالکوٹ کے فرزند حکیم الامت علامہ اقبالؒ
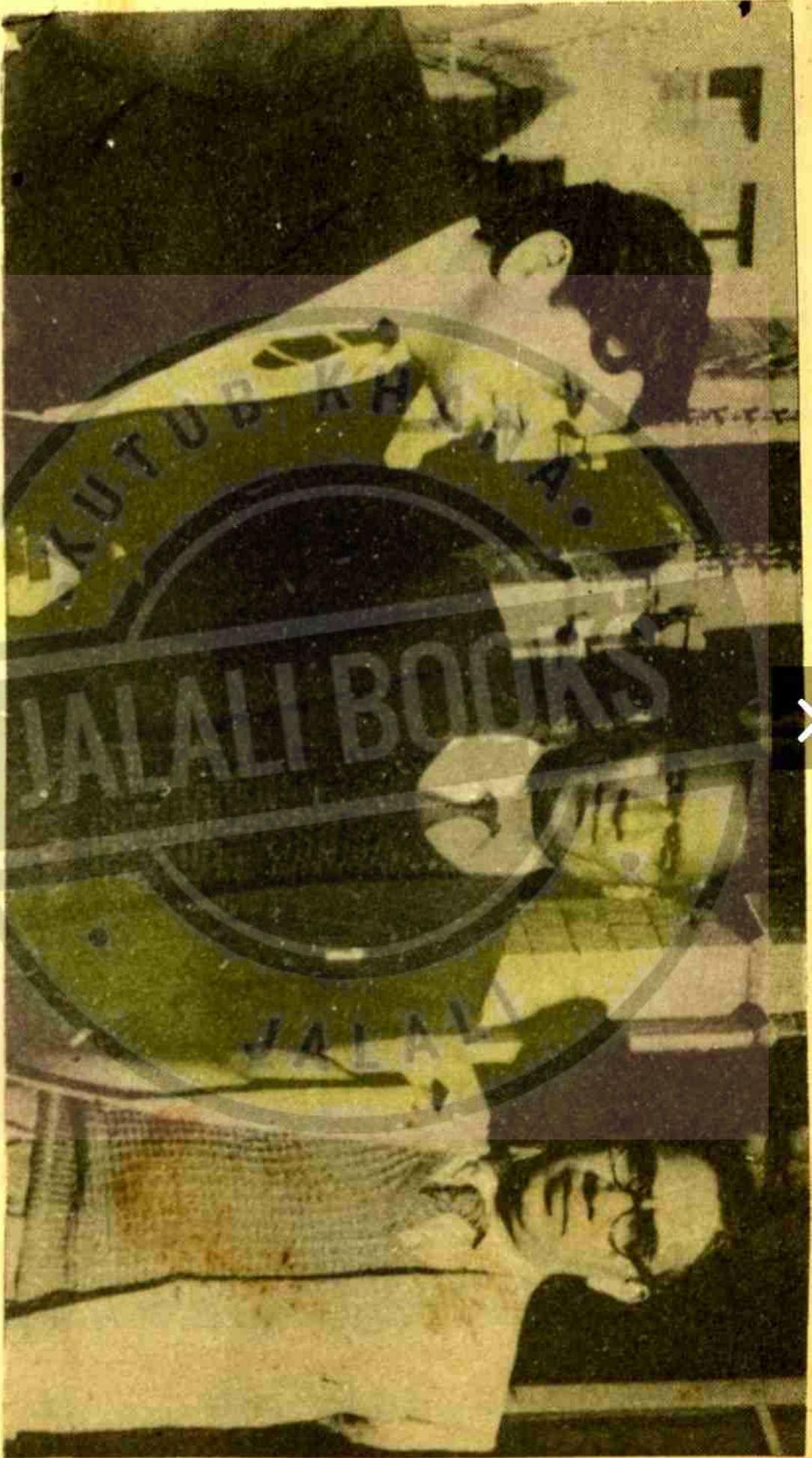
نعرۂ پاکستان کے خالق اصغر سودائی (درمیان میں) کے ساتھ دائیں طرف بشیر احمد ارشد اور بائیں طرف اسلم ملک

سامراجی حکومت اب نہیں رہے گی۔ اور پاکستان بن کے رہے گا۔ اس پر ایک ہندو لڑکے نے محض شرارت کے طور پر سوال کیا۔ کہ پاکستان کا مطلب کیا ۔ ؟ پھر بے اختیار پکار اٹھے۔

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ۔۔ ۔۔ ۔۔

یعنی پاکستان کا مطلب یہ ہے کہ اس پاک سرزمین پر اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ معترض ہندو طالب علم اپنا سا منہ لے کر رہ گیا۔ مسلمان طلبہ کی آنکھوں میں جوش و مسرت کی ایک چمک پیدا ہوئی۔ اور راستلائی کا میدان نعرۂ تکبیر اور پاکستان کا مطلب کیا۔ لا الٰہ الا اللہ ۔۔۔ کے نعروں سے گونج اٹھا۔

پھر گلی کوچوں سے پاکستان کا مطلب کیا ۔ لا الٰہ الا اللہ کی ایمان افروز صدائیں صبح و شام گونجنے لگیں۔

یہ حقیقی طور پر تحریک پاکستان کا نعرہ بن چکا تھا اور بالآخر اس کی صدائے بازگشت برصغیر کے ہر حصے میں گونجی۔ طلبار کے ساتھ شہری مسلم لیگ کے کارکنوں نے بھی انتہائی قلیل مدت میں اجتماعی طور پر پُرخلوص اور بے لوث جدوجہد کی کہ مسلم لیگ کے لیڈروں نے صوبہ میں دوسرے سالانہ اجلاس کے لئے سیالکوٹ کا نام تجویز کیا۔ اجلاس کو کامیاب بنانے کے لئے مسلم لیگ نیشنل گارڈز اور دیگر کارکنوں نے اپنی خدمات پیش کیں۔

مخالفانہ اور گمراہ کن خطوط

اس تجویز کے بعد حضرت قائد اعظم کو سیالکوٹ سے دہشت زدہ کرنے

کے لئے سینکڑوں خطوط لکھے گئے کہ یہاں مسلم لیگ کے لئے کوئی جگہ نہیں۔ نیز یہ بھی لکھا گیا کہ یہاں کے سبھی مسلمان مجلس احرار میں شامل ہیں۔ یا کانگرس کو پسند کرتے ہیں۔ اور مسلم لیگ کے نام نہاد کارکن چند غیر سیاسی نوجوان اور سکولوں اور کالجوں کے معدودے چند ناتجربہ کار طلبہ ہیں۔ خطوط میں قائداعظم کو یہ کہہ کر بھی خوف زدہ کرنے کی کوشش کی گئی، کہ ایسے وقت میں آپ کا سیالکوٹ میں آنا خواہ مخواہ آپ کی بدنامی کا باعث ہوگا۔ سیالکوٹ مسلم لیگ کا ایک وفد جب مشورہ اور ہدایات کے لئے قائداعظم کی خدمت میں حاضر ہوا تو قائداعظم نے ان کے سامنے ان خطوط کے نفسِ مضمون کا ذکر کیا۔ اور وفد کو حوصلہ افزا الفاظ میں بتایا کہ وہ مخالفت کے باوجود سیالکوٹ آنے کا پختہ ارادہ کر چکے ہیں۔ انہوں نے وفد کو ہدایت کی، کہ آپ لوگ اطمینان اور سچے عزم کے ساتھ اجلاس کے انتظامات مکمل کریں۔ قائداعظم نے فرمایا۔ کہ ہم حق وانصاف کے لئے جدوجہد کر رہے ہیں اور انصاف اور حق سے دستبردار ہونا بزدلی ہے۔ آزادی ہمارا پیدائشی حق ہے ہمارے ارادے، حق وصداقت اور ایمان پر مبنی ہیں اور ہم انشاءاللہ اپنے مقاصد میں ضرور کامیاب وکامران ہوں گے۔

سیالکوٹ شہری مسلم لیگ کے ارکانِ وفد قائداعظم کے ان ہمت افزا الفاظ سے مسحور ہو گئے۔ اور وہ نئی لگن اور بلند عزائم کے ساتھ نئی آرزوئیں اور تمنائیں لے کر لوٹے۔ اور سچی لگن کے ساتھ سیالکوٹ کے اجلاس کو کامیاب بنانے کی جدوجہد میں مصروف ہو گئے۔ اجلاس کی صدارت کے لئے سردار عبدالرب نشتر کا نام تجویز کیا گیا۔ اور مجلسِ استقبالیہ کے لئے چوہدری نصیر احمد ملھی، سید مرید حسین شاہ

سیدناصر محمود، میاں اکبر علی مرحوم، حکیم مجید احمد تاثیر، سید اکبر علی زیدی کا انتخاب عمل میں لایا گیا۔ سیالکوٹ میں مسلم لیگ کی اس کارروائی سے مخالف جماعتوں کی سرگرمیاں بھی تیز ہوگئیں۔ اور اس تاریخی اجلاس کو ناکام بنانے کے لئے ہر گفتنی و ناگفتنی حربہ استعمال میں لایا گیا۔ بالخصوص احراریوں نے کئی اخلاق سوز مظاہرے کئے لیکن نتیجہ یہی نکلا کہ بد باطن اور مخالف خود حسد کی آگ میں جلتے رہے اور ناکامی کے اندھیروں میں ڈوبنے لگے۔ کامیابی اور کامرانی مسلم لیگ کے مقدر میں لکھی جا چکی تھی۔ ہلالی پرچم تلے مسلم لیگ میں شمولیت کرنے والے مسلمانوں کی تعداد بڑھتی رہی۔ سیالکوٹ میں اجلاس کے لئے ۲۸ اپریل ۱۹۴۴ء کی تاریخ مقرر کردی گئی اور برصغیر کے سبھی چوٹی کے مسلم لیگی لیڈر، کارکن اور مسلم لیگ کے رضاکار اس تاریخی اجلاس میں شرکت کے لئے جمع ہونے شروع ہوگئے۔

مشکلات اور رکاوٹیں

مسلم لیگ کے پاس سرمایہ کی انتہائی کمی تھی۔ کالونی ٹیکسٹائل ملز کے شیخ نصیر احمد نے پانچ ہزار روپیہ عطیہ کے طور پر دیا۔ سید مرید حسین، سیدناصر محمود، آغا غلام حیدر اور آغا ذوالفقار علی بھی سرمایہ جمع کرنے کی جدوجہد کرتے رہے۔ خواجہ محمد صفدر نے انفرادی طور پر پانچ سو روپیہ جمع کیا۔ اس رقم سے ایک ہال تیار کیا گیا۔ غلام قادر اینڈ کمپنی کے سپرد گیارہ سو آدمیوں کی چائے کا انتظام تھا۔ مگر شہر میں راشن کے باعث اور کچھ ہندوؤں کے ڈرانے پر اس ہوٹل نے اپنی خدمات سے عین موقع پر انکار کردیا۔ بہرحال اختر حسین جوان دنوں

ڈپٹی کمشنر تھے، بہت کام آئے۔ انہوں نے اس دعوت کو انفرادی رنگ دینے کے لئے دو دو روپیہ (برائے چائے) کے ٹکٹ فروخت کرنے کا اشارہ کیا۔ اور یوں یہ دعوت انجام پائی۔ اور ہوٹل والوں کا اعتراض دور کر دیا گیا۔ کہ اتنے لوگوں کو بیک وقت دعوت نہیں دی جاسکتی۔ اس وقت سردار شوکت حیات رسوا کن خضر وزارت سے نکالے جاچکے تھے۔ اور وہ مسلم لیگیوں میں بڑے مقبول تھے۔ وہ اس وقت کرو ڈپتی نہ تھے۔ لیکن مسلمانوں میں شوکتِ پنجاب بلکہ شوکتِ اسلام کی حیثیت سے مشہور تھے چنانچہ سیالکوٹ میں اس بات پر بڑی خوشی کی گئی کہ وہ بھی قائداعظم کے ساتھ آئینگے!

استقبال کا اہتمام

۲۷ر اپریل کا دن طلوع ہوا تو سیالکوٹ کے مسلمانوں کے دل کی دھڑکنیں اپنے محبوب قائد کے دیدار کے انتظار میں تیز تر ہوگئیں، آنکھیں فرشِ راہ بن گئیں، شہر کو دلہن کی طرح سجایا گیا، رنگا رنگ جھنڈیوں سے شہر کا کونہ کونہ بہار ساماں نظر آنے لگا۔ سڑکوں پر مختلف رنگوں سے خوش آمدید کے الفاظ لکھے گئے۔ مسلم لیگی رہنماؤں اور مسلم قائدین کے نام پر ہر چوک کے قریب دروازے بنائے گئے جو ان کی تصاویر سے مزین تھے۔ جب ۲۷ر اپریل کی رات کا جادو دم توڑ چکا، اور ستارے ماند پڑ گئے، ایک طرف آسمان کا سورج طلوع ہوا تو دوسری طرف سرزمین پاکستان کے آفتاب کے استقبال کے لئے لوگ پولیس گراؤنڈ میں جمع ہونے شروع ہوگئے۔ اپنے

محبوب قائداعظم کے استقبال کے اشتیاق اور لوگوں کے ہر طرف لہریں مارتے سمندر سے ہمارا قومی افتخار عیاں ہو رہا تھا۔ موسم نہایت خوشگوار تھا۔ ہلکی ہلکی ہوا کے جھونکوں سے کاغذی جھنڈیاں پھڑپھڑاتیں تو فضا میں ہلکی ہلکی موسیقی کا احساس ہونے لگتا۔ ہر ایک چہرے پر خوشی اور سرور کی کیفیت عیاں تھی۔ دور دراز دیہات سے بھی کثیر تعداد لوگ اپنے محبوب قائداعظم کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے قطار اندر قطار آ رہے تھے۔

شاندار جلوس

قائداعظم ؒ کو صبح ۱۰ بجے ریسٹ ہاؤس پہنچنا تھا۔ مگر کسی وجہ سے انہیں دیر ہو گئی۔ مسلمانوں کا انتظار اضطراب میں تبدیل ہو گیا۔ بہرحال دو گھنٹہ کے بعد انتظار و اضطراب کی گھڑیاں ختم ہوئیں۔ اور جونہی قائداعظم سیالکوٹ کی پولیس گراؤنڈ میں پہنچے، فضا قائداعظم زندہ باد اور پاکستان پائندہ باد کے فلک شگاف نعروں سے گونج اٹھی۔ ان کے ہمراہ نوابزادہ لیاقت علی، سردار نشتر، نواب ممدوٹ، میاں ممتاز دولتانہ اور سردار شوکت حیات تھے۔ عوام کی بے پناہ محبت و عقیدت اور بے پایاں اشتیاق کے باعث وہ اسی جگہ سے جلوس کی صورت میں چل پڑے۔ جب گلیوں، محلوں میں قائداعظم کی آمد کی خبر پہنچ گئی، تو گھروں کے آنگن خالی ہو گئے۔ بچے، بوڑھے، جوان، مرد اور عورتیں دیوانہ وار بازاروں میں اور دکانوں اور مکانوں کی چھتوں پر جمع ہو گئے۔ قائداعظم سردار نشتر کے ساتھ ایک سرخ رنگ کی کھلی کار میں

بیٹھے تھے۔ انہیں پھولوں سے لاد دیا گیا تھا۔ ان کے چہرے پر ایک شفیق مسکراہٹ رقصاں تھی۔ وہ ہاتھ لہرا لہرا کر لوگوں کے اظہار عقیدت کا جواب دے رہے تھے۔ ان کے پیچھے نوابزادہ لیاقت علی خان، نواب ممدوٹ۔ میاں ممتاز دولتانہ، سردار شوکت حیات اور دوسرے لیڈر تھے۔

انتہائے عقیدت

جلوس ایبٹ روڈ کے راستے دارہ اراثیاں پہنچا، تو کار جس میں قائداعظم سوار تھے، خراب ہو گئی۔ لیکن عوام کے جذبۂ شوق و عقیدت نے انہیں اتنی مہلت نہ دی کہ وہ کار کو تبدیل کر لیں۔ اور قائداعظم کی عقیدت و احترام کا پہلو اس سے بڑھ کر اور کیا ہو گا، کہ عوام نے کار کو خود دھکیلنا شروع کر دیا۔ اور عام لوگوں کو کار کے خراب ہونے کا احساس تک بھی نہ ہونے دیا۔ جلوس گرین وڈ اسٹریٹ، گندم منڈی، جندر بازار، کشمیری بازار سے گزرتا ہوا محلہ مسجد لودھر پہنچا۔ تمام راستے میں لوگ گلاب کے پھولوں کے ٹوکرے بھر کر بیٹھے تھے۔ اور مکانوں، دوکانوں کی چھتوں سے قائداعظم پر پھولوں کی بارش ہوتی رہی۔ کئی لوگوں نے قائداعظم کو نوٹوں کے ہار پہنائے۔ خواجہ محمد صفدر نے چندہ میں جمع کئے ہوئے پانچسو روپوں کے نوٹوں کا ہار بھی پہنایا۔ قائداعظم دلآویز مسکراہٹ کے ساتھ اسلامیانِ سیالکوٹ کی عقیدت کا جواب دے رہے تھے۔ عوام کے جوش و خروش سے متاثر ہو کر انہوں نے کہا: "میں اپنی ایک بادشاہ سے زیادہ قدر افزائی محسوس کر رہا ہوں۔ قائداعظم کا شاہانہ جلوس،

اڈہ پسرور یاں، دودروازہ سے ہوتا ہوا، چار بجے کے قریب تالاب مولابخش پہنچ گیا۔ اور سیالکوٹ کی فضا نعرۂ تکبیر اللہ اکبر سے گونج اٹھی۔ قائداعظم نے جب اس انتہائی وسیع وعریض اور سینکڑوں سیڑھیوں والے گہرے تالاب مولابخش کو دیکھا تو مسکرا کر فرمایا۔

"HOW WILL YOU FILL IT"

ان کا مطلب تھا کہ آپ اتنے آدمی کہاں سے لائینگے۔ پھر جب انہوں نے قدم بڑھایا۔ اور اندر داخل ہوئے تو فضا میں قائداعظم زندہ باد، مسلم لیگ زندہ باد پاکستان زندہ باد، اور نعرۂ تکبیر اللہ اکبر کے نعرے اس شدت سے گونجے کہ کانوں میں اس کی صدائے بازگشت آج بھی سنائی دیتی ہے۔ تالاب مولابخش کے باہر خوانچے والوں کی سینکڑوں دکانیں لگی تھیں۔ سارا تالاب غباروں، فانوسوں جھنڈیوں، خوبصورت شامیانوں اور قناتوں سے اس طرح سجا ہوا تھا کہ تالاب کی ویسی شان وشوکت سے سجاوٹ کی حسرت پھر کبھی پوری نہیں ہوئی۔

تالاب مولابخش میں حاضرین کا سمندر

قائداعظم کے گزرتے ہی لوگ ایک موجیں مارتے ہوئے سمندر کی طرح تالاب میں داخل ہوتے گئے۔ جب دلہن کی طرح آراستہ سٹیج پر قائداعظم رونق افروز ہوئے، تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ تالاب میں تل دھرنے کو جگہ باقی نہ رہی۔ لوگ تالاب کی دیواروں پہ بھی چڑھے ہوئے تھے۔ سڑکوں کے دونوں طرف درختوں پر گروہ در گروہ بیٹھے تھے۔ اردگرد کے تمام مکانوں کی چھتوں

پر عورتوں، بچوں، مردوں کے چہرے خوشی و مسرت اور جوش و خروش سے چمک رہے تھے۔ ہر طرف انسانوں کا سمندر موجزن تھا۔ حاضرین میں سے شہر کے ہندو اور سکھ بھی موجود تھے۔ ان کی اندھی مخالفت کی بنا پر جب مسلمان ان سے استفسار کرتے کہ وہ کیوں آئے ہیں۔ تو ہندو جواب دیتے۔ جناح کی تقریر اور علم و فضل کی تعریف سنی تھی۔ اور ان کی تقریر سننے کا شوق ہی ہمیں یہاں لے آیا ہے۔ جو زیادہ کٹر تھے، وہ کہتے کہ دشمن کی بات بھی سننی چاہیئے۔ مسلم لیگ نیشنل گارڈز پر ان دنوں یہ پابندی تھی، کہ وہ اپنی سبز وردی نہیں پہن سکتے تھے۔ بایں ہمہ سادہ کپڑوں میں جلسہ کا انتظام و انصرام نیشنل گارڈ کے سالار آغا ذوالفقار علی کی قیادت میں بہت کامیاب رہا۔

سردار عبدالرب نشتر مرحوم کی صدارت میں اجلاس کی کارروائی تلاوت قرآن پاک سے شروع ہوئی۔ سیالکوٹ میں یہ پہلا موقع تھا کہ مولانا بدایونی نے اپنی سحر انگیز آواز میں بیٹھ کر تلاوت قرآن پاک کی اور تمام لوگوں نے کھڑے ہو کر پورے احترام سے سُنا۔ قائداعظم کے ہاتھ میں اس وقت سگار تھا جو انہوں نے ایک دم بجھا کر الگ پھینک دیا اور آنکھیں بند کئے ہمہ تن گوش رہے۔ تلاوت کے بعد مختلف اکابرین نے تقریریں کیں۔

قائداعظم کا خطاب

قائداعظم نے کھڑے ہو کر تقریر شروع کی تو فضا ایک بار پھر فلک شگاف نعروں سے گونج اٹھی۔ اور ایک طرف سے جب "پاکستان کا مطلب کیا" کی

صدا فضا میں ابھری تو لوگ چاروں طرف سے یک زبان ہو کر بولے ۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه

اس وقت قائداعظم کے چہرے پر نور برس رہا تھا۔ مسحور کن جلال و جمال سے ان کی آنکھیں چمک رہی تھیں۔ انہوں نے کھڑے ہو کر السلام علیکم کے بعد فرمایا۔

"ایسے تو لوگ بادشاہوں کا بھی استقبال نہیں کرتے، خدا کا شکر ہے کہ میری قوم میرے ساتھ ہے" عوام کی طرف سے مطالبہ کیا گیا۔ کہ قائداعظم تقریر اردو میں کریں۔ قائداعظم نے فرمایا۔ میں آپ کی خواہش کا احترام کرتا ہوں۔ مگر یہ میری پہلی تقریر ہے۔ اور میں اپنا مافی الضمیر اردو میں اچھی طرح بیان نہ کر سکوں گا۔ چنانچہ وہ انگریزی میں تقریر کرتے رہے۔ ان کی تقریر کا لہجہ انتہائی شیریں اور ترتیب الفاظ ایسی دلآویز تھی، کہ لاکھوں کے اس اجتماع میں لوگ بت بنے بیٹھے رہے۔ وہ جب تک تقریر کرتے رہے دوسری ایک آواز بھی نہ سنی گئی ہر طرف مکمل سکوت طاری تھا۔ قائداعظم نے خضر وزارت کی مخالفانہ کارستانیوں اور اسکے پسِ پردہ کوشش، کہ مسلم لیگ کو ناکام بنا دیا جائے، کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ مجھے ان تمام ناپاک عزائم کا علم ہے۔ میں ان تمام رازہائے درونِ پردہ کو طشت از بام کر کے چھوڑوں گا۔ پاکستان قائم ہو گا۔ اور دنیا کی کوئی طاقت اس کو ختم نہیں کر سکتی۔ آخر میں آپ نے فرمایا۔ جب خدا لوگوں کو فنا کرنا چاہتا ہے تو وہ ان کو اندھا کر دیتا ہے۔ پھر ہندوؤں کے متعلق اظہار خیال کرتے ہوئے اردو میں فرمایا۔ ہندو جو ہے منہ میں رام رام اور بغل میں ۔ بغل میں (وہ بھول رہے تھے، پوچھنے لگے وہ کیا وہ کیا) چھری ۔ اور اس پر ایک بار پھر فلک

شگاف نعرے آسمان کی خبر لانے لگے۔ جب ہندوؤں کے خلاف اور انگریزوں کے خلاف نعروں کا آغاز ہوا، تو سردار عبدالرب نشتر اٹھ کر مائیکروفون پر تشریف لائے۔ اور کہا۔ جذبات گرم ہوں لیکن الفاظ نرم ہوں۔ اسکے بعد نشتر مرحوم نے قائداعظم کی تقریر کا اردو ترجمہ سنایا۔ ان کا ترجمہ اتنا رواں، برجستہ اور مؤثر تھا۔ کہ قائداعظم نے برسر اجلاس خود بھی بے حد پسند فرمایا۔ اور آج بھی سیالکوٹ کے لوگوں کے ذہنوں میں اس کا تاثر زندہ و پائندہ ہے۔

دوسرے دن کے اجلاس میں قائداعظم نے اردو میں تقریر کی اور مرے کالج میں پروفیسر پرائس کی صدارت میں طلبہ کو بھی خطاب کیا۔ مرے کالج کے سابق پرنسپل مسٹر گیرٹ تو کئی ماہ تک قائداعظم کی جادو بیانی کا ذکر کرتے رہے اور دوسرے مخالف بھی قائداعظم کی تقریر کے جادو سے مسحور ہوئے بغیر نہ رہ سکے اور انکے دلوں میں بھی قائداعظم سے عقیدت و احترام کی چنگاری سلگنے لگی۔

ہندو اور انگریز کی سازشوں نے سیالکوٹ کے لوگوں کیلئے کئی خوشرنگ جال بچھائے، لیکن انکا کوئی وار بھی اب کارگر ثابت نہ ہوا۔ قائداعظم کے دورے کے بعد پاکستان کے حصول کی لگن میں یہاں زندگی نے اپنے فرائض کو پہچان لیا تھا اور فضا ہر وقت جوشیلے نعروں سے معمور رہتی۔ مسلمانوں میں اتحاد اور تنظیم کا ایسا مضبوط رشتہ منظر عام پر آیا اور مسلمان طلبا نے اس تحریک میں زندگی کی روح پیدا کرنے کیلئے اس شدت سے سیاست میں حصہ لیا، کہ مخالفین کا سارا طلسم ٹوٹ گیا اور ۱۴ اگست، ۱۹۴۷ء کو جب دنیا کے نقشے پر سب سے بڑی اسلامی مملکت کا وجود ابھر آیا۔ مسلمانوں نے اپنا حق حاصل کر لیا تو مشرقی پنجاب میں آگ اور خون کی ہولی کھیلی گئی۔ مسلمانوں کو ہجرت پر مجبور کر دیا گیا اور سیالکوٹ کی اس سرزمین نے مہاجرین کیلئے پوری عقیدت، خلوص اور حقیقی خدمت کے جذبہ سے اپنی آغوش وا کر دی۔
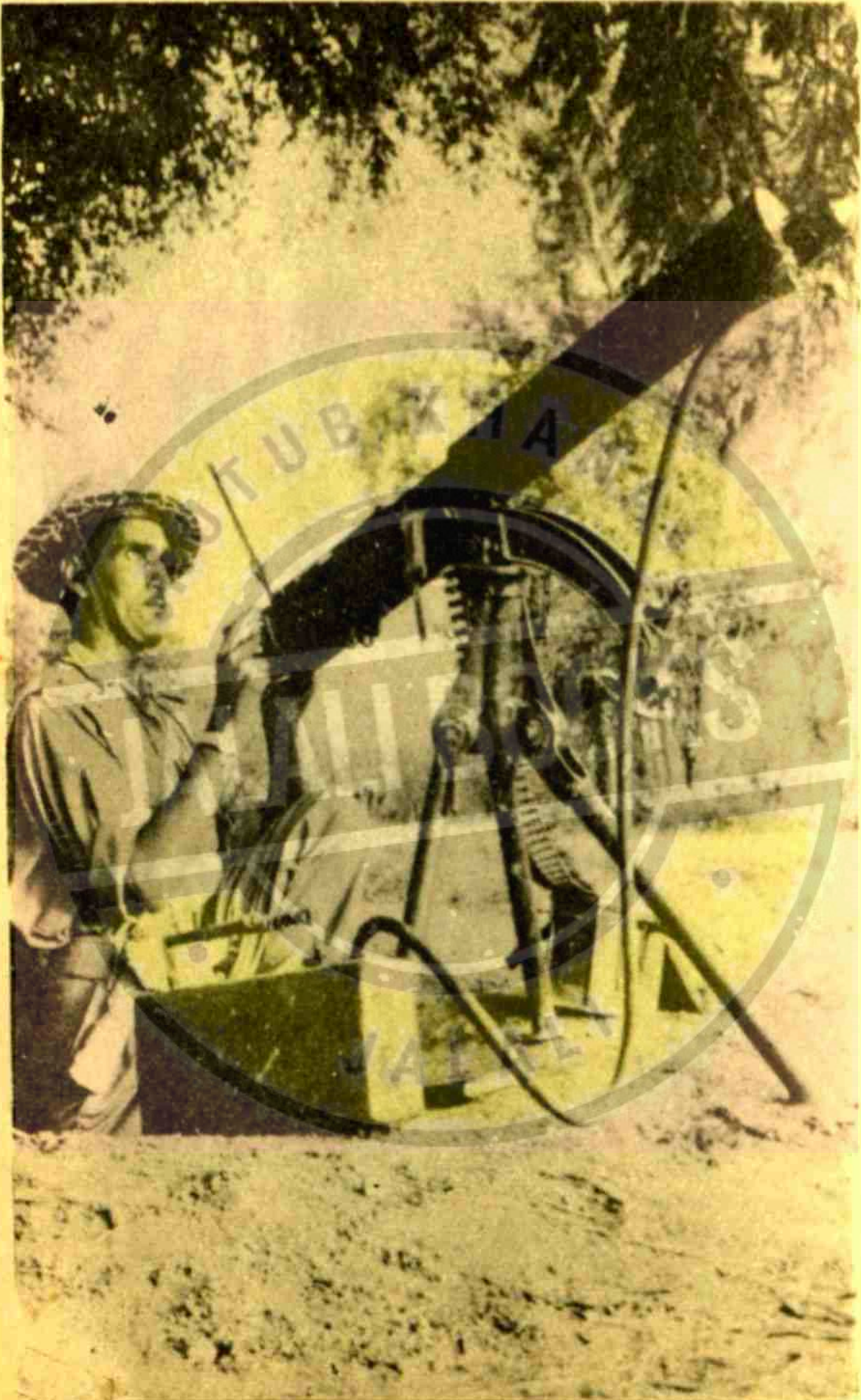
ایک پاکستانی مجاہد دشمن کے ہوائی جہازوں کا نشانہ باندھ رہا ہے
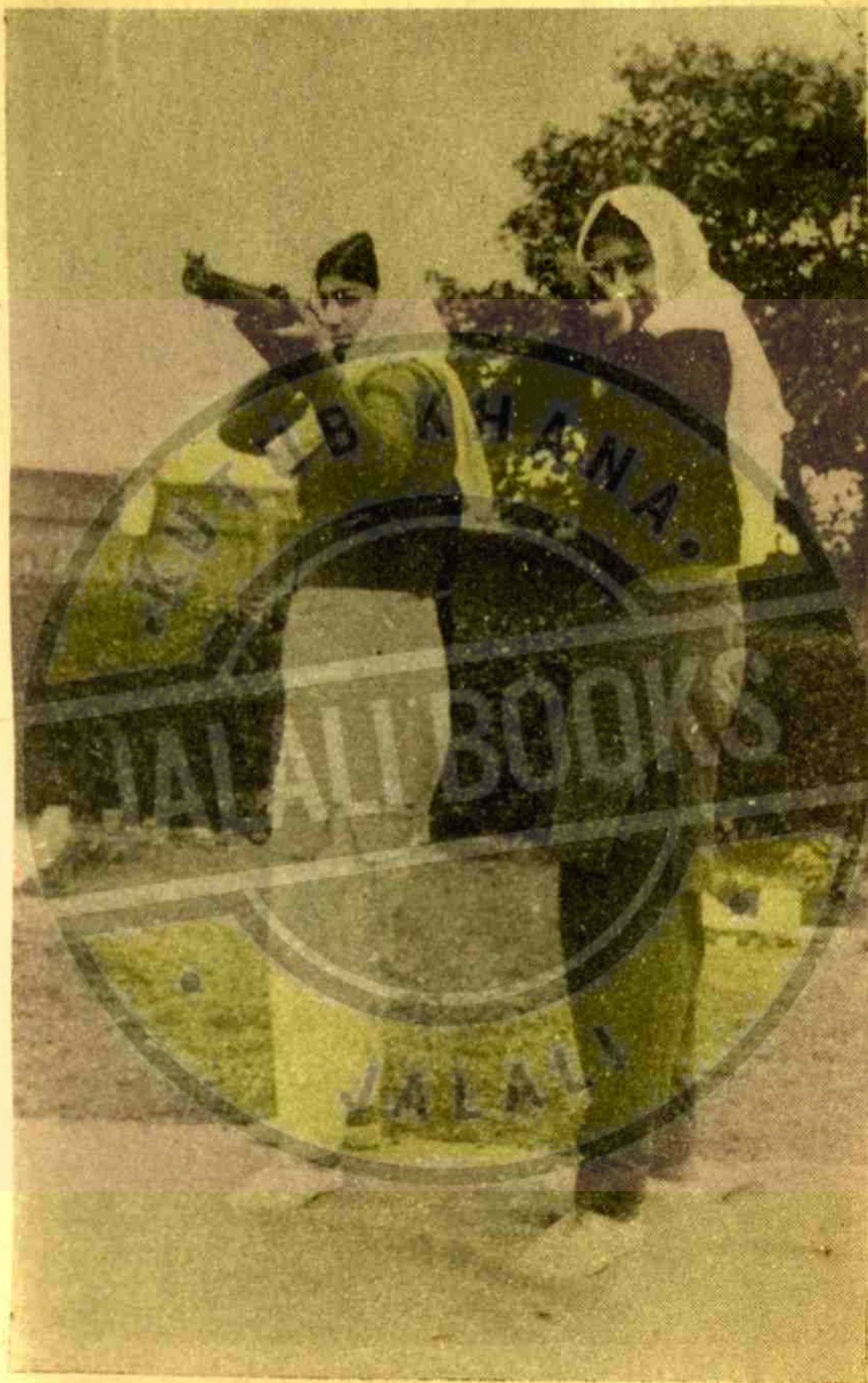
سیالکوٹ کی بیٹیاں وطن عزیز کی حفاظت کے لئے میدانِ عمل میں

سیالکوٹ جاگ اُٹھا

مجاہدینِ کشمیر نے ۱۹۴۷ء کی جنگِ آزادی کے بعد، اگست ۱۹۶۶ء میں پھر آزادی کا علم بلند کر دیا تھا۔ مظالم کی چکی میں مسلسل پستے رہنے کے بعد ڈوگرہ شاہی کے خلاف کشمیری مسلمانوں نے سروں پر پھر کفن باندھ لئے تھے۔ اپنا حق حاصل کرنے کی خاطر ان کے عزائم نے ایک بار پھر بھرپور کروٹ لے لی تھی، انکے ارادے فولادی بن گئے تھے۔ ان کی جدوجہد میں طوفان اُمڈ آئے تھے۔ ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک وادیٔ کشمیر ان کے حق پرستانہ نعروں سے گونج رہی تھی۔ یہ گونج سیالکوٹ میں بھی سنی جا رہی تھی۔ اخبارات کی جلی سرخیاں مجاہدین کی پرجوش یلغار کی کامیابیوں کا سنہری پرتو تھیں۔ آزاد کشمیر ریڈیو کے پروگرام مجاہدین کے کارناموں کو اچھال رہے تھے۔۔۔ اور سیالکوٹ جو کشمیری حریت پسندوں کی ہر تحریک میں برابر کا شریک رہا تھا، اب بھی خود کو ان کے ہم رکاب پا رہا تھا۔ ان کی فتحمندی کی دعاؤں کا مسکن بنا ہوا تھا۔ ہر ذرہ ان کی کامیابیوں پر جھوم اٹھتا تھا۔ اور ہر لمحہ ان کے کارناموں کی ایک تاریخ بنتا جا رہا تھا۔ یہاں کے لوگوں کے چہرے بھی کشمیری مجاہدین کی نئی کامیابیوں کی خبروں سے خوشی سے دمک رہے تھے۔ ان کی دیرینہ آرزو پوری ہو رہی تھی۔ بترہ سال

سے یہ اسی وقت کے منتظر تھے۔ سامراجی طاقتوں کے طلسم کو توڑنے کی خاطر یہ کشمیر کی وادیوں میں مجاہدین کے حیات بخش نعروں کا انتظار کر رہے تھے اور اب کشمیر نے نئی کروٹ بدلی تھی۔ اپنا حق مانگنے کے صبر آزما دور سے گزرنے کے بعد اپنا حق چھیننے پر اہل کشمیر کمر بستہ ہو گئے تھے۔ اور پاکستان کے گوشے گوشے میں ان کی جدوجہد کو سراہا جا رہا تھا، ان کا ساتھ دینے کے پروگرام مرتب ہو رہے تھے۔ حکومت کو اپنی جانوں کی پیش کش کی جا رہی تھی۔ سرحد سے پرلی طرف جنگِ آزادی میں اپنا کردار ادا کرنے کی خاطر اجازت طلب کی جا رہی تھی۔ یہ سب کچھ اس لئے تھا کہ کشمیر ہماری شہ رگ تھی۔ اور اہل کشمیر ہمارے جسم کا حصہ تھے۔ ان کی مظلومیت ہمارے لئے چیلنج تھی۔ اور ان کی جدوجہد میں ہماری تمناؤں کا حسن رچا ہوا تھا۔ ہم اس حسن کو دائمی بنانے کیلئے پیچ و تاب کھا رہے تھے۔ ہم بہاروں کو خزاں کے ہر حملہ سے محفوظ رکھنے کا عزم کئے ہوئے تھے۔ ہم چاہتے تھے، کہ کشمیری مسلمان بھی آزادی کا سانس لے سکیں ان کی معاشرت بھی آزاد ہو، ان کے رہن سہن پر کوئی سامراجی پابندی عائد نہ ہو۔ انہیں ہنسنے پر کوئی نہ ٹوک سکے۔ انہیں اپنی مرضی کے مطابق اپنے مسائل حل کرنے کی آزادی حاصل ہو۔ اس کا آغاز ہو گیا تھا۔ اس آغاز میں فتح کے شادیانوں کی گونج بسی ہوئی تھی۔ اور مستقبل کے دریچوں سے کامرانیوں کی کرنیں انہیں خوش آمدید کہنے کے لئے جھانک رہی تھیں۔

گوریلا جنگ میں مجاہدین ہر محاذ پر دشمن کو سخت نقصان پہنچا رہے تھے ان پر موت کی دہشت مسلط کر رہے تھے .... دشمن شکست پر شکست کھا

رہا تھا۔ اپنا اسلحہ گنوا رہا تھا، اپنی فوج مروا رہا تھا۔ ہر گھاٹی اس کے لئے موت کا پیغام بن گئی تھی۔ سرینگر کے آس پاس جنگ زوروں پر تھی۔ پونچھ کے محاذ پر دشمن ہزیمت اٹھا رہا تھا۔ اور سیالکوٹ کی سرزمین ہر روز مجاہدین کی پیش قدمی اور فتح مندی کے واقعات سن سن کر سرحدیں پھلانگتے ہوئے مجاہدین کے قدموں تک پہنچنے کے بے قرار ہو رہی تھی۔ اس دوران سیالکوٹ کے محلہ رنگپورہ میں ایک مجاہد کی نعش آئی تھی تو شہر میں آناً فاناً یہ خبر پھیل گئی کہ یہ مجاہد اپنے کشمیری بھائیوں کی دوستی کا حق ادا کرنے کی خاطر انکے جذبۂ جہاد کی دھڑکن بن گیا تھا۔ اس نے کئی محاذوں پر دشمن کی گاڑیاں تباہ کی تھیں، اس سے اسلحہ چھینا تھا، اور اب جامِ شہادت نوش کر کے ایسی زندگی حاصل کر لی تھی جس پر ساری دنیا کی نعمتیں قربان ہو جائیں۔ لوگ جوق در جوق رنگ پورہ کی طرف بڑھ رہے تھے۔ شہید کا آخری دیدار کرنے کی خاطر لوگوں کا اشتیاق بڑھ گیا تھا۔ ساری گلیاں گونج رہی تھیں۔ سیالکوٹ جاگ اُٹھا تھا۔ فضا میں زندگی بخش نغمے گونج رہے تھے۔ شہید کی میت عقیدت کا مرکز بن گئی تھی۔ شہید کا آخری دیدار کرنے والوں میں بچے بھی تھے، بوڑھے بھی تھے، جوان بھی تھے، مائیں بھی تھیں، بہنیں بھی تھیں اور بیٹیاں بھی تھیں — ہر ایک کی آنکھوں میں عقیدت کے فانوس بھی جھلملا رہے تھے اور رشک کی لہریں بھی مچل رہی تھیں۔ ہر ایک کی خواہش تھی کہ اللہ جل شانہٗ اسے بھی یہ نعمت عطا کرے، وہ بھی مردانہ وار باطل سے مقابلہ کرتے ہوئے ابدی زندگی کی پُر سُرور سرشاری حاصل کر سکے۔ — ایک بچے نے دوسرے سے کہا — "میں بھی جہاد پر جاؤں گا۔ اگر ابا نے

نے اجازت نہ دی تو میں چپکے سے بھاگ جاؤنگا۔" دوسرے نے ایڑیاں اٹھا کر کہا۔"میں تم سے بڑا ہوں، میں تم سے پہلے جاؤنگا۔" تیسرا بازو لہرا کر بولا۔" ہم سب اکٹھے جائینگے۔ دشمن ہماری للکار سنکر دم دبا کر بھاگ جائیگا۔ ہمارے نعرے کے سامنے کوئی طاقت نہیں ٹھہر سکتی ــــ" بوڑھے الگ آپس میں شہادت کے جذبہ کو انتہائی شدید بنا رہے تھے۔ ایک نے لرزتے ہوئے بدن پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔" خدا کرے ہمیں سرحد پار کرنے کی اجازت ملجائے۔ ساری عمر تو یونہی گنوادی ہے۔ اللہ تعالےٰ نے بخشش کا یہ موقع پیدا کیا ہے۔ اس سے محروم رہنا بدبختی ہوگی ــ" دوسرا سفید داڑھی پر ہاتھ پھیر کر بولا۔" ساری عمر کوئی ڈھنگ کا کام بھی تو نہیں کیا۔ میں تو اسی فکر میں ڈوبا رہتا تھا کہ میری نجات کیسے ہوگی۔ اب امید بندھ گئی ہے کہ جہاد میں حصہ لے کر یقیناً سارے گناہوں کی معافی مل جائے گی۔" تیسرے نے کہا۔ کاش! یہ سعادت ابھی اور اسی وقت ملجائے۔ اب صبر کا پیمانہ لبریز ہوگیا ہے۔ اب مزید انتظار کی طاقت نہیں رہی ــ" ــ ایک ماں نے فخر سے سر اٹھا کر کہا۔" شہید کی ماں سرخرو ہوگئی ہے، اس کا دودھ اپنی قیمت وصول کرچکا ہے۔ میرا لاڈلا بھی اب اسی کے نقشِ قدم پر چلے گا ــ" ــ ایک بہن نے دوپٹہ ٹھیک طرح سے اوڑھ کر کہا۔" میری عزت کا محافظ کائنات کا حسن بن چکا ہے، میری آبرو کا رکھوالا موت کو شکست دیکر لازوال مسرتوں کا مالک بن چکا ہے۔ اب میری طرف کوئی میلی آنکھ سے نہ دیکھ سکے گا۔ اب میں بھی اپنے بھائی کے عہد کو نبھاؤں گی ــ" ایک بیٹی نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر کہا۔" ساری دنیا کی لڑکیاں مجھ پہ رشک کرینگی۔ میں نے وہ اعزاز حاصل کیا ہے جس کے لئے

کروڑہا روپیہ خرچ کر دیا جائے تو حاصل نہ ہو۔ میرا بچپن ہر طاغوتی طاقت سے محفوظ ہو گیا ہے۔ میرا ہر بھائی اپنے باپ کی روایت پر کاربند رہیگا۔ ہر باپ اپنے بھائی کے نقشِ قدم کی حفاظت کریگا۔ اب اس سلسلہ کو کوئی منقطع نہیں کر سکتا۔ یہ طوفان پھیلتا ہی رہیگا۔ اور دشمن کی ساری طاقت کو نیست و نابود کر دے گا۔"

۔ شہید کا جنازہ اٹھا، تو لوگ کندھا دینے کے لئے ایک دوسرے پر سبقت لینے کی کوشش کرنے لگے۔ ساری فضا انجانی خوشبو سے معطر تھی۔ سارا راستہ ملکوتی روشنی سے جگمگا رہا تھا۔

مجاہدین دن بدن فتح پر فتح حاصل کر رہے تھے۔ چھمب اور جوڑیاں کا نیا محاذ کھل گیا تھا۔ اور اس محاذ کی کارروائیوں کی رپورٹ منٹ منٹ بعد مل رہی تھی۔ توپوں کی گھن گرج یوں سنائی دے رہی تھی جیسے چھاؤنی میں مشق جاری تھی۔ آواز صاف سنائی دے رہی تھی، گونج پھیلتی جا رہی تھی۔ رات کی بکھری ہوئی زلفوں میں گھن گرج انتشار پیدا کر رہی تھی۔ ہر ایک کی نظریں دریائے چناب کے رُخ پر لگی ہوئی تھیں۔ ہیڈ مرالہ سے تو یہ میدانِ کارزار زیادہ دور نہ تھا۔ وہاں توپوں دکھائی دیتا تھا جیسے یکدم روشنی پیدا ہو جانے سے چناب کا سینہ بھی مجاہدین کی یلغار سے کانپ رہا تھا۔ دریائے توی کے پانی کا رنگ سرخ ہو گیا تھا، اور پتھریلے علاقے میں گونجتے ہوئے مجاہدین کے نعرے دشمن کو لقمۂ اجل بنا رہے تھے۔ سیالکوٹ کی سرزمین کو اس رات اونگھ تک نہ آئی تھی۔ اہل شہر چھتوں پر کھڑے فتح کی خوشخبری سننے کے لئے بے چین ہو رہے تھے۔ انہیں یقین تھا کہ مجاہدین ضرور کامیاب ہوں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی نصرت انکے شاملِ حال ہے اور حبیب پاک کا وعدہ پورا

ہو کر رہیگا۔ لیکن وہ خود ان مجاہدین سے دور تھے۔ وہ ان کی جدوجہد میں شریک ہونے کے لئے بے قرار ہو رہے تھے۔ وہ شہادت کی نعمتیں حاصل کرنے کی خاطر اچھل اچھل کر نعرے لگا رہے تھے۔ صبح جب نیا سورج طلوع ہوا، تو چھمب جوڑیاں کی وادیاں "اللہ اکبر" کے نعروں کی امین بن چکی تھیں۔۔ اور دشمن کی بکھری لاشوں پر کوئی آنسو بہلانے والا بھی نہ رہا تھا۔ اور تباہ شدہ اسلحہ بڑی افراط سے بکھرا پڑا تھا۔ اور قابلِ استعمال اسلحہ اتنا ہاتھ لگا تھا کہ شمار میں نہ لایا جا سکتا تھا۔ مٹھی بھر مجاہدین نے ہندو سامراج کی قابلِ فخر اور لاتعداد فوج کے پرخچے اڑا دیئے تھے۔ اور اسے سوچنے پر مجبور کر دیا تھا کہ یہ کارنامہ انسانی طاقت سے بعید ہے۔ اسکے پیچھے کسی ایسی طاقت کا ہاتھ ہے جو ناقابلِ شکست ہے۔ سیالکوٹ کے گلی کوچے خوشیوں کا مسکن بن گئے تھے۔ لوگ دیوانہ وار ناچ رہے تھے۔ سیالکوٹ کی سرحد چناب سے پرلی طرف اکھنور تک وسیع ہو گئی تھی۔ جموں اب چند میل رہ گیا تھا اہل سیالکوٹ کی خوشیوں کا کوئی ٹھکانہ ہی نہ رہا تھا۔ ہر طرف انبساط کی لہریں مچل رہی تھیں۔ ہر گھر فتح مندی کی روشن علامت بن گیا تھا۔ ہر چہرہ مسرت سے دمک رہا تھا۔ اب کشمیر کی آزادی، مکمل آزادی کا پہلا مرحلہ جیت لیا گیا تھا۔ آہنی زنجیر کی کئی کڑیاں ٹوٹ گئی تھیں۔۔ اور وہ صبح قریب تھی جس کے دیدار کی خاطر سترہ سال سے لوگوں کی آنکھیں تھک گئی تھیں۔ اور انتظار کی گھڑیاں اذیت ناک بن گئی تھیں اور جدوجہد نے نئی کروٹ بدل لی تھی۔

~~~ ☆☆☆ ~~~
~~~

دیکھنا اہلِ وطن ساعتِ جہد آپہنچی

" دشمن نے اپنی شکست کو چھپانے کے لئے سیالکوٹ جموں سیکٹر میں نیا محاذ کھول لیا —"

سورج طلوع ہونے سے پہلے ہی اہل سیالکوٹ کو دشمن کی مکاری کی اطلاع ہو چکی تھی۔ سرحدی گاؤں کے نہتے کسانوں کو جس عیاری سے زیر کیا گیا تھا۔ جس طرح فریب دے کر انہیں اپنے ظلم کا نشانہ بنایا گیا تھا، اسکی خبریں سورج کے اونچا ہونے کے ساتھ ساتھ شہر میں پھیلتی جا رہی تھیں۔ شہر اور سرحدی گاؤں ایک ہی زندگی کے دو عکس تھے۔ ایک عکس دھندلا گیا تو دوسرے پر بھی خراشیں پیدا ہو گئیں۔ تباہ حال لوگ سرحدوں کی طرف سے بھاگے آ رہے تھے۔ شہر ان کے لئے پناہ گاہ بن گیا تھا۔ شہر ان کے دکھ درد میں برابر کا شریک تھا۔ شہر نے انکے لئے اپنی آغوش وا کر لی تھی۔ لوگوں کا خون جوش مار رہا تھا۔ لوگ سرحد کی طرف جا جا کر مظلوم بھائیوں کی ڈھارس بندھا رہے تھے۔ گاؤں کے لوگوں میں سراسیمگی پھیلی ہوئی تھی۔ انہیں جس طرح بے گھر کیا گیا تھا اس کی مثال ظالم سے ظالم شہنشاہ کے کارناموں میں نہ ملتی تھی۔

شہر تو چھ ستمبر ہی کو بیدار ہو گیا تھا۔ جب دشمن نے بزدلوں کی مانند لاہور

کی سرحد پر حملہ کیا تو پاک سرزمین کا ذرہ ذرہ چٹان بن گیا تھا۔ پہلی ہی خونریز جنگ میں پاکستانی فوج نے آٹھ سو بھارتی فوجی ہلاک اور زخمی کر دیئے تھے۔ اور بھارتی جارحیت کا بدلہ لینے کے لئے پاک فضائیہ نے پٹھان کوٹ کے ہوائی اڈہ پر حملہ کر کے ۲۲ طیارے تباہ کر دیئے تھے۔ اسلحہ کا بھی بھاری نقصان پہنچایا گیا تھا۔ بھارت نے پاکستان کی غیور قوم کے ہاتھ میں ہاتھ ملا کر دیکھ لیا تھا۔ اس قوم کو نیچا دکھانا اس کے بس کا روگ نہیں۔ وہ اسے ایک قدم بھی پیچھے نہیں ہٹا سکتا بلکہ وہ خود اپنا توازن بگاڑ بیٹھا ہے۔ اس نے چاند پر تھوکا اور اس کا اپنا چہرہ غلاظت سے پر ہو گیا۔ اس نے بہاروں کے خلاف سازش کی اور اسکے ہاتھ کانٹوں سے لہولہان ہو گئے۔ اس نے زندگی کو سنگدلی کا سبق پڑھایا اور اسکی شریانیں تک جھلس کے رہ گئیں۔ لیکن عبرتناک شکست کھانے کے باوجود وہ اقوامِ عالم میں اپنے جھوٹے وقار کو برقرار رکھنے کی جدوجہد میں لگ گیا تھا۔ محاذ پر وہ پٹ رہا تھا۔ اور ریڈیو پر وہ فتح کے ترانے گا رہا تھا۔ پہلے ہی دن اس نے اعلان کر دیا تھا کہ لاہور پر اس کا مکمل قبضہ ہے۔ لیکن حقیقت میں وہ سرحد پر لاتعداد لاشیں چھوڑ کر افراتفری کا شکار ہو گیا تھا۔ چھ ستمبر کی گونج ابھی تک فضا پر مسلط تھی۔ چھ ستمبر قومی امنگوں کا دن تھا۔ چھ ستمبر ہماری تاریخ کا وہ منور باب تھا جس نے قوم کو خود اس کا پتہ دیا تھا۔ چھ ستمبر کو لاہور کے بہادر لوگوں کو دشمن کے مقابلہ کے لئے قدرت نے منتخب کیا تھا اور آٹھ ستمبر کو یہ اعزاز سیالکوٹ کے لوگوں کو بھی حاصل ہو گیا۔ چھ ستمبر کو انہوں نے صدر مملکت کی تقریر سنی تھی کہ:

بھارتی بزدل فضائیہ نے وزیرآباد ریلوے اسٹیشن پر کھڑی گاڑی پر گولیاں برسا کر اسے چھلنی کر دیا اور ایک لڑکی شہید ہو گئی
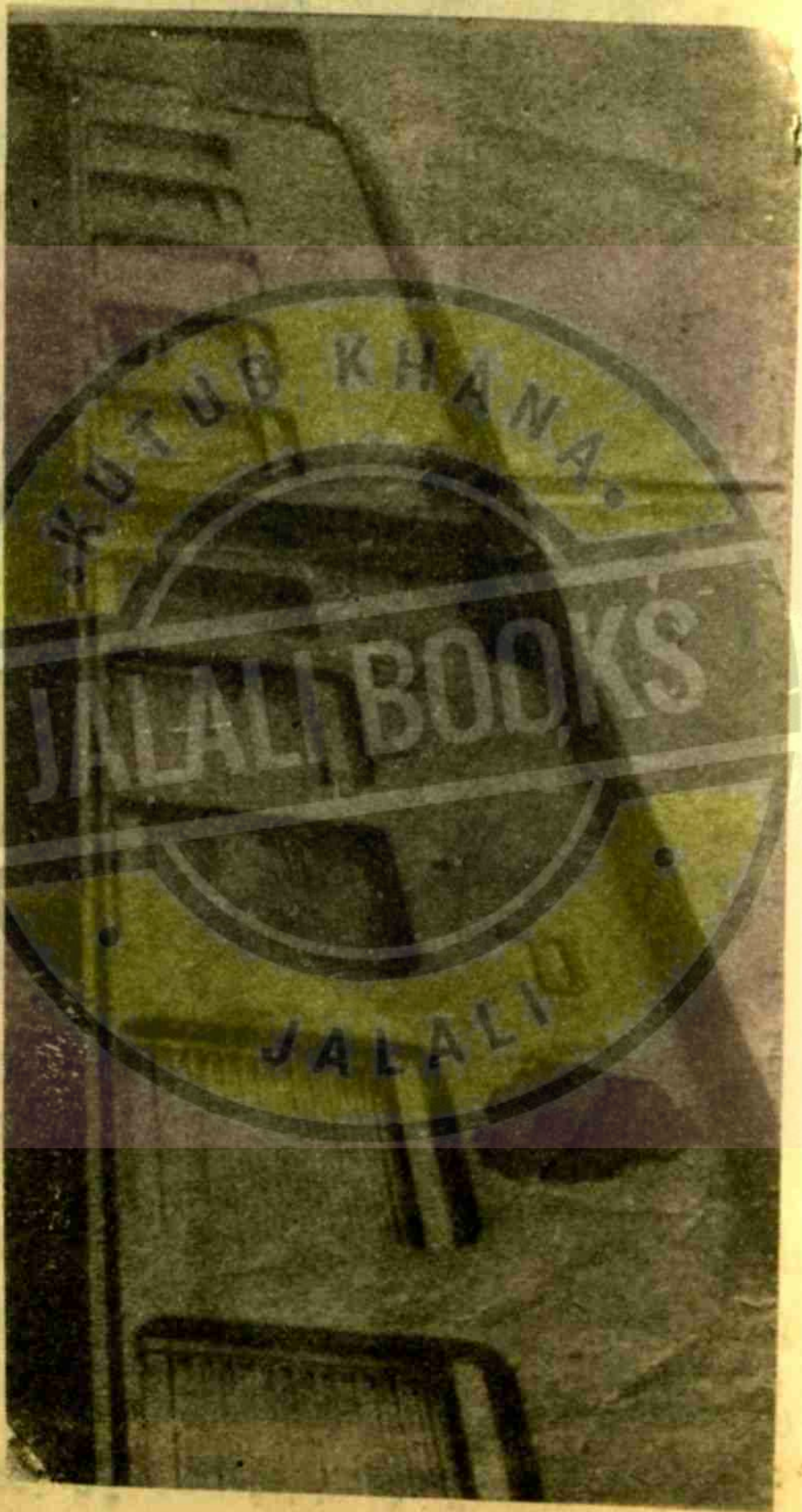
پہلی شہید مس عابدہ طوسی جو وزیرآباد کی گاڑی میں شہید ہوئی

جس بھارتی طیارے نے گاڑی پر بمباری کی پاک فضائیہ کے طیاروں نے اسے مار گرایا۔

"دس کروڑ پاکستانی عوام کے لئے آزمائش کی گھڑی آپہنچی ہے اور اب جبکہ بھارتی حکمرانوں نے اپنی روایتی بزدلی اور منافقت کیساتھ اعلانِ جنگ کے بغیر اپنی افواج کو پاکستان کی مقدس سرزمین میں گھسنے کا حکم دے دیا ہے۔ ہمارے لئے وقت آگیا ہے کہ بھارتی سامراج کو ختم کرنے کے لئے منہ توڑ جواب دیں۔ پاکستان کے دس کروڑ عوام جن کے دل کلمۂ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کی آواز کے ساتھ دھڑکتے ہیں وہ اس وقت تک چین سے نہ بیٹھیں گے جب تک بھارتی فوجیں ہمیشہ کے لئے خاموش نہ کر دی جائیں اللہ تعالٰی اپنے فضل و کرم سے آپ کو کامیابی عطا کرے گا۔ آگے بڑھیے اور دشمن کا مقابلہ کیجئے۔ اللہ آپ کے ساتھ ہے ——

پاکستان — پائندہ باد!

اس تقریر نے ہزاروں میل دور بیٹھے ہوئے لوگوں کو بھی سرحد پر سینہ سپر مجاہدین کی دلوں کی دھڑکن بنا دیا تھا۔ اس حق پرستانہ آواز نے لنڈی کوتل سے چاٹگانگ تک وحدت کی خوشبو پھیلا دی تھی۔ ہر ایک نے اس آواز پر لبیک کہا تھا۔ اور سیالکوٹ کے رہنے والوں نے تو یوں محسوس کیا تھا جیسے دشمن نے اس کے گریبان ہی پر ہاتھ ڈالا ہے۔ سیالکوٹ اور لاہور ایک ہی رشتہ میں منسلک تھے۔ کیوں کہ جہاں واہگہ پر دشمن نے یلغار کی تھی وہاں جسڑ کے قریب بھی دشمن نے حملہ کیا تھا۔ دراصل دونوں جگہ ایک ہی وقت میں حملہ ہوا تھا۔ جسڑ کے علاقہ میں دریائے راوی کے جنوبی حصہ میں اپنے گھرے ہوئے علاقوں پر پاکستانی فوج

نے دوبارہ قبضہ کر لیا تھا۔ اور دریائے راوی کے شمال میں بھی دشمن کو برباد کر دیا سیالکوٹ کے دل کی دھڑکن پرجوش بن گئی تھی دشمن کی افواج میں بزدلی پیدا ہو گئی تھی۔ اور اسی بزدلی افواج کو اس نے آٹھ ستمبر کو سیالکوٹ کی سرحد پر دھکیل دیا۔ وہ اپنی بربادی سے پیچ و تاب کھا کر انسانیت کی بچی کھچی قدروں کو پامال کرنے پر تل گیا تھا۔ نہتے کسانوں پر اندھا دھند گولہ باری کر کے وہ سمجھ رہا تھا، کہ سیالکوٹ کی سرزمین خوف سے بے دل ہو جائے گی۔ اہل سیالکوٹ بھاگ جائینگے اور شہر خالی ہو جائے گا۔ لیکن اسے اپنی اس حماقت کو سزا جلد ہی مل گئی تھی۔ اسے بھاری نقصان اٹھانا پڑا تھا۔

لٹے پٹے لوگوں کی آمد جاری تھی۔ اہل شہر ان کے زخموں پر مرہم رکھ رہے تھے ان کے آنسو پونچھ رہے تھے، ان کی دلجوئی کر رہے تھے ان کی رہائش اور کھانے کے انتظام میں لگ گئے تھے۔ انہوں نے یہ سب مصائب اس لئے جھیلے تھے کہ وہ پاک سرزمین کے باشندے تھے۔ انہوں نے کشمیری بھائیوں کی کامرانی کی دعائیں مانگی تھیں۔ وہ بھارتی سامراج کو کبھی خاطر میں نہ لائے تھے۔ اگر دشمن میں ذرا بھی غیرت کا مادہ ہوتا تو وہ اعلانِ جنگ کے بعد سر اٹھاتا۔ پھر دیکھتا کہ اس کے اٹھے ہوئے سر کو پہلے ہی وار میں کیسے کچل دیا جاتا ہے۔ لیکن وہ تو اپنی مکارانہ روایات کا پجاری تھا۔ وہ مکر و فریب کے دیوتا کے سامنے جھکنے ہی میں اپنی مکتی سمجھتا تھا۔ اس سے بھلائی کی امید کیسے ہو سکتی تھی — عورتوں، بچوں، اور بوڑھوں پر بھی اس نے رحم نہ کھایا تھا۔ وہ کھیتیاں جلا رہا تھا، وہ مکانوں کو آگ لگا رہا تھا، وہ سہاگنوں کے سہاگ لوٹ رہا تھا۔ وہ بچوں کو یتیم بنا

رہا تھا، وہ بوڑھوں کو زخمی کر رہا تھا اور جوانوں کے سینے چھلنی بنا رہا تھا۔ وہ اس جنون میں مبتلا تھا کہ اس کی سنگدلانہ کارروائیوں سے پاک سرزمین میں بسنے والے اس کے سامنے جھکنے پر مجبور ہو جائیں گے۔ اسے معلوم نہ تھا، کہ اس نے جس قوم کو للکارا ہے، موت اس کے سامنے کھلونے سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی۔ اس قوم نے تاریخ میں ہر آن شجاعت کے لیے نئے باب کھولے ہیں۔ اس نے دنیا کو زندگی کے اعلیٰ وارفع اصول بخشے ہیں۔ اس نے کسی طاغوتی طاقت کے سامنے جھکنا سیکھا ہی نہیں۔

شہر میں گہما گہمی بڑھتی جا رہی تھی۔ سورج سر پر آگیا۔ لیکن جنگی بے گھروں کی آمد جاری رہی۔ یک دم شہر میں خبر پھیل گئی کہ جموں فتح ہو گیا ہے اور پاکستانی فوج نے شہر پر اپنا پرچم گاڑ دیا ہے۔ اس خبر نے لوگوں کو دیوانہ بنا دیا۔ وہ خوشی سے ناچنے لگے۔ بازاروں میں میلہ لگ گیا۔ مبارک باد کی گونج نے ماحول کو مخمور بنا دیا۔ لوگ جمع ہوتے گئے۔ ہجوم بڑھتا گیا۔ پھر اس ہجوم نے جلوس کی شکل اختیار کر لی۔ جلوس نعرے لگاتا، شہر کی سڑکوں پر پھیلنے لگا۔ لوگ جوق در جوق جلوس میں شامل ہوتے گئے — اور پھر — یکدم — شہر پر گولہ باری شروع ہو گئی۔ لوگوں کے جوش میں کوئی کمی پیدا نہ ہوئی۔ دشمن کی گولہ باری نے انہیں ہراساں نہ کیا تھا۔ گولہ باری بالکل قریب سے ہو رہی تھی۔ معلوم ہوتا تھا دشمن شہر میں داخل ہو گیا ہے — لوگ دکانوں کے چھجوں کے نیچے کھڑے آنے والے وقت کی سلوٹوں میں چھپے ہوئے نتائج کا مضطربانہ طور پر انتظار کر رہے تھے۔ گولہ باری سمجھ میں آنے والی بات نہ تھی۔ جموں کی فتح کی خوشخبری کے بعد یکدم گولہ باری کی کارروائی حیران کن تھی۔ لیکن

اُس نے حوصلوں کو پست نہ ہونے دیا تھا۔ لوگ اب بھی نعرے لگا رہے تھے پھر ہوائی حملہ کے سائرن کی گونج نے لوگوں کو محفوظ مقامات میں چلے جانے پر مجبور کر دیا۔ اس پر بھی کثیر تعداد دکانوں کے تھڑوں پر بیٹھی رہی تھی۔ دکانیں کھلی تھیں۔ دکاندار گاہکوں کے بجائے دشمن کا انتظار کر رہے تھے۔ چہ میگوئیاں ہو رہی تھیں، قیاس لگائے جا رہے تھے۔ ہوائی جہاز کی گڑگڑاہٹ سن کر لوگوں کے کان کھڑے ہو گئے۔ وہ گردنیں آگے نکال نکال کر آسمان کی طرف دیکھنے لگے۔ ہوائی جہاز تیزی سے شمالی سمت بڑھ گیا۔ بمباری کی آواز نے در و دیوار کو ہلا دیا۔ لوگ اب بھی اسے ایک تماشہ ہی سمجھ رہے تھے۔ خوف کی پرچھائیں تک ان کے ہواس کے قریب نہ پھٹک سکی تھی — وہ مضطرب تو تھے لیکن یہ اضطراب بزدلی کی علامت نہ تھا۔ بلکہ دشمن کی سرکوبی کے جذبہ کا عکاس تھا۔ گولہ باری رُک گئی۔ سائرن کی لمبی آواز گونجنے لگی اور لوگ بازاروں میں نکل آئے۔ انہیں معلوم ہو گیا کہ شہر میں جو جیپ گشت کر رہی تھی اور جس پر بیٹھے ہوئے فوجی جموں کی فتح کا اعلان کر رہے تھے وہ جیپ دشمن کی تھی۔ دشمن نے شہر میں خوف و ہراس پھیلانے کی ایک چال چلی تھی۔ لوگوں کو ہجوم کی شکل دے کر وہ اس پر گولہ باری اور بمباری کرنا چاہتا تھا۔ وہ شہر خالی کرانے کی سازش کر رہا تھا۔ لیکن لوگ اپنی اپنی جگہ پر ڈٹے رہے تھے۔ دشمن کے حملہ کا کوئی خطرہ انہوں نے محسوس تک نہ کیا تھا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ دشمن کی جیپ کو پکڑ لیا گیا ہے اور اس میں سوار فوجی اور او۔ پی گرفتار کر لئے گئے ہیں۔ لوگ خوشی سے نعرے لگانے

بھارتی بمباری سے تلہ سیالکوٹ کی تباہی کے دو مناظر
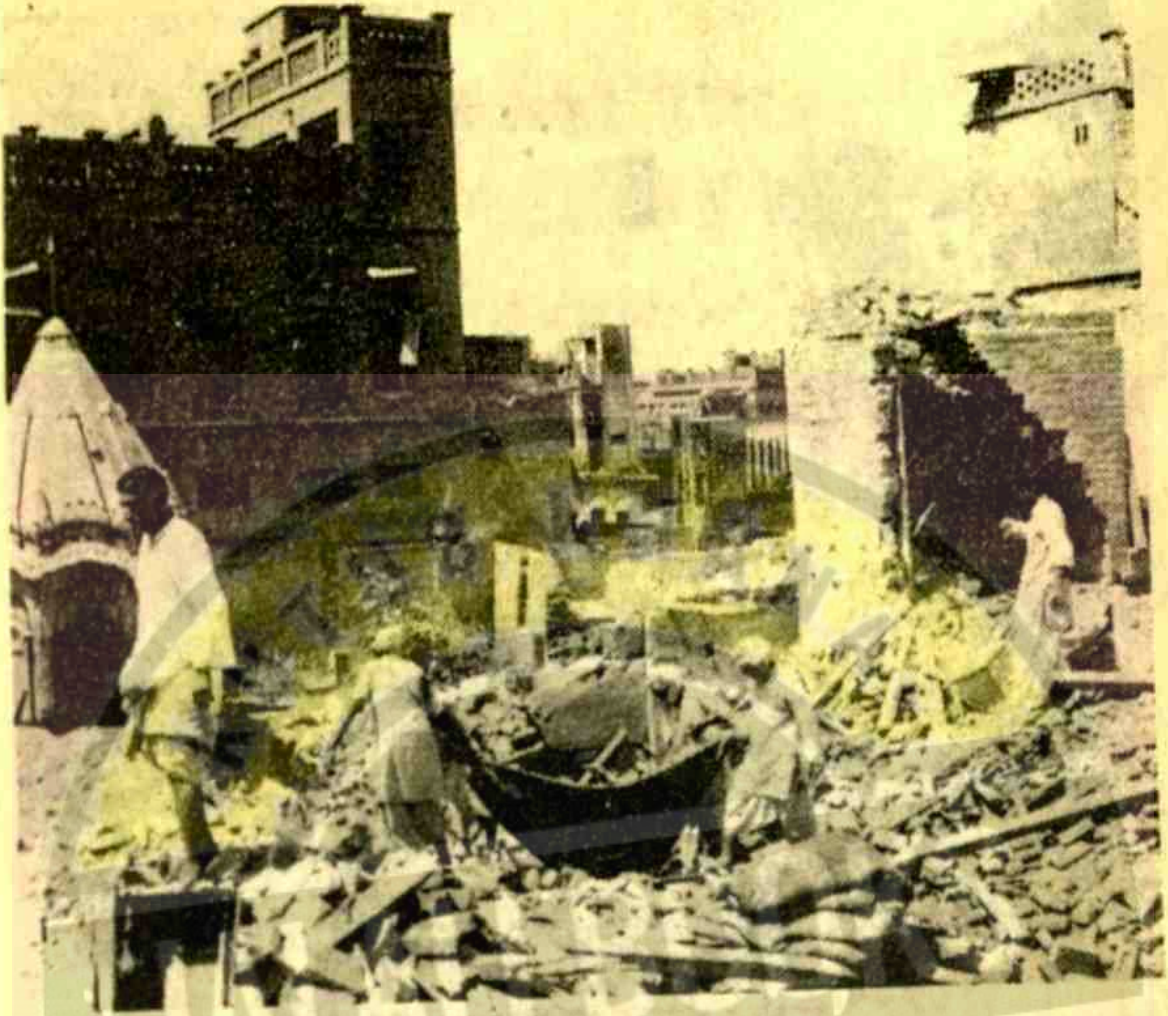
بھارتی بمباری سے چوک گھاس منڈی کی تباہی کے دو مناظر

لگے۔ متاثرہ علاقہ کی طرف لوگ حالات معلوم کرنے کے لئے بڑھ رہے تھے۔
شہر کے تین اطراف گولہ باری ہوئی تھی۔ بمباری سے کئی عمارتوں کو نقصان پہنچا تھا۔ گولہ باری کا نشانہ زیادہ تر رنگ پورہ کا علاقہ بنا تھا۔ چھاؤنی میں گولہ باری سے کوئی نقصان نہ ہوا۔ گولے پریڈ گراؤنڈ میں ہی پھٹتے رہے تھے۔ تشوالہ تیجا سنگھ اور محلہ خراسیاں میں بھی گولے پڑے تھے۔ کالج روڈ فیروز اسٹریٹ میں بھی نقصان ہوا تھا۔ ٹھٹھی کا علاقہ بھی زد میں آگیا تھا۔
سرکلر روڈ سے رنگ پورہ کی طرف مڑتے ہی سب سے پہلے ایک لاش نظر پڑی۔ گلی کے کونے پر اس شہید کی چائے کی دکان تھی۔ وہ ہاتھوں سے معذور تو پہلے ہی تھا لیکن شہادت کی موت نے اسے زندہ جاوید بنا دیا تھا۔ چند روز پہلے وہ دوستوں سے کہتا رہا تھا کہ اب تو زندگی سے جی بھر گیا ہے۔ ایسی موت خدا نصیب کرے، جس سے حساب کتاب کی ساری مشکلیں آسان ہو جائیں ـــ قدرت نے اس کی آرزو پوری کر دی تھی۔
اسی گلی کے مغربی طرف کے مکان کی دیواریں چھلنی ہو گئی تھیں، منڈیریں گر گئی تھیں۔ گولے اس طرف پھٹ کر سامنے والے مکانوں کو بھی شکستہ بنا گئے تھے۔ ایک زیر تعمیر مسجد کا ایک حصہ شہید ہو گیا تھا۔ اور اس سے ملحقہ مکان پر بیٹھے ہوئے آدمی زخمی اور شہید ہو گئے تھے۔

اس طرف سات شہیدوں کی لاشیں لوگوں کی عقیدت کا مرکز بنی ہوئی تھیں۔ رنگ پورہ کے اگلے حصہ میں کئی مکان متاثر ہوئے تھے۔ کئی بچے اور عورتیں زخمی ہوئے تھے۔ فیروز اسٹریٹ میں جس مکان پر گولے

پڑے تھے، اس کی دیواروں میں شگاف پڑ گئے تھے۔ اور دو شہیدوں کی لاشیں مکان سے باہر پڑی تھیں۔ بھٹی میں کئی گدھے مر گئے تھے۔ لوگ متاثرہ علاقوں کی طرف بھاگے آ رہے تھے۔ وہ ان کا درد بانٹ رہے تھے۔ انہیں دشمن کے مقابلہ کے لئے تیار رہنے پر ابھار رہے تھے۔ اہلِ شہر کو اس نقصان نے بھی ہراساں نہ کیا تھا۔ وہ تو ہر قربانی دینے کو تیار تھے موت تو ان کے لئے ایک کھیل بن گئی تھی۔ موت کی وقعت کچھ بھی نہ رہی تھی۔ ریلوے روڈ پر مال گودام کی دیوار میں بھی شگاف پڑ گئے تھے۔ مہاراجہ روڈ کے کونے والی محصول چنگی کا محرر شہادت کا رتبہ حاصل کر چکا تھا۔ ریلوے اسٹیشن کے سامنے محصول چنگی کے ہیڈ آفس کی چھت بھی اڑ گئی تھی۔ پورن نگر میں بھی کئی لوگ شہید ہو چکے تھے۔ مکانات منہدم ہو گئے تھے۔

دشمن نے اپنی طرف سے بھرپور حملہ کیا تھا۔ اس کا اگلا دستہ اورا گاؤں کے سامنے پہنچ گیا ہوا تھا۔ گولہ باری شہر سے دو ڈھائی میل کے فاصلہ پر سے کی گئی تھی۔ دشمن کی بے پناہ فوج کے لئے شہر میں داخل ہو جانا کوئی بڑی بات نہ تھی۔ لیکن نالہ ایک پر اس کی یلغار کو روک لیا گیا تھا۔ جوابی حملہ سے دشمن بوکھلا گیا تھا۔ اور اس میں بھاگڑ مچ گئی تھی۔ اسکے بعد اسے شہر پر گولہ باری کی، فرصت ہی نہ مل سکی تھی۔ اُسے تو اپنی جان کے لالے پڑ گئے تھے۔ اور اہل شہر اپنے عزائم کو جوان بنا رہے تھے۔ بازاروں میں گہما گہمی پیدا ہو گئی تھی۔ دشمن کے سر پر آ جانے کے باوجود وہ چپہ چپہ

کی حفاظت کا عہد کر چکے تھے۔ وہ باعزت زندگی بسر کرنا چاہتے تھے۔ وہ شہادت کی موت کے متمنی تھے۔ وہ آہنی دیوار بن کر دشمن کو ملیامیٹ کر دینا چاہتے تھے۔ وہ شکست کا تصور بھی نہ کر سکتے تھے۔ انہیں یقین تھا کہ فتح آخر ہماری ہی ہو گی۔ کیوں کہ پروردگار کی نصرتیں ہمارے شامل حال تھیں۔

جنگی بے گھروں کی آمد ابھی تک جاری تھی۔ یہ سلسلہ ختم ہونے کو نہ آ رہا تھا۔ دشمن نے تین اطراف سے سرحد پار کی تھی۔ کندن پور، باجرہ گڑھی، اور معراجکے کی ملحقہ سرحد آگ اور خون کا دریا بن گئی تھی۔ ظفروال جانے والی پکی سڑک گرد و غبار میں چھپ گئی تھی۔ لہلہاتے کھیتوں میں خونی درندوں کی چیخیں پھیلی ہوئی تھیں۔ شیشم کے گھنے درختوں پر لرزہ طاری تھا۔ دشمن کی اندھا دھند گولہ باری سے گاؤں کے گاؤں ویرانیوں کا مسکن بن گئے تھے۔ نہتے عوام صرف تن ڈھانپنے کے کپڑوں کے ساتھ ہی بھاگ سکنے میں کامیاب ہو سکے تھے۔

شہر پہنچنے پر جب وہ لوگوں کے جوشیلے نعرے سنتے، ان کے ہمدردانہ سلوک کی چمک دیکھتے تو ان کی ڈھارس بندھ جاتی۔ وہ اپنے زخم فراموش کرنے لگے۔ انہیں اپنی زندگیوں کا احساس ہونے لگا۔ شہر کے جو علاقے گولہ باری اور بمباری سے متاثر ہوئے تھے، وہاں کے اہل ثروت طبقہ نے وقتی طور پر محفوظ مقامات تلاش کر لئے تھے۔ افواہیں پھیل رہی تھیں، کہ دشمن ایک اور بھرپور حملہ کرنے والا ہے۔ افواہیں پھیلانے والے ملک و قوم سے غداری کے مرتکب ہو رہے تھے۔ لیکن ان میں سے اکثریت کو احساس

نہ تھا کہ وہ دشمن کے ہاتھ اس طرح مضبوط کر رہے ہیں، دشمن کی عیارانہ ذہنیت کو تقویت پہنچا رہے ہیں۔

رنگ پورہ کا علاقہ نالہ ایک تک پھیلا ہوا تھا۔ اور یہ علاقہ دشمن کی زد میں تھا۔ اس لئے اس علاقہ کے رضاکار عورتوں اور بچوں کو شہر کے مغربی حصہ کی طرف منتقل کرنے میں مصروف عمل تھے۔ شام تک اس علاقہ کے بوڑھے، عورتیں اور بچے محفوظ مقامات تک پہنچا دیئے گئے تھے — مرد گھروں میں تھے اور رضاکار گلیوں اور بازاروں میں گھوم کر قومی ترانے گا رہے تھے۔

دشمن کی پیشقدمی رک چکی تھی۔ جوابی کارروائی شروع ہو چکی تھی۔ ہماری توپوں کے دہانے آگ اگل رہے تھے۔ گھن گرج سے فضا معمور تھی — اور اپنی توپوں کی آوازیں سن کر اہل شہر کی شریانوں میں خون کی گردش تیز ہو گئی تھی :

مجاہدین سربکف وطن کی آبرو ہو تم

طبلِ جنگ بج رہا تھا۔ اور اللہ کے سپاہی دشمن کی سرکوبی کیلئے دیوانہ وار آگے بڑھتے جا رہے تھے!

دشمن کی دو ڈویژن فوج موضع رسول پور سے آگے بڑھ آئی تھی۔ اس کا اگلا ٹینک نالہ ایک کے کنارے پر تھا۔ نالہ ایک پر بنا ہوا عارضی پل ایک بہت بڑی رکاوٹ بن گیا تھا۔ کندن پور کی طرف ڈالو والی کے سامنے دشمن کی فوج اپنے اسلحے کی نمائش کر رہی تھی۔ دشمن کے پچاس ہزار سے زیادہ فوجی اس لمبے محاذ پر پھیلے ہوئے تھے۔ اس محاذ پر انہوں نے نہتے عوام کو بے دردی سے تہ تیغ کیا تھا۔ اندھا دھند گولہ باری سے گاؤں کے گاؤں ملبے کا ڈھیر بنا دیئے تھے۔ انسانیت سوز کارناموں سے دشمن سمجھ رہا تھا کہ اسے برتری حاصل ہو گئی ہے لیکن جلد ہی اس خواب کی بھیانک تصویر اس کے سامنے آگئی۔

پاکستان کی طرف سے جوابی حملہ شروع ہونے پر اس کے ہوش اڑ گئے۔ اس نے سمجھا تھا کہ جس طرح نہتے کسانوں کو اس نے گھیرے میں لے لیا ہے اسی طرح مجاہدین میں بھی اس کے سامنے ٹھہرنے کی سکت نہ ہو گی ــــ لیکن ــــ وہ تو تاریخ کی ورق گردانی کرنے کے باوجود دھوکے میں مبتلا ہو گیا تھا

اس نے اپنے سپاہیوں کو طرح طرح کے لالچ دے رکھے تھے۔ اس نے یہاں تک فوج میں اعلان کر دیا تھا کہ سیالکوٹ پر قبضہ کرنے کے بعد انہیں من مانی کاروائیاں کرنے کی کھلی چھٹی ہوگی۔ شہریوں کو اپنی ہوس کا نشانہ بنانے کی انہیں پوری پوری آزادی حاصل ہوگی۔ اور وہ سپاہی جن کا میدانِ جنگ میں آنے کا کوئی مقصد نہ تھا، جنہیں بھوک کے خونی جبڑوں کے تصور سے ہٹانے کی خاطر موت کے الاؤ کا ایندھن بنایا جا رہا تھا۔ وہ اس اعلان سے پھولے نہ سماتے تھے لاہور کے محاذ کی شکست کا بدلہ وہ سیالکوٹ کے محاذ پر لینا چاہتے تھے۔ وہ بھول گئے تھے کہ جن مجاہدین نے انہیں واہگہ سیکٹر میں تہس نہس کر کے رکھ دیا تھا، وہی مجاہدین سیالکوٹ میں بھی موجود ہیں۔ جس بہادر فوج نے لاہور کے محاذ پر انہیں آگ اور خون کے سمندر میں ڈبو دیا تھا، وہی فوج سیالکوٹ میں بھی اسے عبرتناک شکست دینے کے لئے تیار کھڑی ہے۔

پاک فوج نے جب اپنی توپوں کا رُخ کندن پور اور رسول پور کی طرف کیا تو دشمن پر لرزہ طاری ہوگیا۔ سیالکوٹ پر قبضہ جمانے کا خواب دیکھنے والے سپاہی اپنی جانیں بچانے کی فکر میں غلطاں ہو گئے۔ یہ سب کچھ اس لئے ہوا، کہ ان کا جنگ کرنے کا کوئی مقصد نہ تھا۔ وہ مُرلی تو بجا سکتے تھے، لیکن سرفروشوں کے سامنے رائفل کی لبلبی دبانے کی ان میں ہمت نہ تھی۔ پہلے ہی جوابی حملہ میں دشمن کے پچیس ٹینک تباہ کر دیئے گئے۔ اور پانچ میدانی توپوں پر قبضہ کر لیا گیا۔ سرفروش مجاہدانہ شان سے بڑھ چڑھ کر دشمن پر حملہ کر رہے تھے۔ اور اسی وقت پاک فضائیہ کے طیارے بھی موت بن کر دشمن کے سر پر آپہنچے تھے۔
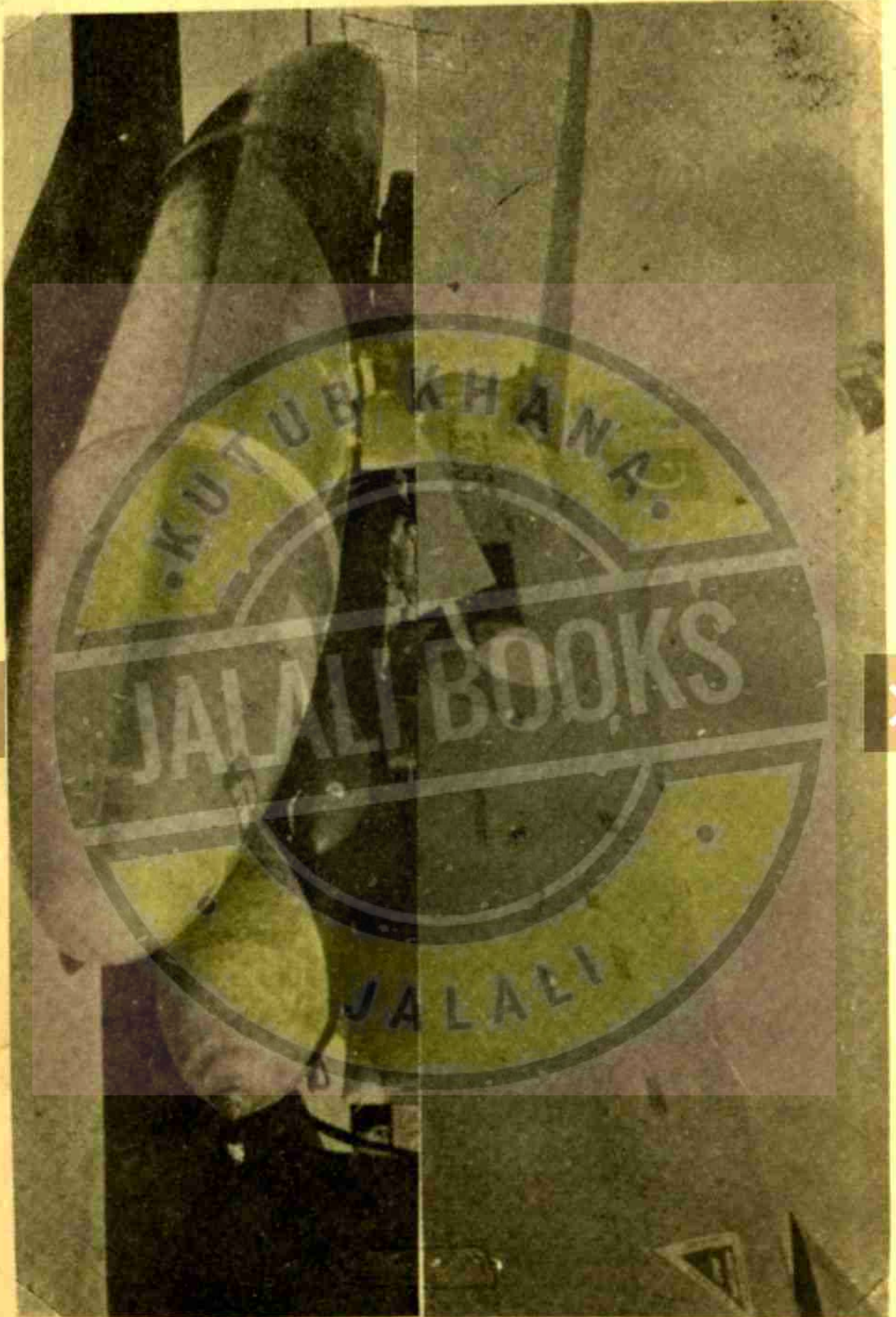
ایک پاکستانی طیارہ اپنے پروں کے نیچے راکٹ اور بم لے کر دشمن کو تباہ کرنے جا رہا ہے
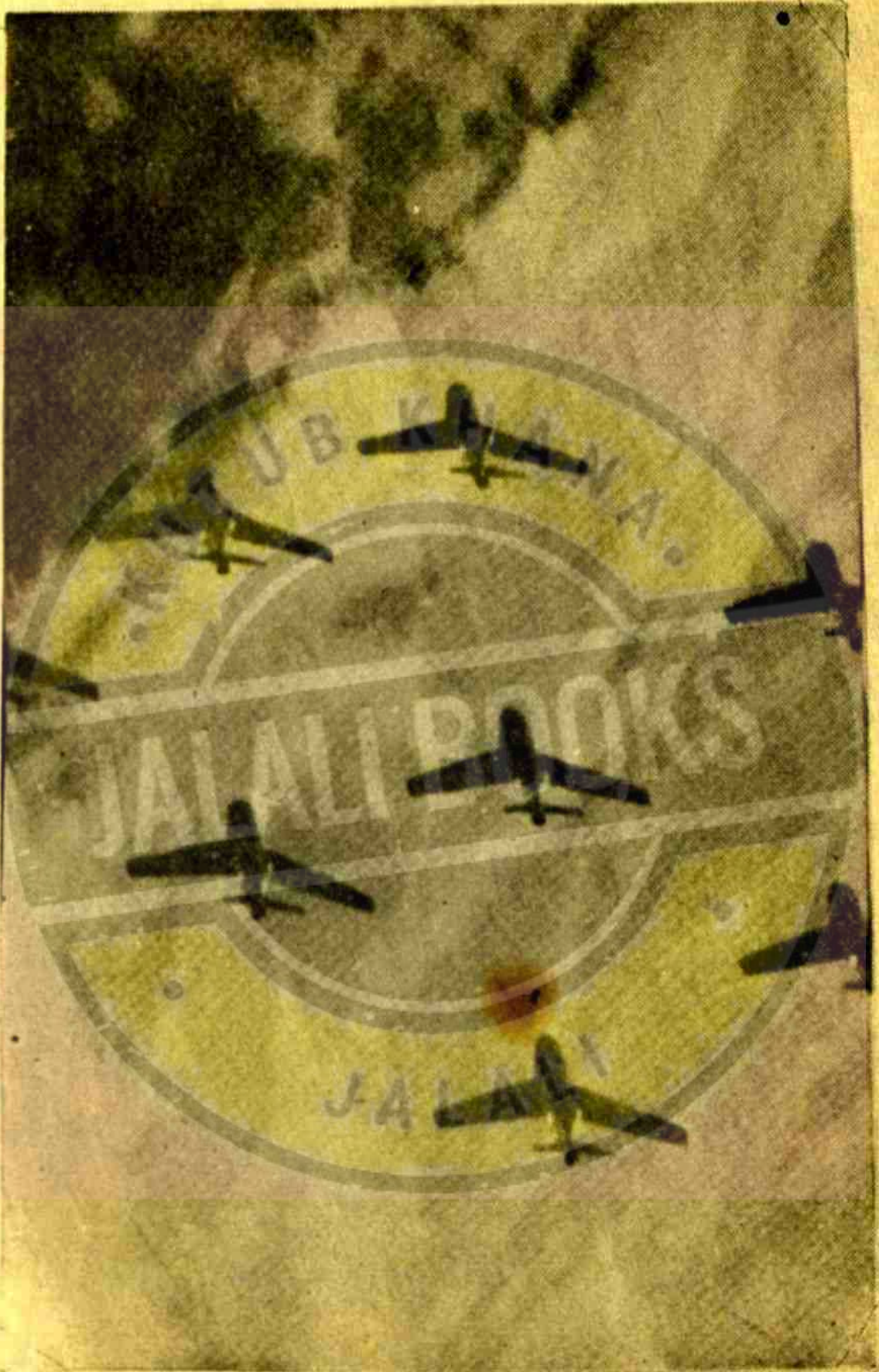
پاکستانی طیارے بھارتی افواج پر بمباری کر کے
انہیں نیست ونابود کر رہے ہیں

طیارے غوطہ لگا کر دشمن کی سراسیمہ فوج پر فائرنگ کرتے اور ان میں بھگدڑ مچ جاتی۔ وہ نچلی سطح پر پرواز کرتے ہوئے بمباری سے ٹینکوں کے پرخچے اڑا دیتے اور دشمن کے سپاہی جانیں بچانے کے لئے تتر بتر ہو جاتے۔ اس میں اتنا بھی شعور نہ رہا تھا کہ نیچی پرواز کرنے والے طیاروں کو معمولی سا نقصان پہنچانے کی خاطر تھوڑی بہت جدوجہد ہی کی جائے۔ دشمن کو اپنی جان عزیز تھی۔ اور پاک فوج کے نڈر جوان شہادت کی آرزو میں بھر بھر کر حملے کر رہے تھے۔ جیالے سپاہیوں کی تعداد انگلیوں پر گنی جا سکتی تھی۔ مٹھی بھر سر فروش دشمن کی بے پناہ قوت سے ٹکرا گئے تھے۔ ہمارے پاس اسلحہ کی کمی تھی، لیکن یہ یقین محکم تھا کہ دس دشمنوں کے لئے ہمارا ایک سپاہی کافی ہے۔

ہمارے پاس اسلحہ کی قلت تھی مگر ہمارا ایمان اور ہمارا اخلاقی شعور اور مقدس نصب العین، ہمارا اسلحہ بن گئے تھے۔ ہمارے خلاف دنیا کی طاقتوں کے سازش پسندانہ مکر وفسوں برسر عمل تھے۔ مگر ہمیں یقین تھا کہ مشیت الٰہی اپنی ایک ہی چال میں شاطرانہ زمانہ کی پوری بساط الٹ سکتی ہے۔ اس کا مظاہرہ پہلے ہی جوابی حملہ میں ہو گیا تھا۔ پاک فوج کے بہادر اپنے سامنے دشمن کی ان گنت فوج پر حقارت ڈالتے، اسلحہ سنبھالتے اور ان پر ٹوٹ پڑتے۔ اور بھاری اسلحہ کی موجودگی، اور افراد کی کثرت کے باوجود دشمن ہڑبڑا کر بھاگ کھڑا ہوتا۔

پاکستانی فضائیہ نے متعدد جگہوں پر بھارتی فوجیوں پہ حملے کر کے اپنی بری فوج کو مدد دی۔ اس نے دشمن کی بکتر بند گاڑیوں اور ٹرکوں کی ایک بھاری تعداد کو بھی تباہ کر دیا۔ اس کی سپلائی لائن کو توڑ دیا۔ پاکستانی فوج کی ان زبردست

اور بہادرانہ کارروائیوں کے باعث بھارت میں صفِ ماتم بچھ گئی۔ اور گھبراہٹ کے عالم میں دشمن بوکھلا اٹھا۔ اس نے اپنے عوام کو گمراہ کرنے کی خاطر جھوٹ کی مہم شروع کر دی۔ رات کی خبروں میں پاکستان ریڈیو نے درست اور مبالغہ سے مبرا خبریں نشر کیں جنہیں سن کر عوام کے چہرے خوشی سے دمکنے لگے۔

دشمن پر مسلسل گولہ باری ہو رہی تھی۔ اس کی صفوں میں انتشار پیدا ہو گیا تھا بھارتی فوجی افسر اپنے سپاہیوں کو زبردستی موت کے الاؤ میں دھکیل رہے تھے۔ ان پر آسمان سے عذاب نازل ہو رہا تھا۔ زمین ان کے لئے موت کا پیغام بن گئی تھی۔ اور غازیوں کی فوج رزم گاہ میں رواں دواں تھی۔ اس کی نظر میں بجلیاں اور قدم میں زلزلے تھے۔ وہ آہنی عزم کے ساتھ تمام مرحلے طے کر رہی تھی۔ مجاہدین پاکستان کے سامنے ایک واضح نصب العین تھا۔ وہ اپنی بقا کے لئے جنگ کرنے پر مجبور ہو گئے تھے۔ وہ امن کے پرستار تھے، لیکن طاغوتی طاقتوں کے اٹھتے ہوئے متکبرانہ قدموں کے سامنے چٹان بن کر کھڑے ہو گئے تھے۔ یہ جنگ، یہ مقدس جنگ، اب ان کے لئے امن سے بھی زیادہ پیاری بن گئی تھی۔ دوست کے لئے ان کا سینہ کشادہ تھا لیکن دشمن کے لئے وہ تیغِ براں تھے اور دشمن لاہور کے محاذ پر ذلت آمیز شکست کھانے کے بعد سیالکوٹ کے محاذ پر بھی مٹھی بھر سرفروشوں کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکا تھا میدان کارزار اس کی لاشوں سے اَٹ گیا تھا۔ ان لاشوں کو اٹھانے کی بھی اسے مہلت نہ ملی تھی۔ اور کندن پور سے لے کر ظفر وال تک اس کے سامنے ہر قدم پر موت کا بھیانک چہرہ قہقہہ زن تھا

ہزار زخم ہوں ہم پھر بھی مسکرائینگے

توپوں کی گھن گرج سے فضا میں ہیبت ناک شور پھیل گیا تھا۔ زمین دہل رہی تھی اور چاندنی میں ڈوبا ہوا شہر، مجاہدین کی کامیابی کی دعائیں مانگ رہا تھا۔ رضا کار گلیوں اور بازاروں میں گشت کر رہے تھے۔ ان کی سیٹیوں کی آوازیں توپوں کی گھن گرج سے ہم آہنگ ہو کر فضا کی دسعتوں کو چھو لیتی تھیں۔ لوگوں کو اب زیادہ اطمینان حاصل ہو گیا تھا۔ دشمن دو راتوں اور دو دنوں کی لگاتار کوشش کے باوجود ایک انچ بھی آگے نہ بڑھ سکا تھا۔ اس کی توپوں کے گولے اب شہر تک نہ پہنچ سکتے تھے۔ ان کی آواز سنائی دینی بھی بند ہو گئی تھی۔ اب تو اپنی توپوں ہی کی گرج پھیل رہی تھی۔ اپنی توپیں ہی آگ اگل رہی تھیں اور اپنے طیارے ہی پرواز کر رہے تھے۔ اہل شہر کرفیو اور بلیک آؤٹ کے باوجود بیدار تھے۔ انہیں اونگھ تک نہ آ رہی تھی۔ وہ دشمن کی تباہیوں کو موضوع گفتگو بنائے ہوئے تھے۔ مسجدوں میں نوافل ادا کئے جا رہے تھے۔ گھروں میں عورتیں اور بچے تسبیح پڑھ رہے تھے۔ ان کے آگے املی اور کھجور کی گٹھلیوں کے ڈھیر لگے ہوئے تھے۔ اور ان کی انگلیوں کے ساتھ ہونٹ بھی سرشاری کے عالم میں ہل رہے تھے۔

جہاد ہر محاذ پر جاری تھا، مورچوں میں مجاہدین دشمن کو نشانہ بنا رہے تھے۔

گھروں میں عوام اپنے رب کے سامنے دست بدعا تھے۔ اور ریڈیو پر ترانے گائے جا رہے تھے۔ جنگی بے گھروں کی زندگیوں پر مسلط خوف کے سائے دور ہو چکے تھے۔ وہ اپنی بربادی کے غم کو یکسر فراموش کر چکے تھے۔ انہیں مسرت حاصل ہو رہی تھی کہ وہ دعا کے لئے ہاتھ اٹھانے کی خاطر زندہ تو ہیں۔ اپنے ہم وطنوں کی ہمدردی کا محور تو بنے ہوئے ہیں۔ انہیں یہاں پہنچکر اجنبیت کا احساس تو نہیں ہوا۔ وہ پہلے سے زیادہ آسائشیں حاصل کر رہے تھے۔ انہیں ضروریاتِ زندگی کی ہر چیز میسر آگئی تھی۔

شہر چاندنی میں نہایا ہوا تھا۔ چاندنی محاذ پر بھی اور شہر میں بھی زندگی کا مجاہدانہ رقص دیکھ رہی تھی چاند دشمن کو زہر خند کے ساتھ دیکھ رہا تھا کہ بے پناہ قوت کے بل بوتے پر نہتے عوام کو ظلم کا نشانہ بنانے کے بعد مجاہدین کا سامنا ہونے پر کیسے اس پر بدلائی کیفیت طاری ہو گئی تھی۔ کیسے وہ اپنے جدید ہتھیار چھوڑ کر بھاگ رہا تھا۔ موت سے پیچھا چھڑانا اس کے لئے مشکل ہو گیا تھا — چاند — مجاہدین کی یلغار کو بھی دیکھ رہا تھا کہ کیسے ان کی قلیل تعداد کثرت پر غلبہ حاصل کر رہی ہے۔ کیسے وہ جان کی بازی لگا کر دشمن کے ہتھیاروں کو ناکارہ بنا رہے تھے۔ چاند کی نظران طیاروں پر بھی تھی، جو غوطے لگا لگا کر دشمن کے ٹینکوں اور گاڑیوں کو تباہ کر رہے تھے۔ وہ ان رضاکاروں کو بھی دیکھ رہا تھا، جو گلیوں اور بازاروں میں گشت لگا رہے تھے، لوگوں کے حوصلے بڑھا رہے تھے۔ اور توپوں کی گھن گرج میں اپنی جوشیلی للکار کو شامل کر رہے تھے۔ توپ کی ہر گرج دشمن کی بربادی کا مژدہ سنا رہی تھی۔ کہ یکدم ہوائی حملہ کا سائرن بجنے لگا۔

رات آدھی سے زیادہ گذر چکی تھی۔ دو بجے کا وقت تھا۔ ہوائی جہاز کی گونج سنائی دی۔ تو لوگ باہر جھانکنے لگے۔ جو نیند کی وادیوں میں گھوم رہے تھے، انہیں اس

ایک پرائمری اسکول اور ملحقہ عمارت بھارتی بربریت کی منہ بولتی تصویر
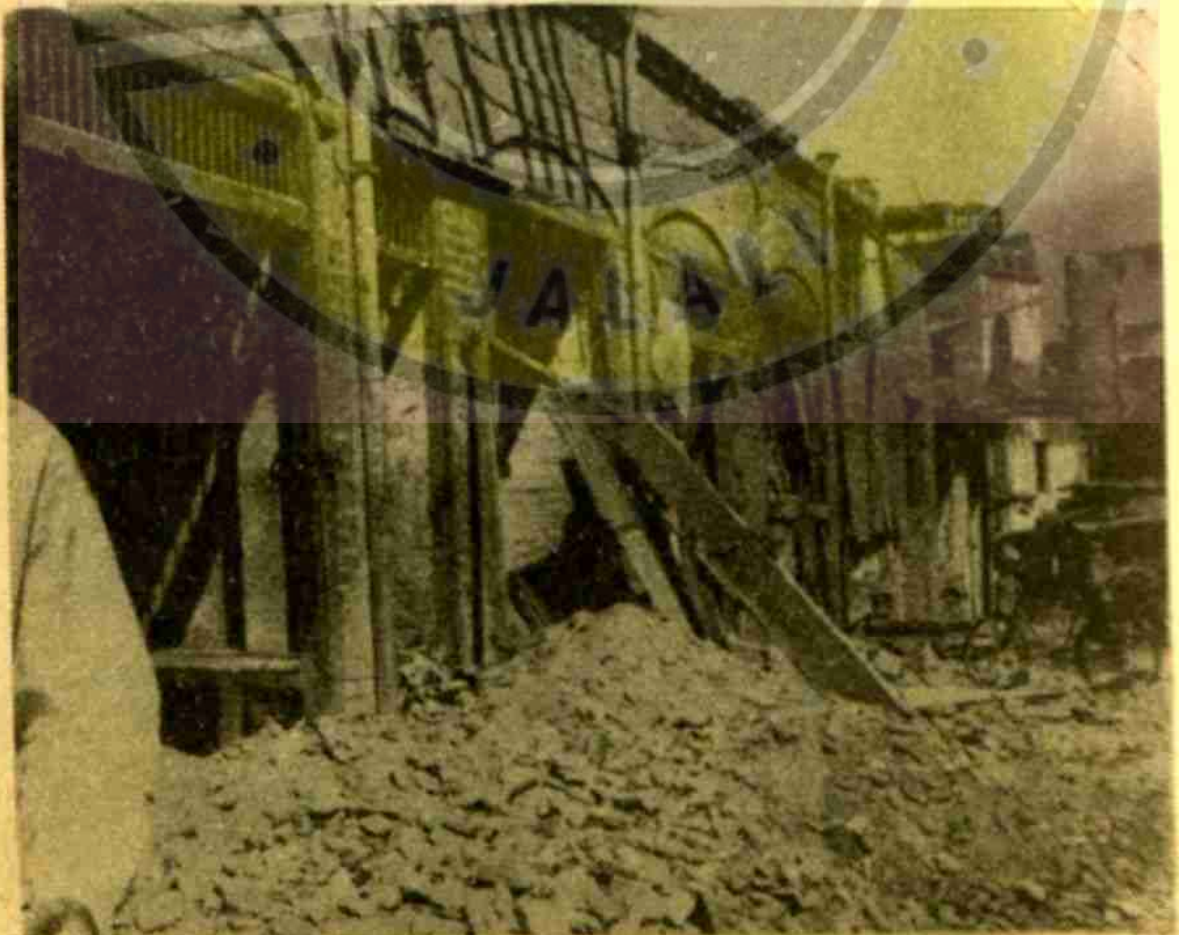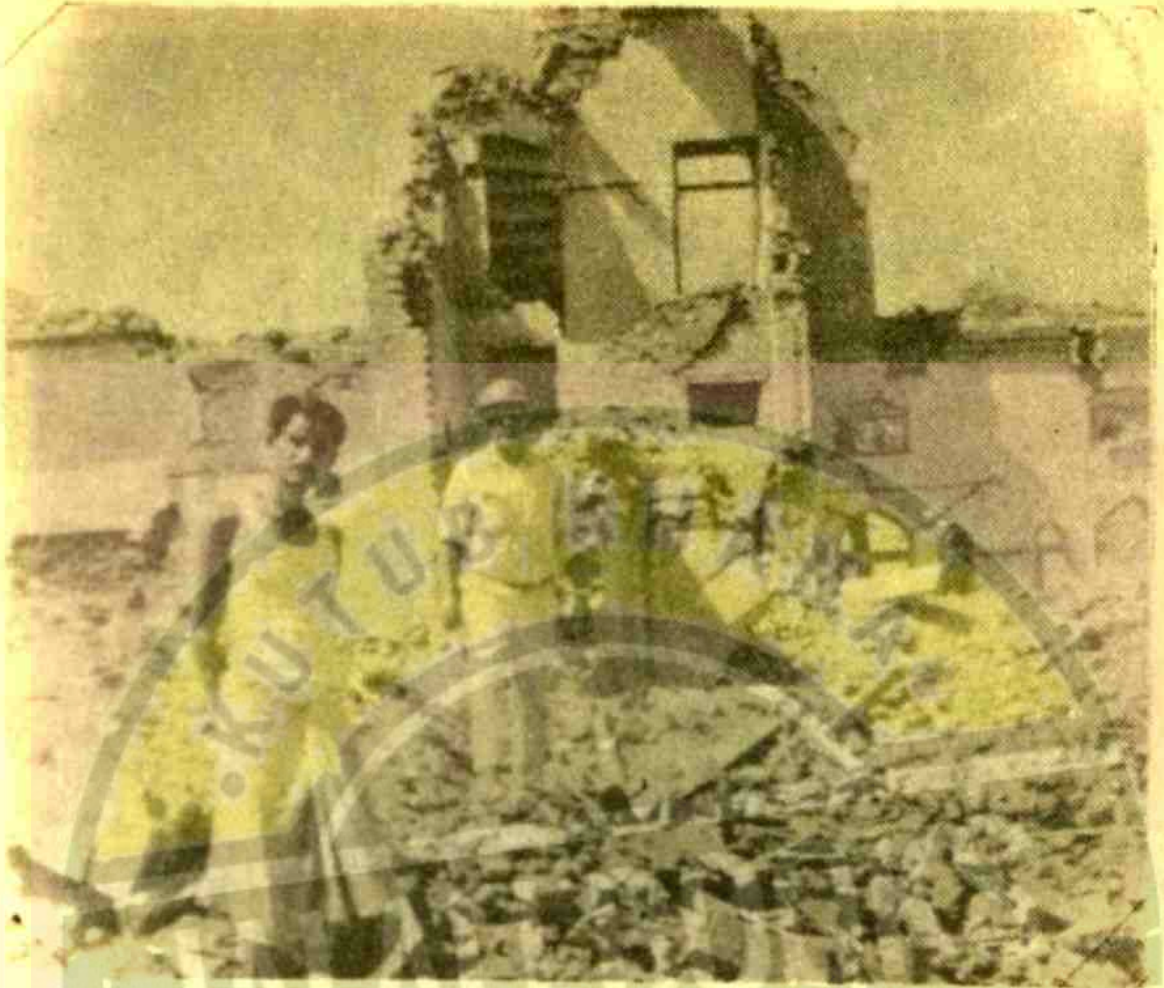
سیالکوٹ کی دو عظیم الشان عمارتیں بھارتی بربریت کی منہ بولتی تصویریں

حملہ کا کوئی علم نہیں تھا۔ رضا کاروں کی سیٹیاں گونجنے لگیں۔ دشمن کے ہوائی جہاز نے سیالکوٹ کے قلعہ کا چکر لگایا ـــ اور پھر یک دم ایک دھماکا ہوا کہ دور دور تک کے مکانوں کی چھتیں لرز گئیں۔ درو دیوار بج اٹھے اور لوگ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھے۔ سُرخی مائل غبار کی چادر پھیل گئی۔ چند منٹ تک شہر پر سکتہ کا عالم طاری رہا۔ پھر بیداری کی لہر دوڑنے لگی۔ لوگوں کا شور بڑھنے لگا۔ قیامت خیز دھماکے کی وجوہ معلوم کرنے کی خاطر لوگ گھروں سے باہر نکل آئے۔ رضا کار جائے حادثہ کی طرف دوڑ رہے تھے سارا شہر جاگ پڑا تھا، چاندنی سوگوار تھی، اور اس کے سائے کانپ رہے تھے۔ قلعہ سے جنوب کی طرف بازار کلاں اور گھاس منڈی کے درمیانی حصہ پر دشمن کے طیارے نے ہزار پونڈ وزنی بم گرایا تھا۔ اور سارا علاقہ ملبہ کا ڈھیر بن گیا تھا۔ شہر کا یہ خوبصورت ترین حصہ دشمن کی کمینگی کی برہنہ تصویر تھی۔ دور دور تک مکانوں کے مضبوط دروازے ٹوٹ گئے تھے۔ مکانوں کی دیواروں میں شگاف پڑ گئے تھے۔ دروازوں اور کھڑکیوں کے شیشے ٹوٹ کر گلیوں میں بکھر گئے تھے۔ سارا شہر جائے حادثہ پر اُمڈ آیا تھا۔ لوگوں کی مٹھیاں کسی ہوئی تھیں اور خون جوش مار رہا تھا۔ اس علاقہ میں رہائشی آبادی کم تھی۔ پھر بھی گلی گلڑیاں میں رہائش پذیر غریب کمیوں کی زندگیاں ختم ہو چکی تھیں۔ ایک دو منزلہ چوبارے میں مقیم ڈی۔سی آفس کا ریڈر محمود، اس کا بہنوئی، بہن اور پانچ بچے شہید ہو چکے تھے۔ اس کی بیوی اور دو بچے معجزانہ طور پر بچ گئے تھے۔ پرائمری اسکول کا ماسٹر اسکول کے ایک کمرہ میں تہجد کی نماز ادا کر رہا تھا۔ سارا اسکول تباہ ہو گیا لیکن وہ کمرہ محفوظ رہا۔ اور اسے ملبہ ہٹا کر بہت دیر بعد باہر نکالا گیا۔ شہر کے حسن کو داغدار بنا کر دشمن اس

غلط فہمی میں مبتلا ہو گیا تھا کہ پہلے حملہ کے بعد دوسرے حملہ کی شدت سے لوگ سراسیمگی کی حالت میں شہر خالی کر دیں گے۔ لیکن لوگ تو شہادت حاصل کرنے والوں پر رشک کر رہے تھے۔ بھارتی جارحیت پر نفرین بھیج رہے تھے۔ صبح صادق کے آثار نمودار ہو رہے تھے قلعہ کے چاروں طرف کا علاقہ بمباری سے شدید طور پر متاثر ہوا تھا۔ تباہ کاری کا منظر صبح کے اُجالے میں نمایاں ہوتا جا رہا تھا۔ چوک سنی اعتبار شاہ سے لیکر چوک کنک منڈی تک، گھاس منڈی سے چوک علامہ اقبال تک، علامہ اقبال روڈ سے اڈہ شہباز خان تک، اور اڈہ شہباز خاں سے اقبال روڈ تک کا سارا علاقہ خستگی کی حالت میں تھا، دکانوں کے دروازے ٹوٹے ہوئے تھے۔ لوہے کے راڈ ٹیڑھے ہو گئے تھے۔ چھتوں کے گارڈر بل کھا گئے تھے۔ خوبصورت دکانوں کا قیمتی سامان اور سوناروں کی دکانوں سے سونا چاندی کے زیورات بازاروں میں بکھرے پڑے تھے۔ وہ سامان جسے دیکھ کر جی للچانے لگتا تھا، جس کی خرید کی استطاعت نچلے طبقہ میں نہ تھی، جس کے حصول کی خاطر طرح طرح کے پاپڑ بیلنے پڑتے تھے، وہی سامان اپنا مرکز کھو چکا تھا، وہ جا بجا بکھرا پڑا تھا۔ لیکن کسی کے دل پر لالچ نے معمولی سی خراش بھی پیدا نہ کی تھی۔ کسی نے کمر جھکانے کی جرأت تک نہ کی تھی۔ کسی کی نیت میں فتور پیدا نہ ہوا تھا لوگوں کے دلوں پر سے اعلانِ جہاد نے سارا زنگ دور کر دیا تھا۔ ان کے شعور کی کایا پلٹ چکی تھی۔ وہ اور ہی رنگ میں رنگے گئے تھے۔ وہ ایک دوسرے کے لئے غیر نہ رہے تھے۔ کلمۂ توحید کی عظمت ان کے روئیں روئیں سے ہویدا تھی۔ وہ اس قیمتی سامان کی حفاظت کر رہے تھے۔ کچھ وہاں پر حلقہ بنائے پہرہ دے رہے تھے۔ ایک سوئی تک بھی اٹھائی نہ گئی تھی۔ تنگ گلی کی مسجد کے ساتھ ریشمی اور گرم کپڑے کی خوبصورت

دکانیں، ایمبرائڈری ورکس کی مشہور دکانیں، درزیوں کی اونچی دکانیں۔ فوٹوگرافی اور کراکری کی مال سے بھری ہوئی دکانیں ـــ ساری کی ساری ملبے کے ڈھیر میں گم ہو چکی تھیں۔ پرائمری سکول کی عمارت اپنا نشان کھو چکی تھی۔ قلعہ کی تاریخی دیوار ڈھے گئی تھی۔ گورنمنٹ کمرشل سکول کی چھتیں گر چکی تھیں۔ کمیٹی اور ڈسٹرکٹ بورڈ کی عمارتوں کو نقصان پہنچا تھا۔ لیکن اس تباہی پر بھی لوگ ہراساں نہ ہوئے تھے۔ ان کے حواس دشمن کے خوف سے آزاد تھے۔ موت انہیں بزدل نہ بنا سکی تھی۔ تباہ حال مسجد کی بُرجیاں دشمن کی عبرت ناک شکست کی پیشین گوئی بن گئی تھیں ـــ!

سارا دن لوگ ملبہ اٹھاتے رہے تھے۔ سامان کو محفوظ جگہ پر پہنچاتے رہے تھے۔ اور پاک فوج کی توپیں دشمن پر گولی برساتی رہی تھیں ـــ!

چونڈہ کی ایک مسجد جو دشمن کی گولہ باری سے شہید ہو گئی۔
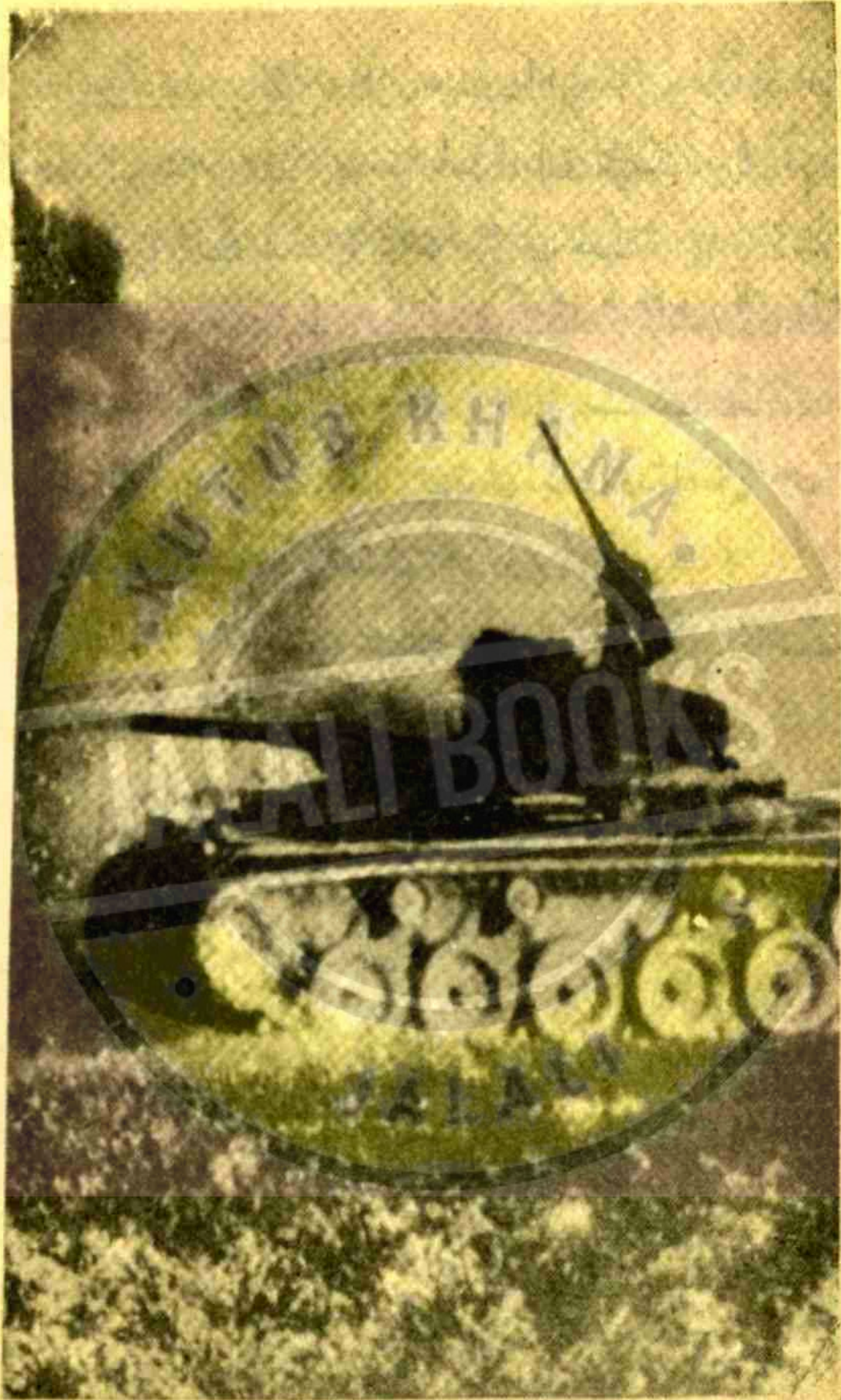
پاکستانی ٹینک

دشمن پر زبردست گولہ باری کر رہا ہے

غازی بڑھے ہیں لب پہ ہے پیغامِ مصطفےٰ

سیالکوٹ کے عقب میں چار تا دس میل دور تقریباً تیس میل لمبی اور پانچ تا دس میل چوڑی پٹی میں تاریخ کی سب سے بڑی مشینی لڑائی شروع ہو گئی تھی ۔ تصور کیجئے ۔ کہ یہ ایک چھوٹا سا میدان تھا جس میں ایک لاکھ سے زیادہ انسان ، چھ سو ٹینکوں اور ہزاروں دوسرے خود کار ہتھیاروں کے ذریعے برسرِ پیکار تھے ۔ آسمان جٹ طیاروں کی مار پچھاڑ ، اور زمین بموں اور گولوں کی گھن گرج سے گونج رہی تھی ۔ ستر ہزار دشمن کے سپاہیوں کو چند ہزار پاک فوج کے جانبازوں نے شکست سے ہمکنار کر دیا تھا ۔ زندگی اس طرف بھی تھی جو ایک مقدس فرض تھی جسے ادا کرنے کی خاطر سپاہیوں پر وارفتگی کی کیفیت طاری تھی ۔ اور زندگی اُس طرف بھی تھی جو بد حواسی میں ڈگمگا رہی تھی ، جسے موت کی دہشت نے بدحواس بنا دیا تھا ۔ اِس طرف کے جانفروش دشمن پر بڑھ چڑھ کر وار کر رہے تھے ۔ جامِ شہادت نوش کرنے کی تمنا میں دشمن کی صفوں کو اُلٹ پلٹ رہے تھے ۔ اور اسطرف کے بے مقصد لڑنے والے فوجی خود کار اسلحہ کی فراوانی کے باوجود جانیں بچانے کی فکر میں تھے ۔ انہیں شراب پلا پلا کر آگے دھکیلا جاتا تھا ۔ اور وہ کوئی جوہر دکھانے کی بجائے لقمۂ اجل بنتے جا رہے تھے ۔

میجر دوست محمد حیات (فرنٹیئر فورس) اپنی کمپنی کے ساتھ چاروہ میں تھے۔ دشمن نے اس علاقہ میں ایک بریگیڈ کے ساتھ حملہ کیا۔ اس کے ساتھ ہی دشمن کے ٹینکوں نے فائرنگ شروع کردی۔ ایک گڑگڑاہٹ پیدا ہوئی جیسے آتشیں مال گاڑیاں آپس میں ٹکرا گئی ہوں۔ جیسے چٹانیں لڑھک لڑھک کر سمندر میں گر رہی ہوں۔ جیسے اسلحہ خانہ میں آگ لگ گئی ہو! میجر دوست محمد حیات کے لئے یہ موقع بڑا صبر آزما تھا۔ ان کا دستہ صرف اسّی جوانوں پر مشتمل تھا۔ لیکن وہ بھاگنے کے بجائے مقابلہ پر ڈٹا رہا۔ اس نے یوں جوابی حملہ کیا جیسے اس کے ساتھ دنیا کی بے پناہ طاقت ہو۔ اور واقعی خدا کی نصرت اس کے ساتھ تھی۔ خدا کے فرشتے اس کی مدد پر آسمان سے اُتر آئے تھے۔ اسّی جوانوں نے دشمن کے ایک بریگیڈ کو آگے نہ بڑھنے دیا۔ آہنی دیوار بن گئے۔ پہلا ٹینک تباہ کیا گیا تو اُن کے حوصلے اور بڑھ گئے ـــ دوسرا اور تیسرا ٹینک تباہ کرنے کے بعد تو انہیں یقین ہو گیا کہ واقعی کوئی غیبی قوت ان کی پشت پناہی کر رہی ہے ـــ ساری رات جنگ جاری رہی۔ اور جب تک اس دستہ کو مقام محفوظ پر آنے کے لئے ہائی کمان سے حکم نہ ملا، وہ دشمن کی فوج میں تباہی مچاتے رہے۔

ڈالو والی کے محاذ پر صوبیدار نے اندازہ لگا لیا کہ دشمن کی ٹڈی دل فوج رکتے رکتے بھی بہت آگے نکل جائے گی۔ اس کے دستہ نے اپنے آگے کی طرف مائنز بچھا دیں اور خود پیچھے ہٹ گیا۔ دشمن کے ٹینک جھومتے ہوئے سرکشی کے انداز میں آگے بڑھ رہے تھے۔ انہوں نے رُخ بدل کر اُس طرف سے آگے بڑھنا چاہا جہاں پر مائنز نہ بچھائی گئی تھیں۔ صوبیدار چند لمحوں کے لئے تو سکتہ میں رہ گیا۔ اب موت یقینی تھی۔ اور بھاگنے سے ملک کی سلامتی خطرے میں پڑ جاتی تھی۔ دشمن کے ٹینک اب اتنے قریب

آچکے تھے۔ کہ وہ اُس کی توپ کے نشانہ کی زد میں نہ آسکتے تھے۔ تذبذب کا عالم چند لمحے جاری رہا۔ اور پھر کسی اَن جانی طاقت نے اُسے حکم دیا کہ وہ توپ کا فائر کھول دے۔ حالانکہ یہ جنگی اصول کے خلاف ہی تھا۔ پھر بھی فائر کھول دیا گیا۔ پہلا گولہ توپ نے اُگلا۔ اور اُس نے سب سے آگلے ٹینک میں شگاف ڈال دیا۔ غصہ کھاکر دوسرا ٹینک آگے بڑھا۔ اور وہ بھی تباہ کر دیا گیا۔ تیسرے ٹینک کے پرخچے اُڑ گئے۔ اور دشمن ٹھٹھک کر رہ گیا۔ آگے بڑھنے کی اُس میں سکت نہ رہی۔ وہ پیچھے ہٹنے لگا۔ تھوڑے وقفے بعد وہ پھر بپھر کر آگے بڑھا۔ اور مجاہدین کی توپ پھر آگ اگلنے لگی۔ تیسری بار دشمن نے وہ سمت اختیار کی جہاں مائنز بچھی ہوئی تھی۔ اس بار توپ تو خاموش رہی اور دشمن کے سپاہی مائنز کا نشانہ بننے لگے۔ ان کے کٹے ہوئے اعضاء دور دور تک بکھر گئے۔ ان کا اسلحہ کھیتوں میں پھیل گیا اور جب نیا سورج طلوع ہُوا تو سارا علاقہ دشمن کی لاشوں سے اٹا پڑا تھا۔ اور پاکستان کے فوجی جوان فتح کے ترانے گا رہے تھے۔

دشمن کے سپاہی نالہ ڈیک کو عبور کرکے ظفروال کے مشہور قصبہ میں گھس آئے تھے۔ رات کی خاموشی سے فائدہ اٹھاکر انہوں نے نہتے عوام کو اپنی بربریت کا نشانہ بنانا شروع کر دیا تھا۔ پاک فوج کو جب اس بزدلانہ حملہ کی خبر پہنچی تو قلیل تعداد میں ہونے کے باوجود وہ مردانہ وار آگے بڑھنے لگے۔ چاند کا چہرہ زرد پڑ گیا تھا۔ شیشم کے گھنے سایوں میں ہوا سسکیاں بھر رہی تھی اور نالہ ڈیک کی ریت پر خون کی تہہ جم گئی تھی۔

درختوں کے سایوں میں مجاہدین کی پیش قدمی جاری تھی۔ وہ دشمن پر کاری ضرب لگانے کے لئے آگے بڑھ رہے تھے۔ ظفروال سے آنے والے جنگی بگولوں

سے انہیں دشمن کی کثرت کا حال معلوم ہو چکا تھا۔ وہ اس کثرت سے خوف زدہ ہونے کی بجائے مشتعل ہو گئے تھے۔ جنگی لحاظ سے وہ ایک اہم جگہ پر ٹھہر گئے۔ ہر لمحہ بہت قیمتی بن گیا تھا۔ مجاہدین اس کی قیمت کا اندازہ لگا کر ایسا حملہ کرنا چاہتے تھے، کہ قلت کثرت پر حاوی ہو جائے۔ ایک جوان نے سرشاری کے عالم میں کہا۔ "دشمن کو اگر ہماری پوزیشن کا علم ہو گیا تو ہم سب گھیرے میں آجائیں گے اور ظفروال کی فتح کا وقت ہم سے دور ہو جائے گا۔ میں نے ایک منصوبہ بنایا ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کیا سعادت ہو سکتی ہے کہ اس سرزمین پر مجھے شہادت حاصل کرنے کا موقع مل جائے میں جیپ میں بیٹھتا ہوں۔ آپ اس پر پٹرول چھڑک کر آگ لگا دیں۔ پھر دیکھیں قدرت کیا کرشمہ دکھاتی ہے"۔۔۔ سب جوان پہلے تو دم بخود رہ گئے۔ پھر ہر ایک کے دل میں شہادت کا جذبہ مچلنے لگا۔ جیپ کو آگ لگا دی گئی۔ جانباز فوجی نے جیپ کی رفتار تیز کر دی۔ دشمن نے آگ کے غبار کو تیزی سے اپنی طرف بڑھتے دیکھا۔ تو اسے کوئی آفت سمجھ کر ان کے چہرے فق ہو گئے۔ وہ ابھی سنبھلنے بھی نہ پائے تھے کہ جیپ ان میں گھس گئی۔ انہیں روندتی ہوئی اسلحہ کے ذخیرہ سے جا ٹکرائی۔ ایک قیامت خیز دھماکہ ہوا۔ اور زمین کا سینہ دہل گیا۔ اور دشمن میں بھگدڑ مچ گئی۔ وہ بدحواسی کے عالم میں جس طرف منہ اٹھا بھاگنے لگے۔ پاک فوج کے جانباز پوزیشن لئے بیٹھے تھے۔ انہوں نے فائر کھول دیا۔ ظفروال کی زمین دشمن کے خون سے اپنی پیاس بجھانے لگی۔

میجر دلاور حسین بٹ جب اپنی کمپنی سمیت ظفروال پہنچے۔ تو دشمن ان کے توپ خانہ کے سامنے نہ ٹھہر سکا۔ ان کی مدت سے آرزو تھی کہ وہ حق و باطل کے

بھارتی بزدل رات کے اندھیرے میں ایک سرحدی گاؤں میں گھس رہے ہیں

پاکستانی ٹینک اور سرفروش سپاہی مردانہ وار آگ برساتے دشمن کے پیچھے بھاگ رہے ہیں

بھارتی ٹینک اپنے قبضہ میں کرنے کے بعد پاکستانی مجاہدین غیر ملکی صحافیوں کے ساتھ۔

معرکہ میں شریک ہونے کی سعادت حاصل کر سکیں۔ یہ سعادت انہیں سترہ سال بعد حاصل ہو گئی۔ وہ دل کے سارے ارمان پورے کرنے کے لئے بیتاب ہو رہے تھے۔ وہ دیوانہ وار دشمن پر ٹوٹ پڑے۔ وہ اس طرح دشمن کو دیکھتے ہی اس پر جھپٹتے تھے جیسے عقاب اپنے شکار پر جھپٹتا ہے۔ وہ اس وقت تک دشمن کا پیچھا نہ چھوڑتے تھے، جب تک وہ نظروں سے غائب یا فنا نہیں ہو جاتا تھا۔ وہ ایک حملہ کے دوران میں تین روز تک کچھ کھائے پیئے بغیر بھارتیہ کا شکار کرتے رہے ایک رات وہ ظفروال کے کچے مکان کے صحن میں بیٹھے محاذ جنگ کا نقشہ دیکھ رہے تھے کہ ایک گولہ مکان کے اندر آکر پھٹا۔ انہوں نے اپنے توپچی کو آواز دی۔ کہ دشمن کا توپچی اب دوسرا گولہ نہ مار سکے۔ اور خود شکستہ مکان کی کھڑکی سے کود کر دشمن پر قہر بن کر گرے۔ واقعی دوسرا گولہ اس طرف نہ آسکا۔ اور دشمن کے توپچی کی ہڈیاں تک بکھر گئیں۔ وہ انتہائی مختصر تعداد میں ہونے کے باوجود اس بے جگری سے لڑے کہ دشمن کے لئے بھاگنے کے سوا اور کوئی چارہ کار ہی نہ رہا تھا اور آخری دن تک اسے پھر اس طرف بڑھنے کی جرأت نہ ہو سکی تھی۔

چونڈہ کی طرف سے سیالکوٹ پر عیارانہ حملہ کرنے والے دشمن کی طاقت کے سامنے ۲۵ کیولری رجمنٹ آہنی دیوار بن کر کھڑی ہو گئی۔ دشمن کا یہ منصوبہ بڑا خطرناک تھا۔ لیکن اس نے ہماری قومی اندار، اتحاد، تنظیم، یقینِ محکم کی نئے سرے سے بنیاد ڈال دی۔ اور ہماری فوج نے وہ کارنامے دکھائے کہ اقوامِ عالم انگشت بدنداں رہ گئی۔

۲۵ کیولری رجمنٹ نے جسراں کے مقام پر پہلے دن کی کارکردگی میں یہ ثابت

کر دیا کہ اس قوم کے افراد اور پاکستانی فوج پر کوئی زمینی طاقت فتح حاصل نہیں کر سکتی۔ اس رجمنٹ نے وہ جوہر دکھائے کہ اسے "فولادی" کے لقب سے نوازا گیا۔

بھارتی فوج میں — ایک آرمرڈ ڈویژن — فخر ہند کیولری — کالا ہاتھی کیولری چوتھا ہارس ڈویژن۔ ۲۰ کیولری — ساتویں کیولری — چھٹا پہاڑی ڈویژن — اور ایک موٹر رائٹل انفنٹری بریگیڈ تھے۔ آگ اور خون کے اس سامان کو تقویت پہنچانے والی ۳۰۰ میدانی توپیں اور پچاس ہزار کے قریب جنگی سپاہی تھے — بھارتی جنگ سازوں کو اپنی فوج اور اسلحے کی کثرت پر ناز تھا

۲۵ کیولری رجمنٹ کے کمانڈنگ افسر نے اپنے بریگیڈیر کمانڈر عبدالعلی ملک کے حکم پر مورچے سنبھال لئے۔ میجر محمد احمد کمانڈر "بی" سکوڈرن بھلورہ کی طرف دشمن کی پیش قدمی روکنے کے لئے آگے بڑھنے لگے۔ ان کے دائیں بازو کی طرف میجر رضا خان اور میجر آفندی تھے۔ ... لڑائی کا آغاز بھاری توپوں کے گولوں سے کیا گیا۔ دھوئیں اور آگ کے طوفان میں اس رجمنٹ نے دشمن کو پیچھے دھکیل دیا۔ دشمن کی بکھری ہوئی لاشیں شمار میں نہ لائی جا سکتی تھیں۔ دشمن نے اپنے آپ کو پیچھے لے جا کر اپنے ایک اہم مورچے گڈگور میں پناہ لی — اس دوران میں لانس دفعدار اپنے ساتھیوں سے علیحدہ ہو گیا۔ جوشِ شہادت میں وہ آگے بڑھتا جا رہا تھا۔ دشمن کے چند ٹینکوں نے اس کے گرد گھیرا ڈال دیا۔ وہ دشمن پر برابر فائر کئے جا رہا تھا اور جب گرد و غبار کے سائے کچھ ہلکے پڑے تو دشمن کے ٹینکوں سے عطا محمد کچھ اور نزدیک ہو گیا۔ یہ ایسا وقت تھا کہ اچھے اچھوں کے اوسان خطا ہو جاتے ہیں۔ لیکن عشقِ محمدی کے پروانوں کے لئے تو یہ مقام باعثِ مسرت بنتے ہیں۔ وہ تو ہمیشہ ایسے ہی مقامات

محمد موسیٰ کمانڈر انچیف افواج پاکستان فائر بندی کے بعد ایک محاذ پر فوجی جوانوں کی بہادری کی تعریف کر رہے ہیں۔

کی تلاش میں رہتے ہیں۔ اسکے توپچی غلام جیلانی نے بہترین نشانہ بازی کرتے ہوئے دشمن کے چار ٹینک تباہ کر دیئے۔ اور اسطرح چونڈہ کے اس تاریخی کارزار نے پہلا جنگی ہیرو پیش کیا۔ میجر آفندی کو وائرلیس پر خبر ملی کہ اس کی رجمنٹ کو پہلی شہادت کا شرف حاصل ہوا ہے سوار محمد کریم جو سب سے آگے اگلے سکویڈرن میں تھا، دشمن کے ایک وار سے شہید ہو گیا۔ میجر آفندی غصے سے تڑپ اٹھے۔ اور انہوں نے اس کا بدلہ دشمن کے چار ٹینک تباہ کر کے لیا۔ اور اس طرح دشمن نے پہلے مرحلے میں اپنے آٹھ ٹینکوں سے ہاتھ دھو دیئے۔ دشمن کو برابر کمک پہنچ رہی تھی۔ وہ گڈگور کے مقام کو ہر قیمت پر اپنے قبضہ میں رکھنا چاہتا تھا۔

میجر رضا نے گڈگور سے دشمن کو نکالنے کا ایک منصوبہ بنایا۔ ٹینکوں کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ شام کے بعد صبح تک کوئی کارکردگی نہیں دکھا سکتے۔ دشمن کا یہ بھی اندازہ تھا۔ کہ پاک فوج کے سپاہی تھک چکے ہونگے۔ اس لئے ان سے کسی بڑے حملے کی توقع نہیں ہو سکتی۔ لیکن میجر رضا اپنے منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کیلئے طلوع سورج غروب ہونے سے قبل ہی اپنے سکویڈرن کیساتھ دشمن کی صفوں میں جا گھسے، اب ٹینک سے ٹینک ٹکرا چکے تھے۔ "اللہ اکبر" اور "یا علی مدد" کے نعروں سے فضا گونج اٹھی تھی۔ پاک فوج کے سرفروشوں نے سنگینیں چڑھالی تھیں اور وہ یوں دشمن کا سینہ چھلنی بنا رہے تھے۔ جیسے دشمن کے سپاہیوں کی بجائے انکے سامنے گیلی مٹی کے بُت کھڑے ہوں۔ دشمن کی فوج میں چیخ و پکار مچ گئی تھی۔ جان بچانا انکے لئے ناممکن ہو گیا تھا۔ دشمن کے مورچے تباہ ہو رہے تھے۔ ٹینکوں کے پرخچے اڑ رہے تھے۔ جانفروش ٹینکوں پر ہینڈ گرنیڈ سے حملے کر رہے تھے۔ انکے ڈھکنے اٹھا اٹھا کر موت کو اندر داخل کر رہے تھے۔ اور شام کے وقت تک دشمن گڈگور سے بھاگ چکا تھا۔ سارے محاذوں پر تین دن کی لڑائی میں دشمن کے ۱۲۶ ٹینک تباہ ہو چکے تھے۔ ۵ امیدانی توپوں اور اسلحہ سے بھری ہوئی بیس گاڑیوں پر قبضہ کر لیا گیا تھا اور دو طیارے گرائے گئے تھے۔

ہم ہیں نشانِ عظمتِ آدم لئے ہوئے

آج ہر طرف جہاد کی پکار گونج رہی ہے۔ بوڑھے، جوان، عورتیں، بچے سب اسی مئے حیات افروز سے سرشار ہیں ــــ یقیناً اصلی اور بڑا جہاد وہی ہے۔ جسے ہمارے محبوب سپاہی مورچوں پر لڑ رہے ہیں۔ اپنے خونِ مقدس کی روشنی میں اپنے خنجرِ شجاعت ڈبو ڈبو کر قوم کی تقدیرِ نَو لکھ رہے ہیں. لیکن مورچوں کا بڑا جہاد بھی جاری رہ سکتا ہے کہ اس پیچھے قومی زندگی کے سارے مورچوں پر، مختلف شعبوں میں بھی جذبۂ جہاد کے تحت کام ہوتا رہے۔ ہمارے کسان کھیتوں میں، ہمارے مزدور کارخانوں میں، ہمارے افسران اور ملازمین دفتروں میں۔ اور ہمارے تاجر بازاروں میں اپنے اپنے حصہ کا فرض سرگرمی اور دیانت داری سے سرانجام دے کر جہاد میں حصہ دار ہیں۔

اے سرزمینِ سیالکوٹ! تجھے اقبال کو پروان چڑھانے کا فخر حاصل ہے۔

اے سرزمین سیالکوٹ! تو سامراج اور فسطائیت کے لئے پیغامِ موت بن گئی ہے۔

اے سرزمین سیالکوٹ! تجھے یاد ہے جب فیروز تغلق کے وقت مہاراجہ کشمیر نے سیالکوٹ کے ایک نوجوان سید مراد شاہؒ کو چند پنڈتوں کے ایما پر شہید

کروا ڈالا تھا۔ جب فیروز تغلق کے پاس اس ظلم کی فریاد پہنچی تو بادشاہ نے امام علی الحق کی سرکردگی میں راجہ کی گوشمالی کے لئے فوج بھیجی تھی۔ اور امام صاحبؒ نے یہاں پہنچ کر ظلم کی بنیادیں اکھاڑ دی تھیں۔ امام صاحبؒ کے بھانجے امام سرخروؒ نے قلعہ کی فتح کے وقت وہیں پر جام شہادت نوش کیا تھا۔ اس معرکۂ حق و باطل میں امام صاحب خود بھی زخمی ہو گئے تھے ـــ ان کا روضہ آج بھی مرجع خاص و عام ہے۔

اے سرزمینِ سیالکوٹ! تیرے دامن میں جہاں ایسی ایسی بزرگ ہستیاں آرام فرما ہیں، وہاں دشمن کے ناپاک قدم کیسے پڑ سکتے ہیں۔

اے سرزمینِ سیالکوٹ! ہم دشمن کو صاف صاف کہہ رہے ہیں کہ ہم ایسے مورچے پر ہیں، جہاں سے ہٹ جانے کا کوئی راستہ ہمارے سامنے نہیں ہے ہمارے سامنے دو ہی راستے ہیں ـــ باطل کی سرکوبی ـــ یا ـــ شہادت کی موت!"

ہم گنہ گار اور شیدائیوں کی طرف سرورِ دو جہان کی خاص نظر ہے
آسمانوں پر برق تپاں اور زمین پر دہکتے ہوئے الاؤ ہیں۔

پھول روندے ہوئے ـــ غنچے مسلے ہوئے، شاخیں ٹوٹی ہوئی ـــ اور پتے بکھرے ہوئے ہیں۔

خطۂ پاک ـــ ہمارے خوابوں کی سرزمین ـــ تجربہ گاہِ افکار و اقدار دیں! اپنے دامن میں بے گناہوں کے خون کو سجائے ہوئے ہے۔

اور شاہراہوں پر غازیوں کی قطاریں رواں ہیں۔ یہ ملت کے پاسبان

مئے توحید سے سرشار ہیں۔ ان کا ایک ہی مدعا اور ایک ہی آرزو ہے۔ ایک ہی منتہا اور ایک ہی لگن ہے — یہ غازی — یہ سرفروش — آقائے نامدار کی عزت پر کٹ مرنے کے لئے بڑھے چلے جا رہے ہیں۔

یہ زندگی کے واسطے — راستی کے واسطے — حق رسی کے واسطے۔ موت سے کھیل رہے ہیں۔

ہر طرف نئی امنگ اور نئی ترنگ ہے۔

ان کی چال میں کوندے کی لپک ہے — ان کی آواز میں بجلی کی کڑک ہے،

یہ شمع نبیؐ کے پروانے — باطل کو مٹانے کے لئے آنکلے ہیں۔

یہ توحید کے نغمے گاتے ہوئے — ملّت کا علم لہراتے ہوئے — محاذ کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ اور سارا شہر انہیں عقیدتوں کے نذرانے پیش کر رہا ہے — سڑک کے دو رویہ لوگ کھڑے نعرے لگا رہے ہیں — غازیوں کے نعروں کا جواب دے رہے ہیں — ان پر پھول برسا رہے ہیں — انہیں مٹھائی اور شربت پیش کر رہے ہیں — بچے، جوان اور بوڑھے سبھی باز و لہرا لہرا کر اپنے جوش کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔

اے سرزمینِ سیالکوٹ! —

تو اُجلی صبحوں اور ہنستے ہوئے دنوں کا شہر ہے۔

تو چہکتے پھولوں اور مسکراتے ہوئے ستاروں کا شہر ہے۔

تو فقر و غنا اور نور و ضیا کا شہر ہے۔

تو صبر و رضا اور مہر و وفا کا شہر ہے۔

تو اہلِ خودی اور اہلِ خدا کا شہر ہے۔

اے سرزمینِ سیالکوٹ! دشمن نے بم برسا کر اور بمباری کر کے دیکھ لیا۔ مگر تیرے جیالوں کے قدم نہ ڈگمگا سکے — بازاروں میں اب بھی وہی رونق ہے — منڈی میں اناج کے ڈھیر لگے ہوئے ہیں — کارخانوں میں کاریگروں کا ہجوم ہے — لوگ اب بھی ہنس رہے ہیں — وہ عدو کو دیکھ کر مسکرا رہے ہیں — اجل کی آنکھوں سے آنکھیں لڑا رہے ہیں۔

ہم ہی وہ ملت ہیں — جس نے دنیا کو زندگی دی ہے — اسے صداقتوں کا شعور بخشا ہے — تاریکیوں کو روندا، اور اُجالوں کو حکمران کیا ہے۔

ہم جہاں سے بھی گزرے ہیں، موجِ بہار بن کر گزرے ہیں۔
جہاں ہمارا خون گرا ہے وہاں گلشن جھک رہے ہیں۔

اب ہم بھارتی سامراج کو کیسے خاطر میں لاسکتے ہیں —؟
اس کے غرور کے سارے بُت پاش پاش کر دیئے جائیں گے
اور — اُسے دنیا میں کہیں امان نہ ملے گی۔

سیالکوٹ کے جانباز شہری رضا کار جنہوں نے دفاعِ وطن کے لئے نمایاں کام سرانجام دیا۔

ہیں دشمنوں کیواسطے ہم ضربِ حیدری

سیالکوٹ جموں سیکٹر بلوچ رجمنٹ کے جانبازوں کی شجاعت کے کارناموں سے چمک رہا تھا۔ سورج کی تپش میں اگرچہ فرق پڑ چکا تھا، لیکن معلوم ہوتا جیسے سارا میدان انگاروں سے بھرا پڑا ہے۔ مجاہدین بجلی کے کوندے کی مانند لپکتے تھے اور آنِ واحد میں دشمن کو جلا کر خاک کر دیتے تھے۔ اس رجمنٹ کے ایک اعلیٰ افسر نے بھرپور یقین کے ساتھ کہا تھا کہ اس محاذ پر انہیں ٹینکوں کے استعمال کی ضرورت ہی محسوس نہ ہوئی۔ کیوں کہ اس مقصد کے لئے ان کے شکاری جوان ہی کافی تھے۔

اس حقیقت کو جھٹلایا نہیں جا سکتا کہ جوانوں نے جو معرکے اس سیکٹر میں سر انجام دیئے، عقل کی رسائی ان تک ناممکن ہے۔ عقل کی سرحد ختم ہونے پر عشق کا مقام شروع ہوتا ہے۔ اور عاشقِ رسولؐ اپنی راہ میں کسی سنگِ گراں کو خاطر میں نہیں لا سکتے تھے۔

سورج ابھی غروب نہ ہوا تھا۔ گھمسان کی جنگ جاری تھی۔ دشمن کو برابر کمک مل رہی تھی۔ وہ اپنے سپاہیوں کو زبردستی آگے دھکیل رہا تھا۔ دشمن کی فوج میں مسلمان سپاہی بھی تھے۔ اور غیر مسلم سپاہیوں کو یقین ہو چکا تھا کہ کلمہ

طیبّ کی مدد ہی سے وہ آگ کی بارش سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔ وہ مسلمان سپاہی کو اپنے درمیان میں رکھتے تھے۔ اور انہیں کہتے تھے کہ اونچی آواز میں کلمہ طیب کا ورد کرتے رہو۔ بے مقصد اور مجبوری سے فائدہ اٹھا کر سپاہیوں کو جنگ کی بھٹی کا ایندھن بنانے والا دشمن ـــ اندھا، بہرہ اور گونگا بن چکا تھا۔ اس پر ایک ہی بھوت سوار تھا۔ کہ کسی طرح سیالکوٹ سے گزر کر جی ٹی روڈ پر قبضہ جما لیا جائے۔ اس مقصد کی خاطر وہ اپنے سپاہیوں کو گاجر مولی کی طرح کٹوا رہا تھا۔ جنگ شدت اختیار کرتی جا رہی تھی۔ پاک فوج کے ایک افسر نے منصوبہ بنایا کہ کسی طرح اگر اس فوج کے عقب میں پہنچ کر حملہ کیا جائے تو دشمن کا وہی حشر ہو گا جو گندم کا چکی کے دو پاٹوں میں پس کر ہوتا ہے۔ اس منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کی خاطر اس نے چند جوان اپنے ساتھ لئے۔ اور دو تین میل کا چکر لگا کر ایسے مقام پر پہنچ گیا، جہاں دشمن کو اسکی موجودگی کا علم نہ ہو سکتا تھا۔ وہ محتاط انداز میں اپنے جوانوں کے ساتھ آگے بڑھنے لگا۔ ایک دوسرے محفوظ مقام پر پہنچ کر اس نے اپنے جوانوں کا جائزہ لیا۔ اور وہ دم بخود رہ گیا۔ چند لمحے سکتہ کے عالم میں گزر گئے۔ کیوں کہ اس کے آس پاس اپنے چند جوانوں کی بجائے ہزاروں کی نفری تھی۔ وہ ایسے سپاہی تھے۔ جن کی وردیاں سفید اور گہرے سبز رنگ کی تھیں۔ جن کے ہاتھوں میں پکڑی ہوئی تلواریں چمک رہی تھیں۔ جنکے نیزے بہت لمبے اور تیز تھے۔ وہ افسر یک دم مسکرا پڑا۔ کسی ان جانی قوت نے اس کے چہرے پر دمک پیدا کر دی۔ وہ کوئی آڑ لینے کی بجائے دیوانہ وار آگے بڑھنے لگا۔ ساری فوج اس کے ساتھ دوڑ لگا رہی تھی۔ دشمن کے پہنچتے ہی اس نے نعرہ لگایا ـــ اور فضا کی لامحدود وسعتیں ـــ "اللہ اکبر" کی گونج سے بھر گئیں ـــ

پاک فوج کے جانباز دشمن کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر ٹھکانے لگا رہے ہیں

دشمن کے سپاہی خوف سے تھر تھر کانپنے لگے۔ اس خدائی قہر سے بچنا ان کے لئے ناممکن ہو گیا تھا۔ وہ صحیح نشانہ لگانے سے قاصر تھے۔ ان میں بھگدڑ مچ گئی تھیں۔ وہ ایک دوسرے ہی کو لہولہان کر رہے تھے۔ دشمنوں کی ۱۸۔ کیولری کے ٹینک بے کار ہو گئے تھے۔ بکتر بند گاڑیاں ناکارہ بنا دی گئی تھیں۔ اور سپاہیوں کی لاشوں کے انبار لگ گئے تھے۔ دشمن دس ٹینک چھوڑ کر بھاگ کھڑا ہوا تھا جس طرح چونڈہ کا علاقہ دشمن کے ٹینکوں کا قبرستان بنا تھا۔ اسی طرح یہ علاقہ دشمن کے سپاہیوں کا مقتل بن گیا تھا — یہاں ایک محاذ پر چھ روز کی خونریز جنگ کے باوجود پاک فوج کے صرف تین جوان شہید ہوئے تھے۔ جبکہ ان سے لڑنے والے بھارتی فوجیوں کی لاشیں سڑکوں میں بھر کر اٹھائی گئی تھیں۔

چونڈہ کے محاذ پر اب بھی آگ اور خون کا طوفان برپا تھا۔ گڈگور پر پاک فوج کا قبضہ تھا۔ میجر رضا دشمن کی دستاویزات کی تلاش میں زخمی ہو گئے۔ ایک جوان نے فوراً فسٹ ایڈ بکس نکالا۔ اور مرہم پٹی کر دی۔ کاغذات محفوظ کر لئے گئے۔

دشمن کے طیارے پیدل فوج کی مدد کے لئے آ گئے۔ اس کے ساتھ ہی دشمن نے آرٹلری کے بم بارش کی طرح ہمارے مورچوں پر برسانے شروع کر دیئے۔ ان کے نشانوں کا یہ حال تھا کہ ان بموں نے ہماری فوج کے ارد گرد کی جگہ تباہ کر دی۔ لیکن جہاں ہمارے جوان تھے وہ جگہ محفوظ رہی۔

دشمن اپنے ٹینکوں کے ایک سکواڈرن کی تباہی کے بعد دوسرا اسکواڈرن لے آیا۔ ایجوٹنٹ میجر سکندر زخمی میجر رضا کی جگہ آ گئے تھے۔ آپ ایک جیپ میں تھے۔ جو سب سے آگے بڑی تیزی سے دشمن کے مورچوں کی طرف بڑھ رہی تھی۔

کہ اچانک وہ دشمن کے گھیرے میں آ گئے۔ ان سے تقریباً سو فٹ کے فاصلہ پر دشمن کے سینچورین ٹینک تھے۔ میجر سکندر نے کمال حاضر جوابی سے کام لیتے ہوئے اس سے پہلے کہ دشمن نشانہ باندھے، ایک محفوظ مقام پر پناہ لے لی۔ اب نائیک رسالدار کے لئے بچنے کا کوئی چارہ نہ تھا۔ اس نے شہید ہوتے ہوئے دشمن کے دو ٹینک تباہ کر دیئے اور آخر قوم کے اس جری سپوت سلطان نے دشمن پر کاری ضرب لگالی۔

جسرآن کے میدان میں دشمن اپنی ساری قوت کے ساتھ قسمت آزمائی کر رہا تھا۔ فورس کمانڈر بریگیڈیر عبدالعلی ملک کو اگرچہ یہ احساس تھا کہ دشمن کی گولہ باری نے جو خوفناک تباہی مچائی ہے اور جس شدت کے ساتھ وہ آگے بڑھنے کی سر توڑ کوشش کر رہا ہے، عام حالات میں پاک فوج اس کا مقابلہ نہ کر سکتی تھی۔ لیکن بریگیڈیئر عبدالعلی نے اپنی ذاتی مثالی شجاعت اور لیاقت سے نہ صرف فوج میں ڈٹے رہنے اور دشمن کا مقابلہ کرنے کا حوصلہ پیدا کیا، بلکہ دشمن پر مہلک ترین ضربات لگائیں۔ اور اسے مفلوج کر دیا۔ جسراں کا معرکہ تاریخ میں ہمیشہ تابندہ رہے گا۔

دشمن کا حملہ روکنے اور اسے تباہی سے ہمکنار کرنے میں بریگیڈیئر امجد علی خان کے توپ خانہ نے کمال جرأت کا ثبوت دیا۔ فوج کی شاندار بروقت امداد اور مؤثر کارروائی کی بدولت دشمن کو بھاری نقصان پہنچایا۔

دشمن پسرور روڈ کو پار کر کے سیالکوٹ کے گرد گھیرا ڈالنے اور ڈسکہ کو تاراج کرتے ہوئے جی۔ ٹی۔ روڈ پر قابض ہونے کی خاطر پاگل ہو گیا تھا۔ اسکے

پاگل پن کی بدولت ہی ٹینکوں کی سب سے بڑی لڑائی لڑی گئی۔ اور اسے شکست فاش کا ایسا گہرا زخم لگا کہ اس کا علاج کسی سامراجی طاقت کے پاس بھی نہ رہا۔ دشمن بار بار نئی کمک کے ساتھ حملہ کر رہا تھا معلوم ہوتا تھا جیسے آج کے بعد اسے جنگ کرنی ہی نہ پڑے گی۔ جیسے یہ اس کی طاقت کی آخری آزمائش ہو۔ جیسے اس کے بعد اسے اپنی فوج پر بالکل اعتماد نہ رہے گا۔ اس کا یہ حملہ شدید نوعیت کا تھا۔ پانچ میل کے کھلے میدان میں چیخ و پکار مچی ہوئی تھی۔ گھن گرج سے کانوں پڑی آواز سنائی نہ دے رہی تھی۔ کھیتوں کی مٹی خون سے تر ہو گئی تھی۔ شیشم کے گھنے درختوں کے پتے جھلس گئے تھے، ٹہنیاں کٹ کٹ کر دور گرتی جا رہی تھیں۔ کچے راستے کے سارے موڑ مٹ گئے تھے۔ آگ کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ دشمن کے اس خوفناک حملہ کی پسپائی کی خاطر پاک فوج کے اولوالعزم افسر اور باہمت سپاہی بھی سر ہتھیلی پر رکھے، دشمن کے ہر خوف سے بے نیاز ہو چکے تھے دشمن پر آخری کاری ضرب لگانے کی خاطر، اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرنے کی خاطر، ایک دوسرے پر فوقیت حاصل کرنے کی جدوجہد میں مصروف تھے۔ جنگ میں زیادہ تر سپاہی ہی لڑتے ہیں، افسر حکم دیتے ہیں اور محفوظ مقامات کی تلاش میں رہتے ہیں۔ سپاہی آگے بڑھتے ہیں اور افسر پچھلی صفوں میں ہوتے ہیں۔ لیکن یہ دو ملکوں کی جنگ نہ تھی۔ یہ معرکۂ حق و باطل تھا۔ یہ سعادتیں حاصل کرنے کا زریں موقع تھا۔ یہ وہ لمحہ تھا جس کی آرزو میں بزرگانِ دین اپنی دعاؤں سے رات کے منجمد سکوت کو جھنجھوڑ دیا کرتے تھے۔ یہ وہ گھڑی تھی جس کی نوازشوں سے فیض یاب نہ ہونا سب سے بڑی بدقسمتی کی علامت تھی۔ پاک فوج کے افسر

پاک فوج کا ایک بہادر سپاہی اپنے مورچہ میں دشمن کی نقل و حرکت دیکھ رہا ہے

دشمنوں کے ٹینکوں پر قبضہ کرنے کے بعد پاکستانی مجاہدان کا جائزہ لے رہے ہیں

اور جوان اللہ جل شانہٗ کی رحمتوں سے جھولیاں بھر رہے تھے۔ افسر اور ماتحت کی تمیز اٹھ گئی تھی۔ ہر کوئی ایک ہی نشہ میں سرشار تھا۔ جوانوں کو آگے بڑھتے دیکھ کر افسر صفوں کو چیرتے ان سے بھی آگے نکل گئے۔ جذبۂ جہاد بھرے ہوئے سمندر کی طرح موجزن تھا۔ دونوں فوجیں اتنی قریب ہو گئی تھیں کہ ان کے سانس آپس میں ٹکرانے لگے تھے۔ دشمن کو اپنی کمک پر ناز تھا، اور پاک فوج کو رحمت باری تعالٰے اور عشقِ رسولؐ اللہ کے سرمایہ پر فخر تھا۔ اس فخر نے ہر دور میں تاریخ کو سنہری باب عطا کئے ہیں۔ اقوامِ عالم کو زندہ رہنے کے ڈھنگ سکھائے ہیں۔

یہی فخر جسراں کے میدان میں شجاعت کی نئی تاریخ مرتب کر رہا تھا۔ ٹینکوں کی تباہی کا منظر عبرتناک بن گیا تھا۔ مجاہدین سینوں پر بم باندھ کر ٹینکوں سے ٹکرا رہے تھے۔ مجاہدین کی سنگینیں دشمن کے خون سے تر ہو رہی تھیں۔ بکتر بند گاڑیاں دھماکوں سے اڑ رہی تھیں۔ دشمن کا سارا غرور خاک میں مل گیا تھا۔ کمک پر کمک آنے کے باوجود وہ ایک انچ بھی آگے نہ بڑھ سکا تھا۔ اس کی ساری قوت جسراں کے میدان میں مفلوج ہو چکی تھی۔ لاشیں اُٹھانے اور ان پر آنسو بہانے کی بھی اسے مہلت نہ مل سکی تھی۔ نیا سورج پاک فوج کی فتحِ عظیم کے شادیانے بجاتا ہُوا طلوع ہو رہا تھا۔

ٹینکوں کی عظیم جنگ العالمین میں لڑی گئی تھی۔ اس لڑائی کا شمار دنیا کی ایسی لڑائیوں میں ہوتا ہے جنہوں نے تاریخ کا رُخ موڑ دیا۔ سر ونسٹن چرچل نے اپنی تصنیف "دوسری جنگِ عظیم" میں لکھا ہے۔ "العالمین کی لڑائی نے ہماری تقدیر بدل دی۔ میرا تو خیال ہے کہ العالمین سے پہلے ہمیں کہیں بھی کوئی جیت نہ ہوئی تھی۔ اور

العالمین کے بعد ہمیں کہیں بھی شکست کی ذلت اٹھانی نہ پڑی۔" ــ اس جنگ میں جن ہستیوں نے تاریخی کارنامے سرانجام دیئے، ان میں جنرل منٹگمری اور جنرل آکن کا نام نمایاں ہے۔ جرمنی جنرل رومیل مخالف شخصیت ہے جس کی قابلیت کا اعتراف اتحادیوں کے ہر جنرل کے علاوہ حکومت کے اعلیٰ حکام نے بھی کیا ہے۔

ــ اور ــ ٹینکوں کی دوسری بڑی تاریخی جنگ میں چونڈہ کو عالمگیر شہرت حاصل ہو گئی ــ اس جنگ میں سپاہی سے لے کر افسر تک ہر ایک قوم کا ہیرو تھا۔ ہر ایک اپنی جگہ ایک تاریخ تھا۔ ہر ایک اندھیروں کے جگر چھلنی بنانے والا روشنی کا مینار تھا۔ پھر بھی جن ہاتھوں میں کمان تھی، جنہوں نے پہلی ٹینکوں کی عظیم جنگ کی مانند تاریخی کارنامے سرانجام دیئے تھے ــ ان میں بریگیڈیر عبدالعلی ملک، بریگیڈیر امجد علی خان چودھری، اور میجر جنرل ابرار حسین کے نام ہمیشہ تابندہ رہیں گے ــ اس لڑائی کے دوران میں تمام دنیا کی نظریں اس پر مرکوز رہیں ــ ایک طرف وہ بے حد وحساب فوج آہنی ہاتھیوں کا لاؤ لشکر تھا جسے طویل مدت کی تیاری اور منصوبہ بندی کے بعد میدان میں لایا گیا تھا۔ اور دوسری طرف مٹھی بھر فوج تھی جس کا جنگی ساز و سامان بھی کم تھا، لیکن جو ایک قوم کی آزادی اور وطن کے ناموس کی حفاظت کے لئے لڑ رہی تھی۔ اور جس کی وجہ سے غیور قوم کی تاریخ کا روشن ترین باب تحریر ہو چکا تھا۔

پاکستانی توپ خانہ نے سات بھارتی طیارے مار گرائے تھے۔ دشمن کے دو سو ٹینک اور ہزاروں فوجی گاڑیاں تباہ ہو چکی تھیں۔ دشمن کے سینکڑوں سپاہی اور افسر قیدی بنا لئے گئے تھے۔ اور مرنے والوں کی لاشوں کا کوئی شمار ہی نہ تھا۔

جمالِ کاکلِ گیتی سنوارنے والے!

آج بھی سارا شہر بیدار ہے۔ زندگی اپنے مرکز پر قائم ہے۔ کاروبار معمول کیمطابق چل رہا ہے۔ کارخانے کھلے ہیں اور کاریگر، جو فٹ بال سیتے ہوئے ماہیا گاتے تھے، جو ٹینس اور بیڈ منٹن بناتے ہوئے ہیر پڑھا کرتے تھے، جو ڈاکٹری اوزار رگڑتے ہوئے اور پالش کرتے ہوئے مرزا صاحباں کی تان لگاتے تھے ۔ اب قومی ترانے گا گا کر کام میں لگے رہتے تھے۔ چوک علامہ اقبال میں ویسی ہی گہما گہمی ہے۔ امیلیا ہوٹل کی رونق قائم ہے۔ کشمیر کیفے میں سیاست پر زوروں سے تبادلۂ خیالات ہوتا ہے ۔ گندم منڈی میں اناج کی قیمتیں گر چکی ہیں۔ گندم تیرہ روپے من فروخت ہو رہی ہے۔ حالانکہ جہاں جنگ کے بادل چھائے ہوں وہاں ضروریاتِ زندگی کا میسر آنا محال ہو جاتا ہے۔ لوگ چیزوں کے لئے ترستے ہیں۔ ایک دوسرے پر جھپٹتے ہیں۔ لوٹ گھسوٹ کا بازار گرم ہو جاتا ہے۔ لیکن یہ جنگ تو اہلِ شہر کے لئے رحمت بن گئی ہے۔ جو چیز بسیار کوشش کے باوجود نہ ملتی تھی اس کی افراط ہو گئی ہے۔ ذخیرہ اندوزی کی ہوس ختم ہو چکی ہے۔ ہر ایک اسی لگن میں مگن ہے کہ اپنے بھائیوں کو زیادہ سے زیادہ سہولتیں میسر ہوں۔ سیاسی شعبدہ بازی کا طلسم ٹوٹ چکا ہے۔ ساری رنجشیں دور ہو چکی ہیں۔ کسی کو کسی سے کوئی گلہ نہیں۔

اور نہ شکوہ ہے۔ سب ایک لڑی میں پروئے ہوئے ہیں۔ مسلم لیگ۔ جماعتِ اسلامی، عوامی لیگ، نظام اسلام پارٹی — سب کا مفاد ایک ہی ہے کہ اہل شہر کی خدمت کی جائے اور دشمن کو ملیا میٹ کرنے کے عزائم کو بلند سے بلند تر کیا جائے۔ اور اس میں انہیں ہر قدم پر کامیابی حاصل ہو رہی ہے۔ شہر کے حاکم اعلیٰ ڈپٹی کمشنر چودھری محمد صدیق اور اے۔ ڈی۔ ایم تقی الدین پال اور سٹی مجسٹریٹ چوہدری جلیل نظم و نسق برقرار رکھنے میں ہمہ تن مصروف ہیں۔ لوگ دروازے کھلے چھوڑ کر سوتے ہیں۔ لوگ بغیر کسی خوف کے آزادانہ گھومتے پھرتے ہیں۔ کوئی کسی کی عزت پر انگلی اٹھانے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ کسی کے پاس اتنی فرصت ہی نہیں کہ وہ اپنے بھائی کو فریب دینے کے متعلق سوچ بھی سکے۔ سب کی سوچ کا محور ایک ہی ہے — "ناموسِ وطن کی خاطر کسی بھی قربانی سے دریغ نہ کرنا" — دفتر کھلے ہیں۔ کام معمول کے مطابق جاری ہے۔ پانی کی سپلائی میں کوئی فرق نہیں پڑا۔ شہر کی صفائی میں کوئی رکاوٹ پیدا نہیں ہوئی۔ بجلی کی ترسیل میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی۔ ہر کوئی جہاں پر بھی ہے اپنا کام پوری دیانت داری سے سرانجام دے رہا ہے۔ اور اسے دیکھ کر یقین ہو جاتا ہے کہ دشمن ساری دنیا کی طاقت بھی اگر جمع کر لے، پھر بھی اس کا سیالکوٹ کی تسخیر کا خواب شرمندۂ تعبیر نہیں ہو سکتا۔

سرکلر روڈ پر جیالے فوجیوں کے قافلے جا رہے ہیں۔ ان میں ایسے نوجوان بھی ہیں، جن کی مسیں نہیں بھیگیں — وہ بھی ہیں — جو کافی تجربہ حاصل کر چکے ہیں — اور وہ بھی ہیں جو دوسری جنگِ عظیم میں کارہائے نمایاں سرانجام دے چکے ہیں۔ وہ بس ایک ہی نشہ میں سرشار ہیں۔ ایک ہی جذبہ سینے میں موجزن ہے۔ کہ

میدانِ جنگ میں
نماز کے وقت پاکستانی مجاہد خدا کے حضور سربسجود ہیں

جنرل محمد موسیٰ کمانڈر انچیف ایک اگلے مورچہ میں مجاہدین کے ساتھ
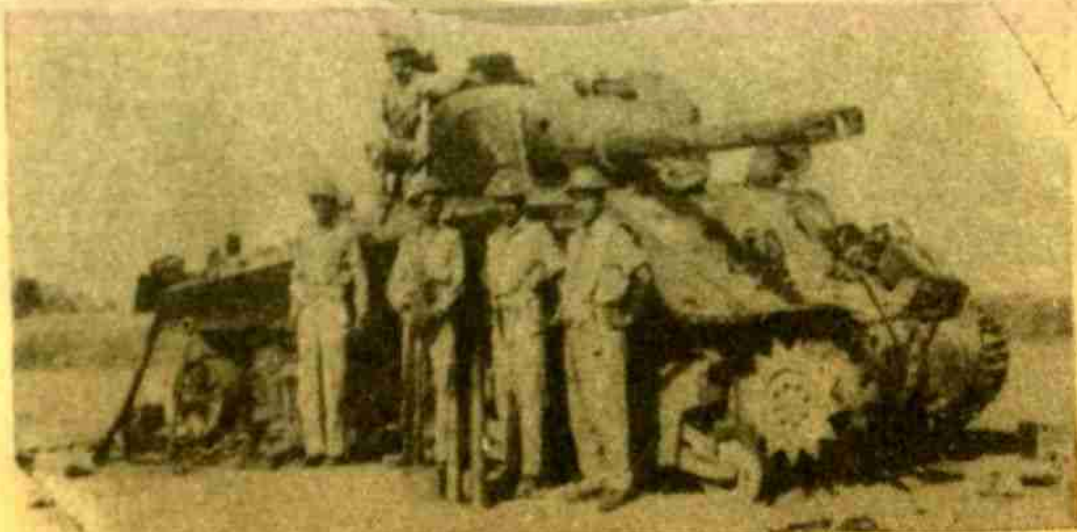
پاک سرزمین کے چپہ چپہ سے دشمن کے منحوس سائے کو مٹا دیا جائے۔ پل ایک پر لوگوں کا میلہ لگا ہے۔ چونڈہ کی طرف بڑھنے والے فوجیوں کے کارواں یہیں سے گزر رہے ہیں۔ لوگ پھولوں کے ہار، مٹھائی کے لفافے اور سگریٹ کی ڈبیاں انہیں پیش کر رہے ہیں۔ پُرخلوص دعاؤں سے فتح کے چراغ روشن کر رہے تھے۔ جوشیلے نعرے دل سے ان کی عزت کے شعلوں کو ہوا دے رہے ہیں۔

ہوائی حملے کا سائرن بجتا ہے۔ لیکن خوف وہراس کا نشان تک نظر نہیں آتا۔ دشمن کے طیارے فضا کو چیرتے ہوئے گزر جاتے ہیں لیکن ذرہ بھر دہشت پیدا نہیں ہوتی۔ سمبڑیال کے اس طرف نہر اپر چناب کے قریب دشمن نے کھیتوں میں بم برسائے اور پاک فضائیہ کے طیاروں نے انہیں نرغے میں لے کر مار گرایا۔ دشمن اس قدر حواس باختہ ہو گیا ہے کہ صحیح نشانہ لگانے کی صلاحیت بھی کھو بیٹھا ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے جیسے دشمن کے ہوا باز مجبوری کی حالت میں اس طرف آتے ہیں۔ اور کچھ نہ کچھ کارگزاری دکھانے کی خاطر کھیتوں میں بم پھینک کر چلے جاتے ہیں ــــ گھونیکے روڈ کے آس پاس بھی کھیتوں میں بم پھینک کر وہ دُم دبا کر بھاگ گئے ــــ وہ نظارہ بڑا دیدنی ہوتا ہے جب پاک فضائیہ کے طیارے ــــ دشمن کے طیاروں کے تعاقب میں شہر پر سے پرواز کرتے ہوئے ــــ انہیں نرغے میں لے لیتے ہیں۔

وزیر خارجہ بھٹو کی تاریخی تقریر کے یہ الفاظ سیالکوٹ کی فضا میں گونج رہے ہیں کہ ــــ "کشمیر کو آزاد کرانے کے لئے ہم ہزار برس تک بھی جنگ جاری رکھیں گے ــــ" ــــ یہ الفاظ ایسا جادو ہیں جس کا زور دن بدن بڑھتا ہی جا رہا ہے ــــ یہ الفاظ لوگوں کے خون کو گرما رہے ہیں ــــ!

لاریوں کے اڈوں پر لوگوں کی گہما گہمی بڑھ گئی ہے۔ دوسرے شہروں سے لوگ اپنے عزیز و اقارب کی خیریت معلوم کرنے کیلئے آتے ہیں اور مطمئن ہو کر چلے جاتے ہیں۔ چوک کنک منڈی میں مولانا محمد علی صدیقی کاندھلوی کی تقریر سننے کے لئے لوگوں کا جم غفیر تھا۔ مولانا صاحب کی ذات شہر کے لئے اللہ جل شانہٗ کی بہت بڑی رحمت ہے۔ اس مرد حق آگاہ نے ہر کڑے دور میں اہل شہر کے عزائم کو فولادی بنانے میں مثالی کردار ادا کیا ہے۔ انہوں نے جنگ کے دوران میں لوگوں کو استقامت عطا کی ہے۔۔ اپنی تقریر میں انہوں نے فرمایا۔ کہ سیالکوٹ کی سرزمین جسے دارالحرب کی سعادت نصیب ہوئی ہے بڑی بابرکت اور نزولِ رحمت کا مرکز بن چکی ہے۔ شہادت کا رتبہ حاصل کرنے کی خاطر تو ہمارے بزرگ گڑگڑا کر دعائیں مانگا کرتے تھے۔ ہم کتنے خوش نصیب ہیں کہ ہمیں یہ دور نصیب ہوا ہے۔ مجاہدین کے قدموں کی دھول جس پر پڑ جائے وہ جنت کا حقدار بن جاتا ہے اور یہاں پر تو اس نعمت کی ارزانی ہے۔ کتنے خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو یہاں ڈٹے ہوئے ہیں جنہیں دشمن کا کوئی خوف نہیں اور کتنے بدنصیب ہیں وہ لوگ جو ان نعمتوں سے دور چلے گئے ہیں۔ نفع کا سودا چھوڑ کر خسارے کا سودا کرنا کتنی بڑی نادانی اور بدقسمتی ہے۔ دارالحرب میں ایک نماز کا ثواب پانچسو نمازوں کے برابر ہوتا ہے۔ یہاں تو رحمتوں کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا ہے۔ یہ وقت پھر شاید نصیب نہ ہو۔ دشمن کے سامنے آہنی دیوار بن کر کھڑے رہیں۔ اسکی ساری قوت اس دیوار سے ٹکرا ٹکرا کر پاش پاش ہو جائے گی۔ فتح یقیناً ہماری ہے کیونکہ خداوند تعالیٰ کی نصرتیں ہمارے ساتھ ہیں۔

اس تقریر کی صدائے بازگشت ہر رگ میں پارہ بن کر مچل اٹھی۔ ہر چہرے پر فتح کی علامت بن کر چمک اٹھی۔ لوگوں کو جنت کی بشارت مل گئی تھی۔

میرا دشمن مجھے للکار کے جائیگا کہاں؟

جموں سیکٹر میں گولہ باری شدت اختیار کرتی جارہی تھی ۔ دشمن کے مورچوں میں نتیجہ خیز ہلچل پیدا نہ ہوئی تھی ۔ محسوس ہو رہا تھا جیسے اینگل ٹھیک نہ ہو ۔ کچھ عرصے بعد کیپٹن حمید اللہ خان سنبل نے بے قرار ہو کر مشرقی افق کی طرف دیکھا ۔ اس کے اندازہ کے مطابق دشمن کو اب تک پیچھے ہٹ جانا چاہیئے تھا ۔ دشمن میں اتنا دم خم نہ تھا ، کہ پاکستانی گولہ باری کے سامنے اتنی دیر تک ٹھہر سکے ۔ کیونکہ دشمن محاذِ جنگ میں آیا یا جا چکا تھا ۔ وہ بھاگنے میں دلیر تھا ۔ لیکن سامنے آ کر مقابلہ کرنے سے اب گھبرا رہا تھا ۔ کیپٹن نے خود کو اوپی کے فرائض سرانجام دینے کے لئے پیش کیا ۔ آگ اور خون کی بارش میں اس کی یہ پیش کش کمال جرأت کا ثبوت تھی ۔ وہ اس بارش میں آگے بڑھا ۔ آگے ہی بڑھتا گیا ۔ ایک محفوظ مقام پر پہنچ کر اُس نے ارد گرد کا جائزہ لیا ۔ دشمن اس مقام سے جہاں پر گولہ باری ہو رہی تھی ایک سازش کے تحت ہٹ گیا تھا ۔ اور دوسری جگہ اپنی پوزیشن مضبوط بنا لی تھی ۔ وہ مطمئن تھا کہ پاک فوج کی کارکردگی کو ناکارہ بنا کر وہ اچانک حملہ کر دے گا ۔ کیپٹن نے دشمن کے ارادہ کو آنِ واحد میں بھانپ لیا تھا ۔ ایک گھنے درخت پر اپنے لئے جگہ بنا کر اس نے اپنے حکام کو صورتِ حال سے مطلع کر دیا ۔ اب توپوں کے دہانوں کے زاویئے بدل گئے

تھے۔ اب دشمن کے مورچوں میں شعلے ناچنے لگے تھے۔ اب موت ان کی روحوں کو چاٹنے لگی تھی۔ اب دشمن کے پاؤں اکھڑ گئے تھے۔ اور کیپٹن کے خوبصورت چہرے پر فتح مندی کا سورج طلوع ہو رہا تھا۔ دشمن اپنے مورچے چھوڑنے پر مجبور ہو گیا۔ وہ بہت پیچھے ہٹ گیا۔ لاشوں کی کٹی ہوئی فصل بکھری پڑی تھی۔ جلتی ہوئی کاڑیوں کا دھواں پھیل رہا تھا۔ کیپٹن سرشاری کے عالم میں درخت سے نیچے اترا۔ اب دوسرا مرحلہ دائیں طرف کے علاقہ میں دشمن کی سرگرمیوں کو ختم کرنا تھا۔ چھوٹے پُل سے ابھی وہ تھوڑے فاصلہ پر ہی تھا کہ اس نے خطرہ سا محسوس کیا۔ اس کی چھٹی حِس بیدار تھی۔ وہ پوزیشن لیتے ہوئے پُل کی طرف بڑھنے لگا۔ پُل کے نیچے ایک سایہ میں حرکت ہوئی اور کیپٹن محتاط ہو گیا۔ پُل کے پرلی طرف سے ہو کر وہ نیچے جھکا اور پستول نکال کر "ہینڈز اپ" کا حکم دیا۔ سایہ باہر نکل آیا۔ وہ دشمن کا او۔ پی تھا جس نے بڑی خطرناک پوزیشن حاصل کر لی ہوئی تھی۔ اور اگر وہ اس وقت گرفتار نہ ہوتا، تو پیش قدمی کرنے والی پاک فوج کو یقیناً نقصان اٹھانا پڑتا۔ کیپٹن نے بلند آواز میں اپنے مددگار کو پکارا۔ "خان۔ جلدی آؤ۔ میں نے گیدڑ کا شکار کیا ہے۔" مددگار نے قریب آ کر بھارتی گیدڑ کو دیکھا۔ اور حیرت اور خوشی کے ملے جلے اثرات اس کے چہرے پر پھیل گئے۔ بھارتی او۔ پی کو حراست میں لے کر پیچھے بھیج دیا گیا تھا اور کیپٹن آگے بڑھ گیا تھا۔ ایک جگہ شیشم کے گھنے درخت پر چڑھ کر اس نے دشمن کی نقل و حرکت کا جائزہ لیا۔ یہ جگہ گولہ باری کرانے کے لئے بہت موزوں تھی۔ نیچے اتر کر اس نے مددگار سے کہا۔ "نماز کا وقت نکلا جا رہا ہے۔ میں باوضو ہی ہوں۔ نماز ادا کر لوں۔

پھر نیا قدم اٹھایا جائے گا۔" ۔ مددگار نے کہا "آپ درخت پر بھی نماز ادا کر سکتے ہیں۔" "یہ تو ٹھیک ہے۔ لیکن خدا کی زمین پر سجدہ کرنے کو جی چاہ رہا ہے" ۔ مطمئن لہجہ میں کہہ کر، کیپٹن قبلہ رُخ کھڑا ہوا۔ اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ باندھے ۔ اور اسی لمحے ایک گولہ اس کے بالکل قریب پھٹا۔ اور کیپٹن سنبل نماز کی حالت ہی میں جامِ شہادت نوش کر چکا تھا۔

میجر آفندی چونڈہ اور ڈونگرانوالی کے درمیان کمان کر رہے تھے۔ کوئی دو بجے دوپہر دشمن نے بائیں بازو پر حملہ کر دیا۔ گھمسان کی جنگ شروع ہوگئی تھی۔ دھوئیں اور آگ کے مرغولوں میں دشمن سی سکویڈرن کی طرف بڑھ رہا تھا۔ جس کی کمان میجر رضا کے سپرد تھی۔ دشمن کا واضح مقصد یہ تھا کہ سی کمان کو شکست دے کر پسپا کر کے اس مقام پر قبضہ کر لیا جائے جہاں پاک فوج کے اسلحہ کا ڈپو تھا۔ ایک گھنٹہ تک آگ کی بارش ہوتی رہی۔ اس کے بعد دشمن نے پیچھے ہٹ کر ڈونگرانوالی کے نزدیک ایک باغ میں پناہ لے لی۔ سی سکویڈرن دشمن کے لئے ایک مسلسل دردِ سر بنی ہوئی تھی۔ میجر رضا کی کمپنی کی معاونت کے لئے لیفٹیننٹ کرنل نثار اور میجر سکندر اور ان کا توپ خانہ موجود تھا۔ وہ پوری پوری مدد کر رہے تھے۔ جب دوبارہ جنگ شروع ہوئی تو میجر رضا کے ٹینک اور گاڑیاں دشمن کی صفوں میں گھس گئیں ۔ دشمن کی مشہور پونا رجمنٹ اس وقت سی سکویڈرن کے مقابلہ پر تھی۔ دونوں طرف کی گولہ باری نے قیامت کا نقشہ کھینچ دیا تھا۔ زمین کانپ رہی تھی۔ گرد و غبار کا طوفان دور دور تک پھیل گیا تھا۔ پاکستانی حملہ آور ٹینک نے دشمن کے کمانڈنگ افسر کے ٹینک کو نشانہ مارا۔ اس میں جو افسر سوار تھا۔ وہ فخرِ ہند

خطاب یافتہ تھا۔ اور ۷ اپونا رجمنٹ سے متعلق تھا۔ دشمن کے اہم افسر کی موت کے بعد دشمن کے ٹینکوں نے پیچھے کی طرف منہ موڑ لیا۔ ان کے حوصلے پست ہو گئے۔ دشمن بھاگتے ہوئے اپنی ایک انفنٹری رجمنٹ کو سی سکویڈرن کے رحم و کرم پر چھوڑ گیا۔ جب جنگ ختم ہوئی، تو ہماری سی سکویڈرن دشمن کی پوری انفنٹری کو نگل چکی تھی۔ تین سو سے زیادہ دشمن کے سپاہی مارے گئے تھے۔ اور پچیس ٹینک تباہ کر دیئے گئے تھے۔

رسول پور محاذ پر دشمن میں نقل و حرکت کی جرأت نہ رہی تھی۔ اس کے حملوں کا زور ٹوٹ چکا تھا۔ پاک فضائیہ نے اس کی اہم پوزیشن۔ ضلع کالاراواں میں بم باری سے تباہی مچادی تھی۔ اور توپ خانہ نے اس کے تین طیارے گرالئے تھے۔ پاک فوج کے جیالے سپاہیوں کے حوصلے بہت بلند تھے اور دشمن کے سپاہی اُن کی بلند حوصلگی سے بے حد متاثر تھے۔

بھارتی فوج کا ایک ڈرائیور اسلحہ و بارود سے بھری ہوئی گاڑی لے کر پاکستانی علاقہ میں داخل ہو گیا۔ اگلے مورچوں میں بیٹھے ہوئے مجاہدوں نے رائفلیں تان لیں۔ خیال تھا کہ دشمن نے کوئی چال نہ چلی ہو۔ اگرچہ جان پر کھیل جانے کا حوصلہ دشمن میں نہ تھا، پھر بھی احتیاط لازمی تھی۔ جب ڈرائیور گاڑی لے کر بہت قریب آگیا تو اُس نے گاڑی روک لی۔ اور نیچے اُتر کر اُس کے قدم ڈگمگانے لگے۔ اس سے کھڑا نہ رہا جا رہا تھا۔ اس نے نحیف آواز میں کہا۔

"آپ کو یقیناً اسلحہ و بارود کی ضرورت ہوگی۔ کیا آپ اس گاڑی کے عوض مجھے دو روٹیاں نہیں دے سکتے۔ مجھے پانچ روز سے پیٹ بھر کر

سیالکوٹ جموں سیکٹر میں گرفتار شدہ بھارتی حملہ آور فوجیوں کا ایک گروپ
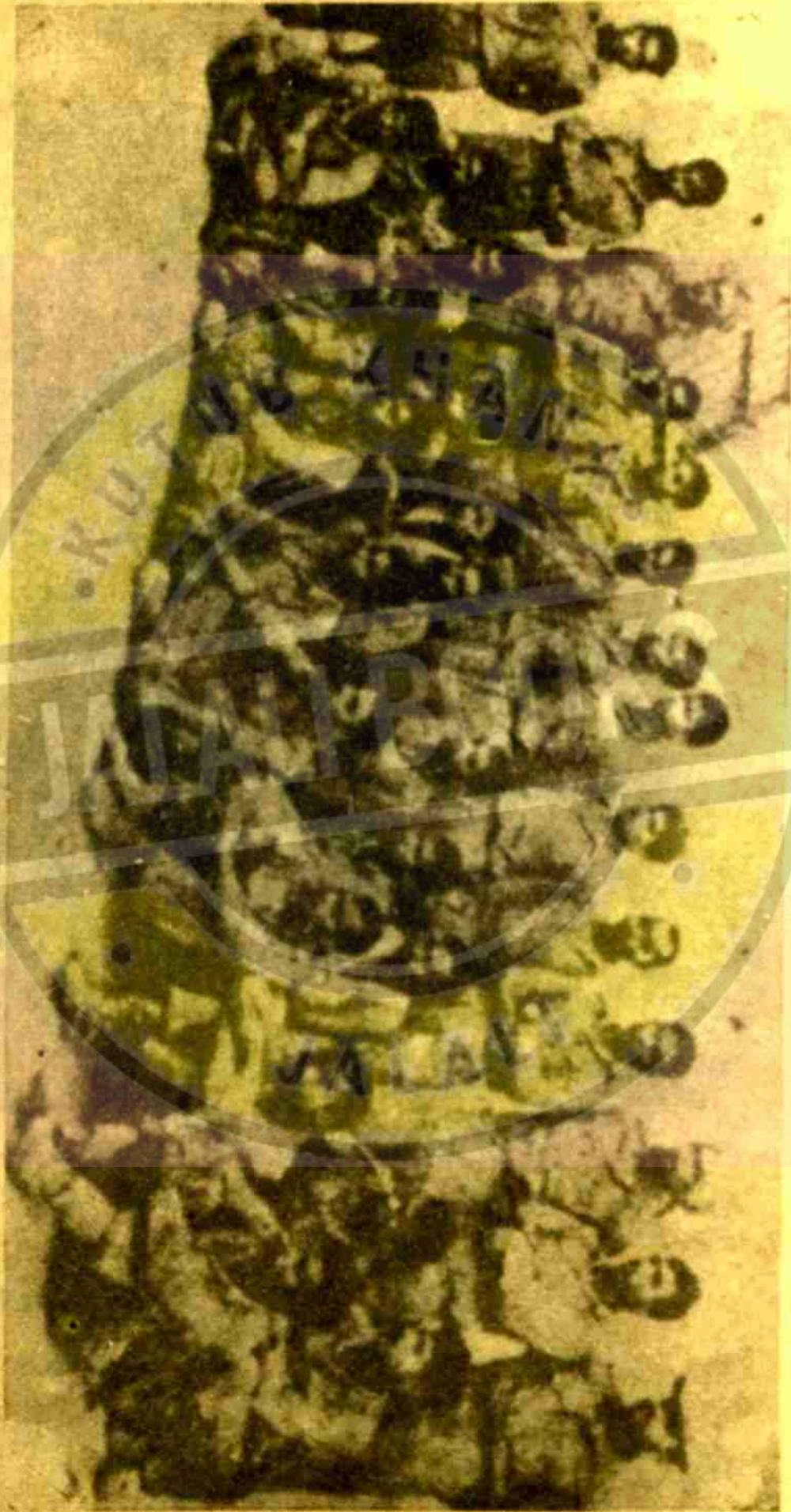
سیالکوٹ محاذ پر دشمن سے چھینا ہُوا توپ کا ایک گولہ پاکستانی مجاہد کے ہاتھوں میں

کھانا نہیں ملا —"

— وہ اپنا توازن قائم نہ رکھ سکتا تھا۔ وہیں بیٹھ گیا۔ اور مجاہدین بڑے احسن طریقے سے مہمان نوازی کے فرائض سرانجام دینے لگے۔ کیونکہ مہمان نوازی میں تو مسلمان قوم کا کردار ہمیشہ مثالی رہا ہے —!

سیالکوٹ سانبہ کے محاذ پر بھی پاک فوج کا پلہ بھاری رہا تھا۔ دشمن فریب دے کر آگے بڑھنا چاہتا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ مجاہدین اس کی حرکات سے غافل ہیں۔ انہیں اس کے فریب کا کوئی علم نہیں۔ اس لئے وہ پیش قدمی کر کے انہیں حراست میں لے گا۔ لیکن ہمیشہ ہی اسے اپنے منصوبوں کی ناکامی پر گہرے زخم کھانے پڑے تھے۔ اب بھی اس کی سازش کا بھرم وقت سے پہلے ہی کھل گیا تھا۔ مجاہدین خاموشی سے اس کی حرکات و سکنات کو دیکھتے رہے تھے۔ انہوں نے دشمن کو آگے بڑھنے کی جیسے اجازت دے دی ہو۔ دشمن کا تکبر بڑھ گیا تھا۔ جب وہ عین زد میں آگیا تو اللہ اکبر کے نعروں سے فضا گونج اٹھی۔ دشمن پر سکتہ طاری ہو گیا۔ اس نے جو ہوائی قلعے تعمیر کئے تھے وہ دھڑام سے نیچے گر پڑے۔ گھمسان کی لڑائی شروع ہو گئی۔ مجاہدین کو دل کی حسرتیں مٹانے کا سنہری موقعہ ہاتھ لگا تھا۔ انہوں نے دشمن کی صفوں میں تباہی مچا دی تھی — اور دشمن اپنے ٹوٹے پھوٹے ٹینکوں — جلتی ہوئی گاڑیوں — اور بے شمار لاشوں کو چھوڑ کر بھاگ کھڑا ہوا — اس محاذ پر صرف ایک دن میں دشمن کے اکسٹھ ٹینک تباہ کر دیئے گئے۔ ان میں پاک فضائیہ نے پچیس اور غیور پیدل فوج نے چھتیس ٹینک تباہ کر دیئے۔ پاکستانی طیاروں نے دشمن کی دو سو سے زیادہ گاڑیاں

تباہ کردیں ۔

چونڈہ کے محاذ پر پنجاب رجمنٹ کے بہادرانہ کارنامے بھی سنہری حروف سے تاریخ میں جگمگاتے رہیں گے ۔ لیفٹیننٹ کرنل جمشید کی شاندار قیادت کی بدولت پنجاب رجمنٹ کو یہ فخر حاصل ہوا، کہ اس کے سات غازیوں کو معرکہ چونڈہ میں کارہائے نمایاں سرانجام دینے پر ستارۂ جرأت اور تمغۂ جرأت کے اعزازت عطا کئے گئے ۔

سیالکوٹ محاذ پر گنے کے کھیت میں ایک مورچہ

عزم وعمل کی دھوپ سے روشن ہے سرزمین

مجاہدین لوگوں کی آنکھوں کا نور بن گئے ہیں۔ یہ وہ نور ہے جس نے ہر قدم پر اندھیروں کو شکست دی۔ جس نے محاذ جنگ پر دشمن کے ناپاک ارادوں کی سیاہی کو مٹا دیا۔ جس نے برسوں کی کدورتیں دور کر دیں۔ جس نے دلوں کو نئی تازگی بخشی۔ نئے ولولے پیدا کئے۔ نئی امنگوں کو جنم دیا — کوئی مجاہد شہر میں آتا ہے، تو بچے بوڑھے، جوان اس کے گرد عقیدت مندانہ انداز میں جمع ہو جاتے ہیں۔ کوئی چائے پیش کرتا ہے اور کوئی شربت — بہت اصرار کرنے پر اگر وہ سادہ پانی کے دو گھونٹ طلب کرتا ہے۔ تو ایک دوشیزہ کوکا کولا کی بوتل لئے سامنے آموجود ہوتی ہے اور نظریں جھکا کر کہتی ہے —

"میرے مجاہد بھائی! اپنی اس حقیر بہن کو مایوس نہ کرو۔"

— کبھی وہ کسی ہوٹل میں داخل ہوتا ہے تو سب لوگ تعظیماً اٹھ کھڑے ہوتے ہیں وہ چائے پی کر جب بل مانگتا ہے۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ کوئی عقیدت مند اس کا بل ادا کر چکا ہے — وہ جیب لے کر نکلتا ہے تو لوگ تحفوں سے اسے بھر دیتے ہیں۔ اس پر پھول نچھاور کرنے لگتے ہیں۔ اور فضا اللہ اکبر کے فلک شگاف نعروں سے گونج اٹھتی ہے۔ ماؤں کی مشفقانہ نگاہیں کہتی ہیں — "بیٹا — ! جاؤ سدھارو۔

خدا تمہارا حامی و ناصر ہو۔ ہم ہر وقت تمہارے لئے دست بدعا ہیں ۔"

نوجوانوں کے چہروں پر رقص کرتی ہوئی مسرت کی لہریں یوں مخاطب ہوتی ہیں۔

"بہادر بھائی! ہمیں تمہارے شجاعت پر ناز ہے۔ اللہ تمہارے شباب کو سلامت رکھے ۔"

بزرگوں کی آنکھوں میں جھلملاتی ہوئی چمک پکار اٹھتی ہے ۔

" وطن کے جانباز بیٹے! ہمیں تمہاری قوتِ بازو پر ناز ہے۔ تم ہمارے بڑھاپے کی عظمت ہو ۔"

۔ اور مجاہد کے سینے میں شدتِ جذبات سے تلاطم برپا ہو جاتا ہے۔ اس کا عزم ناقابلِ تسخیر بن جاتا ہے۔ کوہسار اسکے حوصلوں کے سامنے سمٹنے لگتے ہیں۔ قلزم اس کی ضرب کے سامنے راستہ دینے لگتے ہیں۔ دشمن کی کثرت قلت میں تبدیل ہو جاتی ہے ۔ اسے معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ قدر شناس قوم اس سے کیا چاہتی ہے جب وہ میدانِ جنگ کی طرف بڑھتا ہے تو اس کی سرفروشانہ لگن کوئی صلہ، کوئی تمغہ، کوئی اعزاز طلب نہیں کرتی۔ اس کے لئے اس عظیم قوم کی محبت سے بڑا تمغہ اور کیا ہو سکتا ہے ۔ اس کے اخلاص اور عقیدت سے بہتر اور کیا انعام ہو سکتا ہے۔

اس عظیم قوم نے اپنی روایات کو نئی زندگی بخش دی ہے ۔ شہر کا وہ حصہ جہاں بم گرا تھا، اگرچہ اپنا حسن کھو چکا ہے ۔ لوگوں کو اکیس لاکھ روپے سے زیادہ کا نقصان اٹھانا پڑا ہے ۔ لیکن وہ ہر دنیاوی نقصان سے بے نیاز ہو چکے ہیں۔ وہ اپنی اس قربانی کو فتح کے دلپذیر حسن میں دیکھنے کے متمنی ہیں ۔ خواہ اس سے بھی زیادہ قربانی دینی پڑے۔ لیکن ناموسِ وطن پر کوئی آنچ نہ آنے پائے۔
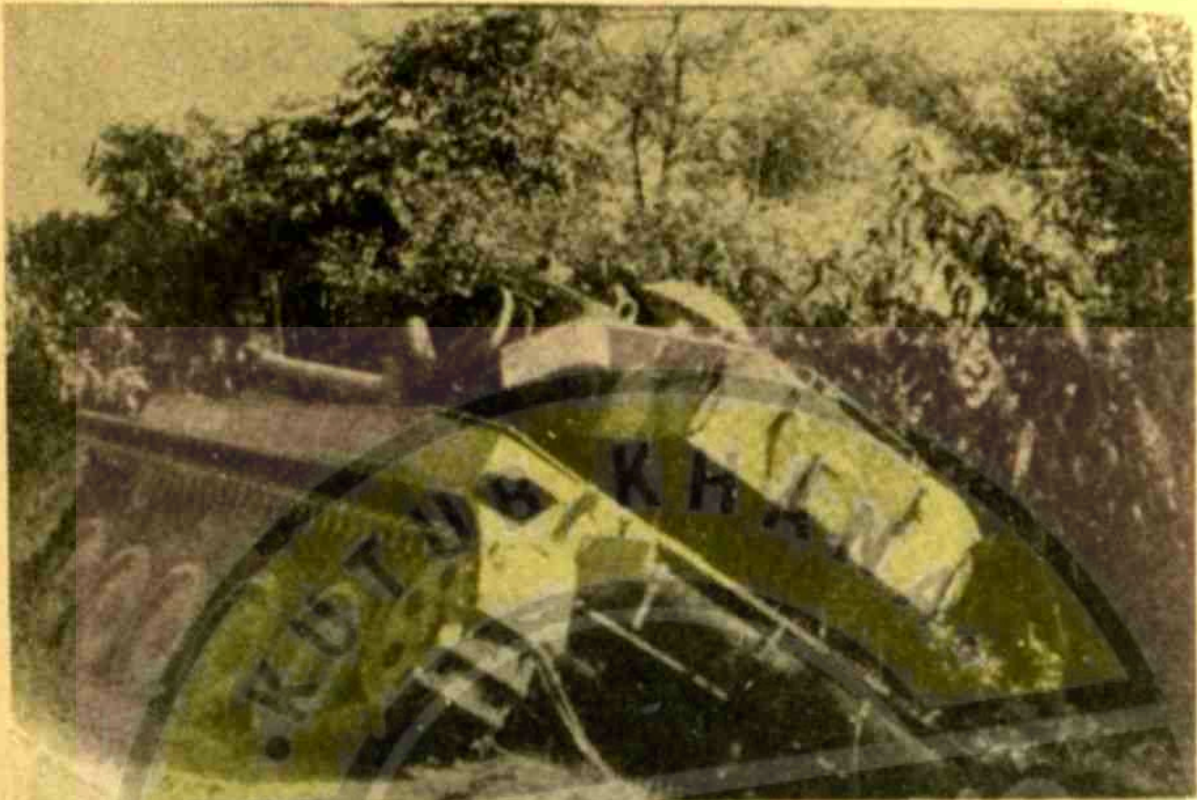
ہندوستانی ٹینک جو تباہ کر دیئے گئے
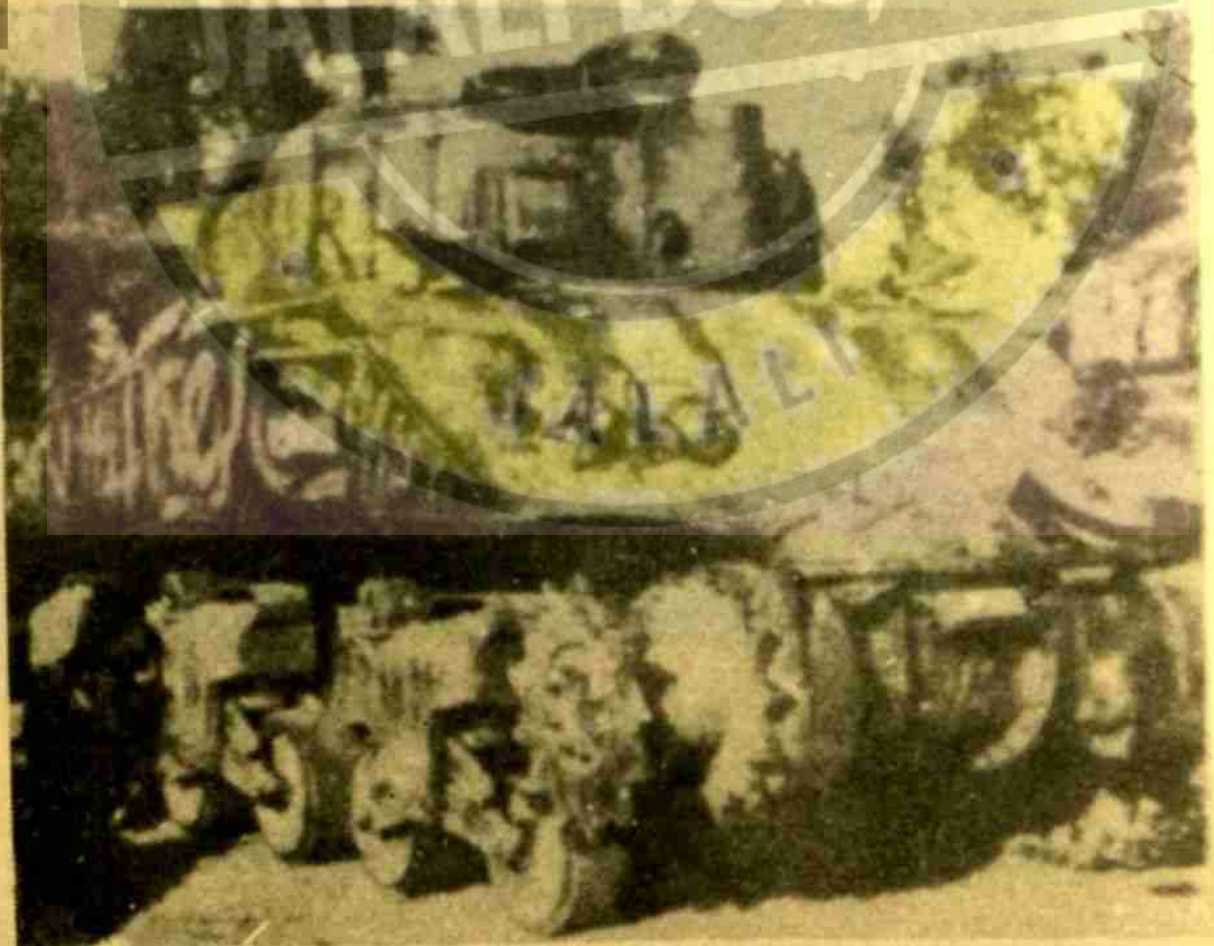
بھارتی فوج کی شکست کی منہ بولتی تصویر

توپوں کی گھن گرج اب ان کے لیے معمولِ زندگی بن چکی ہے۔ جب ذرا یہ آواز مدھم پڑجاتی ہے تو وہ بے قرار ہو جاتے ہیں۔ بچوں کے لیے یہ آواز لوری کا کام دیتی ہے — عورتیں حلقہ باندھے گٹھلیوں پر آیت کریمہ پڑھتی ہیں — اور جیلے مجاہدین کی سلامتی اور فتح کی دعائیں مانگتے ہوئے جھومنے لگتی ہیں۔

چونڈہ کا میدان۔ سامنے ہمارے اگلے مورچے پر متعین دو جوان ہیں اور دور کچھ فاصلے پر بھارت کا ایک ٹینک پیش قدمی کر رہا ہے۔ یہ تصویر اتارے جانے کے چند ہی لمحات بعد یہ ٹینک اسی جگہ شعلوں کی نذر کر دیا گیا

میرے وطن کے جیالو ــــ وطن کی آن ہو تم

چونڈہ کے محاذ نے بہادری اور شجاعت کے بے شمار زندہ افسانوں کو جنم دیا۔ اس سرزمین کا چپہ چپہ مجاہدین کے سرفروشانہ کارناموں سے جگمگا رہا ہے۔ ٹینکوں کی لڑائی کے دوران میں پاک فوج کا ایک ٹینک دشمن کے تابڑ توڑ حملوں کی زد میں آ گیا۔ لانس دفعدار غضنفر خان اپنے عملہ سمیت باہر کی طرف نکلے۔ بدقسمتی سے کسیلرح تو بھی سجاول خان زخمی ہو گیا۔ اپنے ساتھیوں کی زندگی کا خیال رکھتے ہوئے اس نے لانس دفعدار کو پکارا۔ لیکن ٹینک کمانڈر آگ اور خون کی برستی آگ میں گھر چکا تھا۔ لڑائی کا زور بڑھ چکا تھا۔ ٹینکوں کے ارد گرد گولے اولوں کی طرح برس رہے تھے اور غضنفر خان ہر خطرہ سے بے نیاز عجیب وارفتگی کے عالم میں خونی شعلوں کو شکست دیتا آگے بڑھ رہا تھا۔ اچانک اس نے اپنے آپ کو دشمن کے سنچورین ٹینک کے بالکل قریب پایا ــــ لانس دفعدار دشمن کے سنچورین ٹینک میں کود گیا جس کے ساتھ ہی ٹینک کے اندر نیا محاذ کھل گیا ــــ اس شیر دل مجاہد نے ٹینک کے کنٹرول سسٹم پر قبضہ کر کے اسے اپنی فوجوں کی طرف موڑ لیا۔ اس اثنا میں میجر رضا نے دیکھا کہ دشمن کا ٹینک ان کی طرف بڑھ رہا ہے۔ ابھی میجر رضا نے نشانہ باندھا ہی تھا کہ ٹینک کے اوپر کے حصے میں ایک انسانی چہرہ برآمد ہوا۔ جو ایک سفید دھوتی لہرا رہا تھا۔ یہ لانس دفعدار غضنفر خان تھا۔

اسے دیکھتے ہی نعرۂ تکبیر کی آوازیں میدانِ جنگ میں گونجنے لگیں۔ کیونکہ دشمن کا ٹینک ستارہویں پوناہارس سے تعلق رکھتا تھا۔ اس ٹینک سے کئی اہم دستاویزات بھی حاصل ہوئیں ــــ گھمسان کی جنگ کے بعد جب حملہ تھوڑی دیر کے لئے رکا، تو میجر رضا نے ایک بہترین منصوبے کے تحت اپنے کو پیچھے لے جانے کا حکم دیا ــــ دشمن ریلوے لائن کے قریب تھا۔ جس جگہ دشمن پہنچ چکا تھا، وہ چونڈہ کے قریب تھی اور محفوظ بھی تھی۔ دشمن کے بریگیڈ میں گورکھے، سکھ، راجپوت، جٹ اور مرہٹے یونٹ شامل تھے۔ یہ جگہ چونڈہ روڈ سے ہزار گز کے فاصلہ پر ہوگی ــــ میجر رضا نے بھانپ لیا کہ دشمن کا ارادہ اس سڑک پر مکمل طور پر قبضہ جمانے کا ہے۔ اور اپنی مسلسل تباہی کے باوجود نئی فوج کو آزمانا چاہتا ہے۔ میجر رضا نے اپنے سکویڈرن کو شیشم کے گھنے درختوں میں چھپا دیا ــــ رات سے پہلے ہی یہ مرحلہ طے ہو گیا تھا۔ ورنہ اگر سورج کے غروب ہونے کے بعد اس منصوبے پر عمل کیا جاتا، تو ٹینکوں اور ٹرکوں کی آواز سے دشمن کو معلوم ہو جاتا، کہ پاک فوج نے کون کون سی پوزیشن اختیار کر لی ہے۔ رات پُرہول بن گئی تھی۔ اور خاموشی نے سنسنی خیز فضا کا روپ اختیار کر لیا تھا۔ ایک سرسراہٹ سی اُبھری اور میجر رضا اور اس کے ساتھی چاک و چوبند ہو گئے۔ اس کے بعد کسی نے نعرۂ حیدری لگایا۔ اور میجر رضا نے دیکھا کہ ہری وردیوں میں ملبوس سپاہی ان کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ نعروں کی آوازیں دشمن کے مورچوں کی طرف سے آ رہی تھیں اور نعرے لگانے والے آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہے تھے۔ پھر ایک جوان نے سرگوشی کی ــــ

"جناب! یہ تو ہری وردیاں پہنے ہوئے ہیں ــــ" میجر رضا نے اسی لہجہ میں کہا۔ "خاموش! دشمن نے نئی چال چلی ہے۔ لیکن اسے ہماری موجودگی کا علم نہیں۔"

سحری کے وقت دشمن کے سپاہی دوڑتے ہوئے آگے بڑھے۔ جب انہوں نے کچی سڑک اپنے سامنے دیکھی، تو نفسیاتی طور پر ان کے حلق سے خوشی کی چیخ نکلی ۔"جے ہند۔" ان کی چالاکی کا پول کھل چکا تھا۔ پھر وہ اندھا دھند کچی سڑک کی طرف بھاگنے لگے پاک فوج کی پوزیشن بہت مضبوط تھی، دشمن اس سے لاعلم تھا ۔ ایک دم میجر رضا نے حملہ کا آغاز کر دیا۔ اور اس انداز سے دشمن کو زک پہنچی، کہ اس کی صفیں الٹ گئیں۔ وہ اتنا ہراساں ہو گیا کہ مدافعت بھی نہ کر سکا۔ پاک فوج کی مشین گنوں نے خوب خوب جوہر دکھائے۔ دشمن بھاگ رہا تھا، اور مشین گنیں اس کے پیچھے آگ اگل رہی تھیں میجر رضا نے دوربین لگا کر دیکھا۔ اور یوں دکھائی دیا جیسے گوشت مارکیٹ سامنے پھیلی ہوئی ہے۔ چاروں طرف موت ہی موت قہقہہ زن تھی۔ ماحول کی ہر شے موت میں لپٹی نظر آ رہی تھی، حتےٰ کہ درخت بھی بالکل سیاہ ہو چکے تھے۔ دشمن کی حملہ آور فوج جو ایک ہزار کی بٹالین تھی۔ اس میں سے صرف پانچ افسر اور ایک سو سپاہی باقی بچے تھے۔ دوسرے سب پاک فوج کے جوانوں کی سنگینوں کی نظر ہو گئے تھے

رسول پور اور ڈالو والی کے محاذ پر دشمن کی سرگرمیوں میں کوئی اضافہ نہ ہوا تھا۔ پاک فوج کے جوان انہیں مسلسل پیچھے دھکیل رہے تھے ۔ ایک جگہ ایک صوبیدار نے دشمن کے ٹینک پر راکٹ لانچر سے حملہ کیا۔ لیکن دشمن کا ٹینک خاصے فاصلے سے فائرنگ کر رہا تھا۔ اس جیالے مجاہد نے یہ دیکھا تو رینگتا ہوا آگے بڑھا۔ اور ٹینک کے بہت قریب پہنچ کر اس پر جھپٹ پڑا۔ ٹینک دھماکے سے اڑ گیا۔ اور دشمن کی پیدل فوج کے سپاہی اسلحہ چھوڑ کر بھاگ نکلے ۔ ایک نائب صوبے دار اپنے دفاعی مورچوں سے دو میل آگے بڑھ گیا۔ اور مسلسل گولہ باری کرنے

والے دشمن کے ایک ٹینک کو تنہا تباہ کر آیا — ایک لیفٹیننٹ دس جوانوں کے ساتھ اگلے مورچوں کی دیکھ بھال کر رہا تھا۔ اچانک دشمن کا ایک دستہ سامنے سے نمودار ہوا۔ لیفٹیننٹ نے اپنے جوانوں کو حملہ کا حکم دے دیا، اور آن کی آن میں دشمن کے دس سپاہی ڈھیر ہو گئے اور باقی بھاگ نکلے۔ لیفٹیننٹ جب اپنے جوانوں کے ساتھ اس جگہ پہنچا تو درختوں میں چھپے ہوئے دشمن کے ایک ٹینک نے فائرنگ شروع کر دی۔ ایک جوان کا بازو زخمی ہو گیا۔ اس نے ایک لمحہ کے لئے اپنے زخم سے بہتے ہوئے خون کو دیکھا۔ اور پھر شیر کی مانند چنگھاڑ کر دیوانہ وار ٹینک پر حملہ آور ہو گیا۔ اور اسے ناکارہ کر کے شاہانہ انداز میں واپس آ کر کہا۔

"یہ بزدل ہم پر وار کر کے کہاں جا سکتے ہیں؟"

پاک فوج کے ایک افسر نے دوربین لگا کر دیکھا کہ دشمن کے چالیس ٹینک بڑھے چلے آرہے ہیں۔ اور ان کے پیچھے دشمن کا توپ خانہ بھی ہے۔ ہمارے افسر کے پاس صرف دو ٹینک تھے۔ انہوں نے دونوں ٹینکوں کو پیچھے ہٹا کر درختوں کی آڑ میں کر لیا۔ اور اپنی فوج کے چند سپاہیوں کو گرنیڈ وغیرہ دے کر ہدایت کی کہ وہ جیپ پر سوار ہو کر جائیں اور دشمن کے ان چالیس ٹینکوں کے درمیان گھس کر انہیں تباہ کر دیں۔ تاکہ ان کی پیش قدمی رک جائے۔ پاک فوج کے جوان اپنے افسر کے حکم کی تعمیل میں روانہ ہو گئے۔ بظاہر وہ موت کے منہ میں جا رہے تھے۔ مگر خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ جب وہ ٹینکوں کے قریب پہنچے تو انہوں نے گرنیڈوں سے حملہ کر دیا۔ وہاں اسلحہ اور بارود سے لدے ہوئے کچھ ٹرک بھی تھے جنہیں آگ لگ گئی اور اس آگ نے ہر طرف تباہی مچا دی۔ دھوئیں کے گہرے

بادل چھا گئے۔ اور مجاہدین اپنا مشن پورا کر کے کامیابی سے واپس آ گئے۔

ــــ مجاہد فورس کے ایک افسر نے بتایا۔" میں نے جنگِ عظیم کے معرکے بھی دیکھے ہیں، جرمن کمانڈر رومیل کے حملے بھی روکے ہیں۔ لیکن یہ جنگ اپنی نوعیت کے اعتبار سے ان معرکوں سے کہیں زیادہ شدید تھی۔ اس معرکے کی اہمیت اس لئے بھی زیادہ ہے کہ جس جگہ گولہ باری ہو رہی ہو، وہاں سے مورچے ہٹا لئے جاتے ہیں۔ لیکن ہمارے مجاہد اسی جگہ چٹان کی مانند ڈٹے رہے۔ اور آخری لمحے تک دشمن کی گولیوں کا جواب دیتے رہے۔

ــــ پاک فضائیہ کے طیارے پیدل فوج کی برابر مدد کر رہے تھے۔ ہر کڑے وقت میں انہوں نے دشمن کے اہم ٹھکانوں کو اپنے بموں کا نشانہ بنا کر پاک فوج کو آگے بڑھنے کے مواقع فراہم کئے۔ دشمن کے جو طیارے اپنی فوجوں کی مدد کے لئے آتے تھے، وہ پاک فضائیہ کے طیاروں کو دیکھ کر دُم دبا کر بھاگ جاتے تھے اور جو کوئی ذرا آگے بڑھتا، اسے مار گرایا جاتا۔ اس طرح اس محاذ پر بھارتی فضائیہ کو بھی بھاری نقصان اٹھانا پڑا۔

دشمن کے حوصلے پست ہو گئے۔ وہ مزید کمک حاصل کرنے کے باوجود اس قابل نہ رہا، کہ کوئی بڑا حملہ کر سکے۔ اس کی ریڑھ کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی۔

ــــ اپنی طوفانی یلغار کے باوجود وہ نالہ ایک عبور نہ کر سکا تھا۔ چونڈہ کی سرزمین پر قابض نہ ہو سکا تھا۔ ڈالووالی کی طرف نہ بڑھ سکا تھا۔ ریلوے لائن پار نہ کر سکا تھا۔ اس کا کوئی خواب بھی شرمندۂ تعبیر نہ ہوا۔ ہرنیا

سورج اس کے لئے بربادی کا پیغام لے کر طلوع ہوتا تھا۔ اور رات کی تاریکی میں موت کے قہقہے اس کے ہر منصوبہ کو نگل لیتے تھے۔ پاک فوج کی قلت کے سامنے اس کی کوئی پیش نہ چل سکی تھی۔ لاکھ ہاتھ پاؤں مارنے کے باوجود وہ ذلت آمیز شکست کے سمندر میں ڈوبتا ہی گیا تھا۔ وہ کبھی کامیاب نہ ہو سکتا تھا، کیونکہ اس کی جنگ، ہوسِ ملک گیری کی جنگ تھی۔ اس کے سپاہی بزدل تھے، اس کے افسر ظالم تھے۔ اسے استعماری طاقتوں پر گھمنڈ تھا۔ لیکن باطل کبھی بھی حق کے سامنے زیادہ دیر تک نہ ٹھہر سکتا تھا۔ فتح ہمیشہ حق ہی کی ہوتی ہے۔
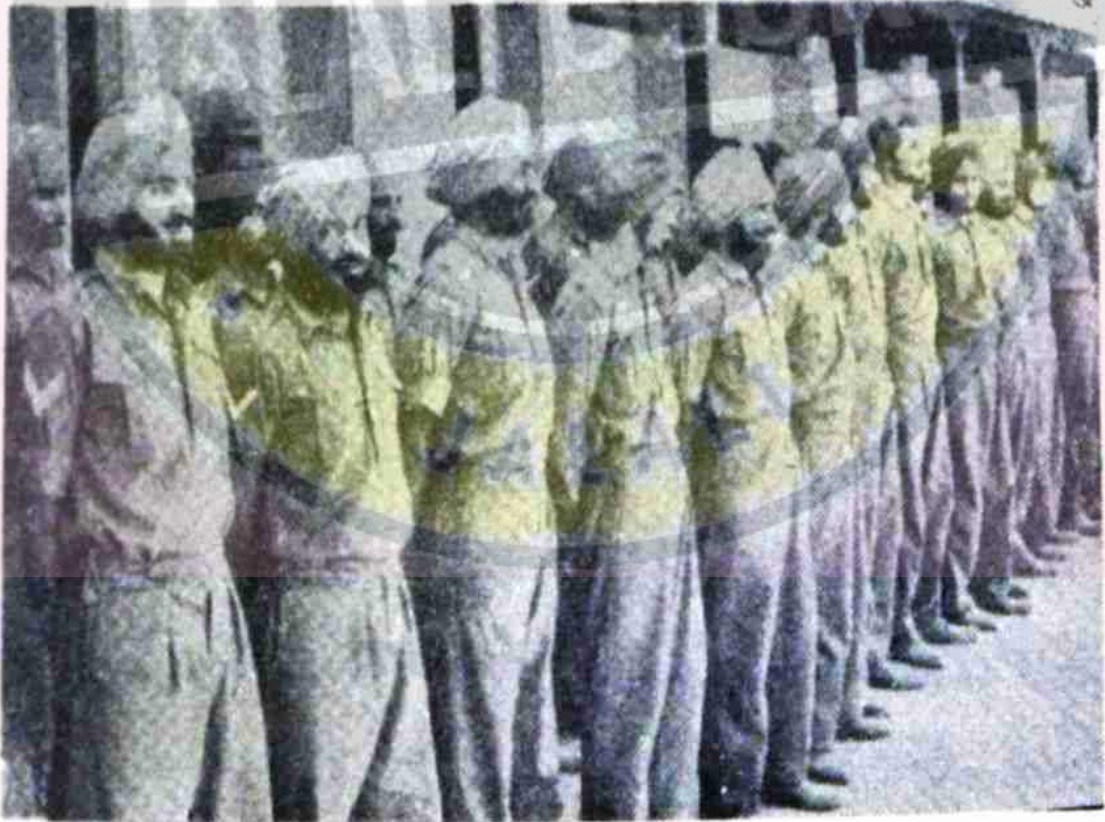
بھارتی فوج کے چند سکھ سپاہی
جو گرفتار کر لئے گئے

جبینِ شہرِ تمنّا کو جگمگاتے چلو

سول ہسپتال میں لوگوں کا میلہ لگا ہے۔ یہاں کی رونق بھی عجیب ہے۔ یہاں آنے والے بھی عجیب ہیں، اور کام کرنے والے بھی عجیب ہیں۔ مریض اپنی مہلک بیماریوں کے درد سے نجات پاچکے ہیں۔ مریض اپنی کرب ناک چیخوں کو دبا کر مسرور ہو رہے ہیں۔ انہیں زخموں کا احساس ہو رہا تھا۔ لیکن انہیں اپنی بیماری کا فکر نہیں ستاتا۔ ایک ہی دعا سب کے ہونٹوں پر مچل رہی ہے۔ کہ اے اللہ جل شانہ! زخمی مجاہدین کی زندگیوں کو بچا لے۔ ہم اپنی زندگیوں کا نذرانہ پیش کرتے ہیں۔ ہم ان بہادروں کی سلامتی اور صحت یابی چاہتے ہیں، جنہوں نے دشمن کے ناپاک ارادوں کو خاک میں ملا دیا۔ جو مردانہ وار لڑے۔ اور زخم کھا کر بھی مسکراتے رہے۔ اے پروردگار! انہیں اپنے حبیبِ پاک کا صدقہ جلد شفا بخش دے!

خون کا عطیہ دینے والوں کی قطار لگی ہے۔ کئی روز سے لوگوں کا تانتا بندھا ہوا ہے۔ ہر لمحہ لوگوں میں اضافہ ہی ہو رہا ہے۔ اور خون کا عطیہ دینے وصول کرنے والوں کے چہروں پر بھی تو تھکن کے آثار نظر نہیں آتے۔ وہ دن رات کام میں لگے ہوتے ہیں۔ پھر بھی آرام کرنے کا خیال اُن کے دل

میں پیدا نہیں ہوا۔ رضا کاروں کا جمگھٹا لگا ہے۔ وہ رات کو گلیوں اور بازاروں میں گشت کرتے ہیں ــــ اور صبح خون کا عطیہ دینے کے لئے ہسپتال میں جمع ہو جاتے ہیں۔

صدیوں بعد ہمیں اپنی جنگ ــــ اپنی بقا اور اپنے تحفظ کی جنگ سے لڑنے کا تجربہ ہوا ہے۔ اسی لئے اس جنگ میں جسموں کے علاوہ ــــ دل اور دماغ ــــ ضمیر اور ایمان بھی ہر محاذ پر برسر پیکار ہیں۔ کوئی بھی اپنے آپ کو اس سے الگ نہیں کر سکتا۔

اس جنگ نے ہمارا بھرپور جذباتی تعلق خود اپنی اس سرزمین سے جوڑ دیا ہے اس سے پہلے ہمارا وطن ــــ ہمارے لئے محض ایک جغرافیائی وجود رکھتا تھا لیکن اس جنگ کی بدولت اس نے ہمارے دلوں میں اپنا ایک ایمانی وجود پیدا کر لیا ہے۔ پہلی بار وطن ایک معشوق بن گیا ہے۔ جس پر جان قربان کرنا فخر سمجھا جاتا ہے۔ اپنا تعلق پچھلی شاندار تاریخ سے جڑ گیا ہے۔ وہی تاریخ جس میں ہمارے اسلاف کی ہڈیاں چنی گئی ہیں۔ ہمارے آبا کا خون جس کے گارے میں استعمال ہوا ہے۔ وہی تاریخ جس کے اَن گنت واقعات نظریۂ اسلامی کے رشتے میں پروئے ہوئے ہیں ــــ شاعر ــــ جس کے نغمے جوانی کا سنگھار اور شاخِ گُل کی لچک تھے۔ جس کے گیتوں میں دوشیزگی کی چٹک اور سنبلوں کی مہک تھی۔ جس نے عاشقی کے جنون ــــ اور رتجگوں کے فسون کو شاعری کا مرکز بنا لیا تھا۔ اور جب طبلِ جنگ بجنے لگا۔ تو قصہ خوانی سے رمنا کے گلزاروں تک ــــ بوڑھی گنگا سے خیبر کی دیواروں تک ــــ رومان کا نغمہ بے جان ہو گیا ــــ تو شاعر

پکار اٹھا ۔ ؎

اے وطن تیری خاطر میں کٹ جاؤنگا
اے کٹھن وقت تیرے میں کام آؤنگا
گیت تیری ہی عظمت کے میں گاؤنگا

ہسپتال کی فضا میں شانِ قلندری بھی ہے اور وقت کی آئینہ گری بھی ۔۔۔ کچھ لوگ ٹولیاں بنائے کھڑے ہیں۔ کچھ برآمدوں میں بیٹھے ان چہروں کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ خون کا عطیہ دینے کے بعد جن پر ملکوتی حسن پیدا ہو گیا ہے ۔۔۔ ان میں طالب علم بھی ہیں، اور طالبات بھی ۔۔۔ میں ان کی باتوں کو سن رہا ہوں ۔ اُن کے چہروں کے دمکتے ہوئے نقوش کو دیکھ رہا ہوں۔ ہم نے اپنے آپ کو پہچان کر نئی دنیا دریافت کرلی ہے۔ اس دنیا میں بہاروں کا ابدی حسن ہے۔ پھولوں کے اَمٹ رنگ ہیں ۔۔ خوشبو کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ ہے۔ روشنی ہی روشنی ہے۔ ٹھنڈی ۔ فرحت بخش ۔ دائمی روشنی ۔۔۔ خواتین کی کوشش ہے۔ کہ مجاہد بھائیوں کے لئے ۔ جان نثار بیٹوں کیلئے ان کے خون کا عطیہ پہلے وصول کیا جائے ۔۔۔ اور مردوں کی یہ کوشش ہے کہ انہیں پہلے فارغ کر دیا جائے ۔ تاکہ وہ اگلے مورچوں کی طرف بڑھنے والے مجاہدین کو عقیدتوں کے نذرانے بھی پیش کر سکیں۔ ان کے نعروں میں اپنے جوش کو شامل کر کے دشمن کی آخری بنیاد تک ہلا دیں ۔۔۔ اور ہسپتال کے سامنے محکمہ بجلی کے دفتر میں اسٹاف کی سرگرمیاں بھی بڑھ چکی

پاکستانی سٹار فائٹر طیارے فضائی نگرانی کے لئے آسمان کی وسعتوں پر پرواز کر رہے ہیں!
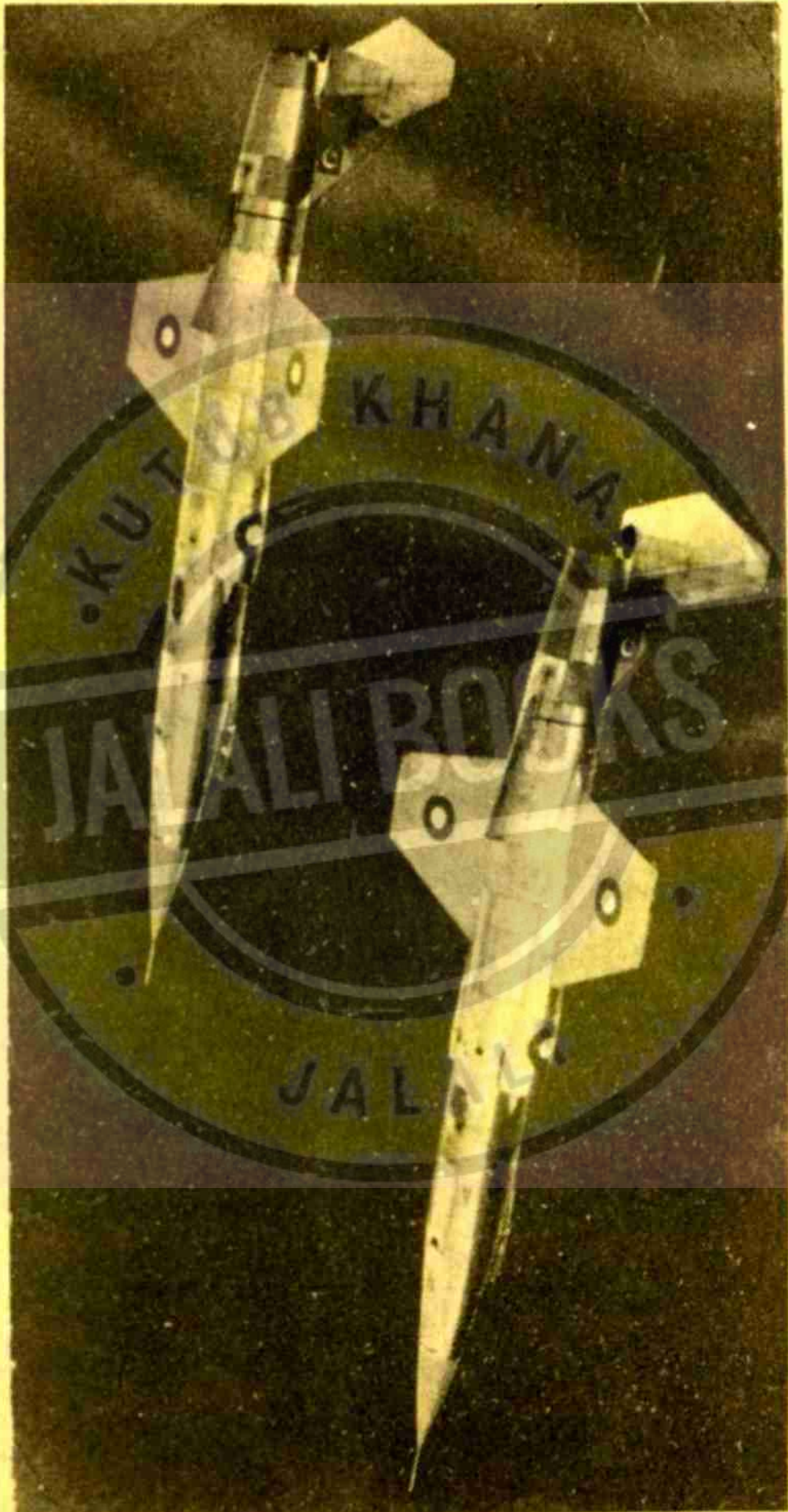
پاکستان کے جانباز مجاہد محاذ پر بھاگنے والے بھارتی درندوں کا تعاقب کر رہے ہیں!
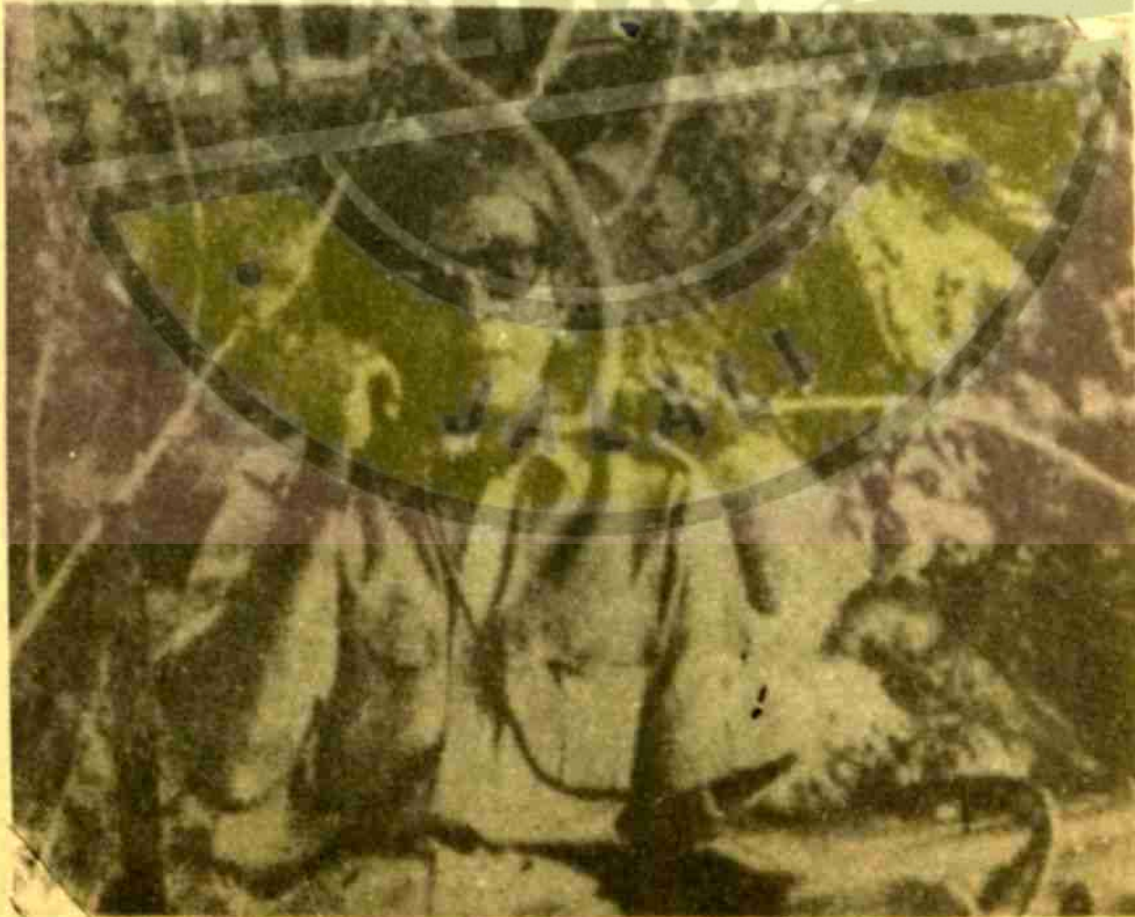
ایک پاکستانی مجاہد محاذ سے رابطہ قائم کئے ہے

ہیں۔ اور ایگزیکٹو انجنئیر عبدالرشید قریشی ان کے حوصلے بڑھا رہے تھے۔ اپنے محاذ پر دشمن کے ہر حملے کو ناکام بنانے کا عہد کر رہے ہیں ــــ جنگ کے دوران میں ایک دن بھی بجلی کی رَو کا سلسلہ نہیں ٹوٹا ــــ سائرن کی آواز میں ذرا بھی لرزش پیدا نہیں ہو سکی ــــ پانی کی سپلائی میں کسی رکاوٹ کا خدشہ پیدا نہیں ہو سکا ــــ اور یہ ایگزیکٹو انجنئیر کی اعلےٰ کارکردگی ــــ اَن تھک محنت اور ــــ وطنِ پاک کی محبت کی سرشاری کا مثالی کارنامہ ہے۔

جہاں عقل کی سرحد ختم ہو جاتی ہے، وہاں عشق کی شاہراہ کی ابتدا ہوتی ہے ــــ اور اس شاہراہ پر سب حکّامِ شہر اور ماتحت عملہ ــــ انسانیت نواز لگن کے ساتھ آگے بڑھتے جا رہے ہیں۔

اور ــــ شہیدوں کے لہو کے قطروں نے اہلِ شہر کے دلوں میں ــــ انسانیت کی عظمت کو دوبالا کر دیا ہے۔ اور خون کا عطیہ دینے والوں کے لہُو کے قطرے کائنات کے حسن کا نکھار بن گئے ہیں۔

لہو کے قطرے، اذان کہہ کر اقوامِ عالم کو جگا رہے ہیں۔

یہ سرخ سرخ قطرے سبز پرچم کی پھریریوں کو فضا کی لامحدود وسعتوں میں پھیلا رہے ہیں۔

لہو کے یہ قطرے پیامِ طوفان بھی ہیں اور چراغِ عرفان بھی۔

لہو کے قطرے رحمتِ باری تعالےٰ کو جوش میں لانے کا موجب بن گئے ہیں۔

لہو کے قطرے شبنم کی مانند سیالکوٹ کی سرزمین پر بکھر گئے ہیں۔
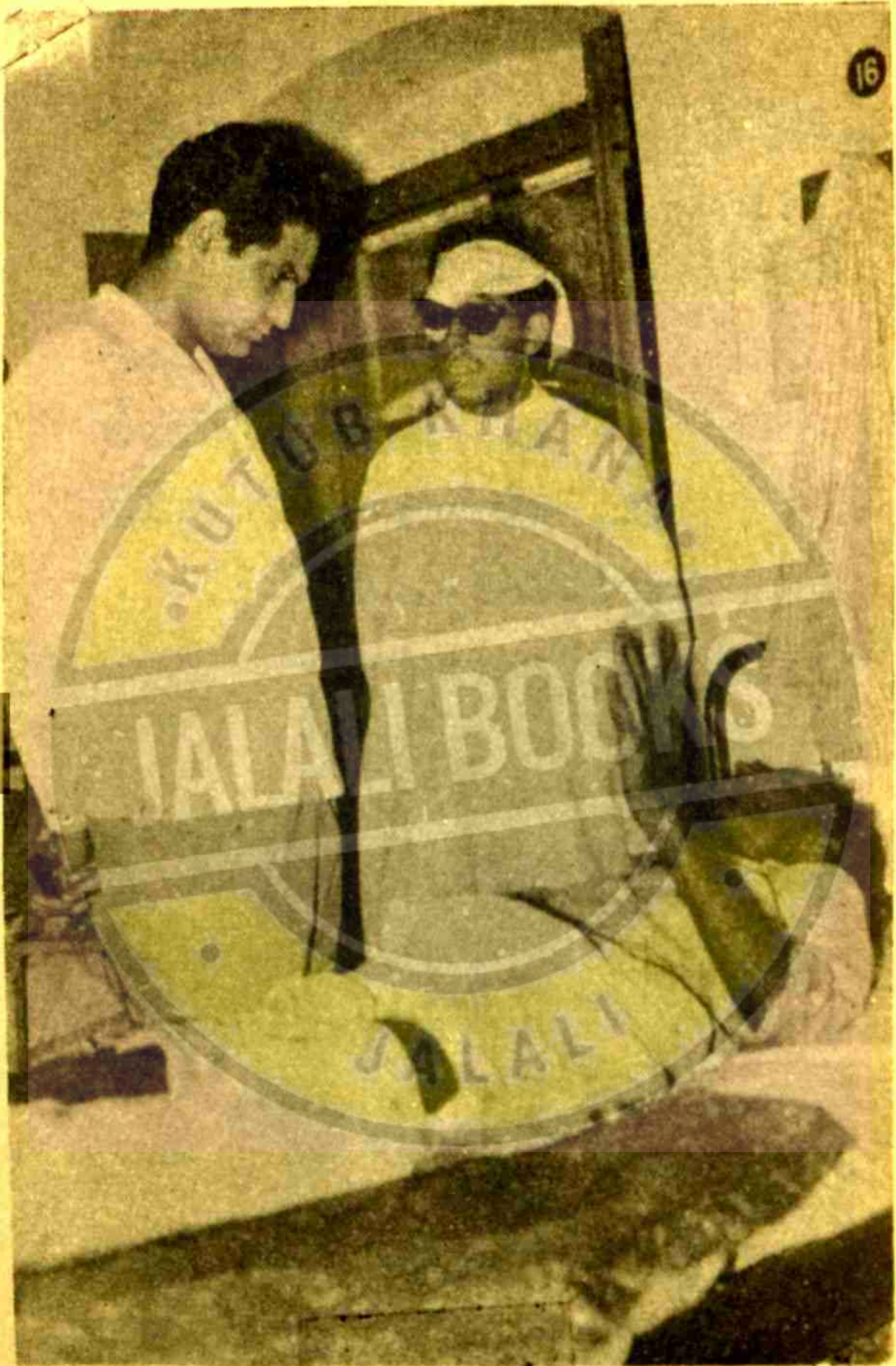
اعجاز احمد ملک چیئرمین میونسپل کمیٹی
ہسپتال میں ایک زخمی کی خبر گیری کر رہے ہیں ۔

روش روش اور پھول پتے ان قطروں سے نکھر گئے ہیں۔
لہُو کے یہ قطرے شعاؤں کی مانند کونپلوں کے سینوں میں اُتر گئے ہیں۔
لہُو کے اِن قطروں کا سلسلہ لامحدود بن چکا ہے۔
ان کا پاک رشتہ بہت دور دور تک چلا گیا ہے۔
انہوں نے کروڑوں روحوں کو جوڑ دیا ہے۔
ان سے قوم کی شیرازہ بندی ہوئی ہے۔
لہُو کے اِن قطروں کی عظمت ہمیشہ برقرار رہے گی۔
— لہُو کے یہ قطرے ہمیشہ جگمگاتے رہیں گے۔
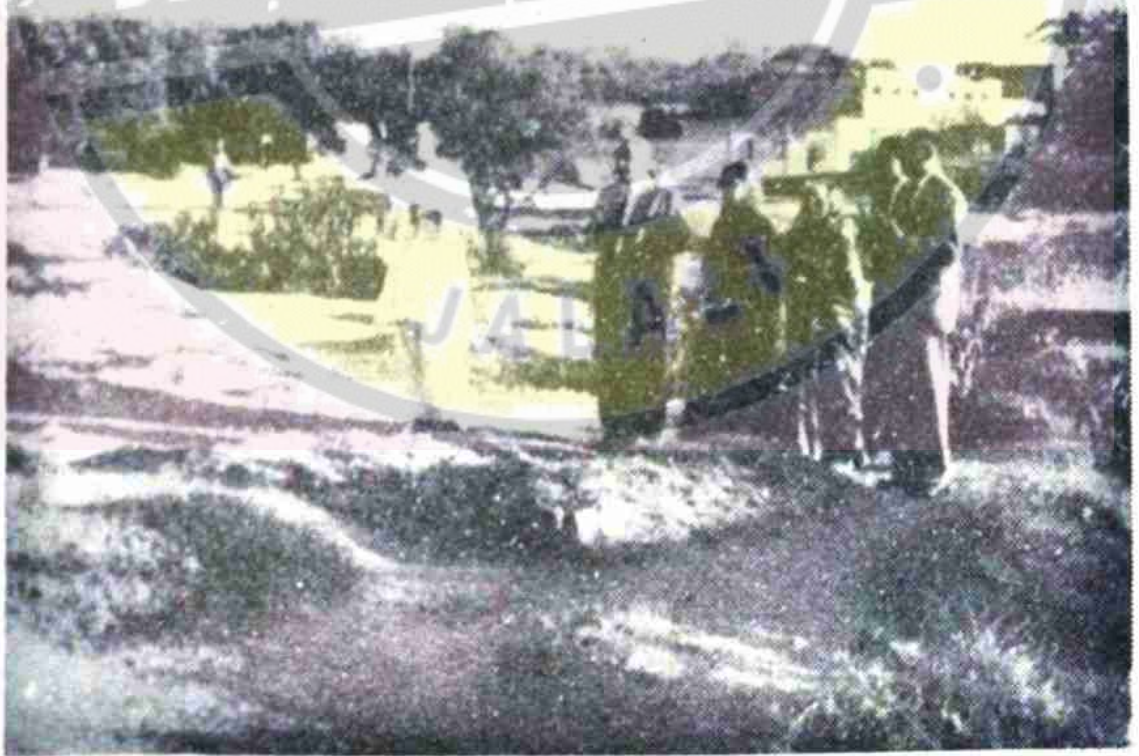
خواجہ محمد صفدر، سید مرید حسین شاہ کراچی کے زائرین کیساتھ شہدا کی قبروں پر۔

دل اپنے ہیں سرشارِ مئے حُبِّ وطن سے!

سلامتی کونسل کے ارکان نے چودہ گھنٹے کے طویل مذاکرات کے بعد پاکستان اور ہندوستان کی جنگ بند کرنے کی قرارداد منظور کی — اس قرارداد میں پہلی بار دونوں ملکوں سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ جنگ بند کر دیں۔

اس قرارداد پر اظہار خیال کرتے ہوئے پاکستانی نمائندے مسٹر ظفر نے سلامتی کونسل کو متنبہ کیا کہ جب تک رائے شماری کے ذریعے جنگ کا بنیادی سبب دور نہ کیا جائے گا — اور زیادہ بڑے پیمانے پر جنگ شروع ہو جائے گی۔

اقوامِ متحدہ کی سلامتی کونسل نے جنگ بندی کے سلسلہ میں جو قرارداد منظور کی تھی اسے پاکستان اور بھارت کی حکومتوں نے منظور کر لیا — طے یہ پایا — کہ یہ فائر بندی ۲۳ ستمبر ۱۹۶۵ء کو پاکستانی وقت کے مطابق صبح تین بجے اور بھارتی وقت کے مطابق ساڑھے تین بجے ہوگی۔

صدر ایوب نے اس اہم تاریخی موقعہ پر قوم سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا :۔

"ہم نے آج اقوامِ متحدہ کے سیکرٹری جنرل کو مطلع کر دیا ہے۔ کہ

سلامتی کونسل کی ۲۰ ستمبر کی قرارداد ناکافی اور غیر تسلی بخش ہے۔ بہرحال بین الاقوامی امن کے مفاد کے پیش نظر پاکستانی مسلح افواج کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ ۲۳ ستمبر صبح تین بجے فائرنگ بند کر دیں۔ ہم نے سلامتی کونسل کو مطلع کر دیا ہے کہ اقوام متحدہ پر سنگین ذمہ داری عائد ہوتی ہے اور یہ وقت اس کے لئے بڑی آزمائش کا ہے۔ اگر وہ اس علاقے میں پائیدار امن پیدا کرنا چاہتی ہے تو اسے فوری طور پر تنازعہ کشمیر کے آبرومندانہ حل کی طرف توجہ دینی چاہیئے۔ اگر وہ اس میں ناکام رہی تو برصغیر پاک و ہند پہلے سے کہیں زیادہ جنگ کے شعلوں کی لپیٹ میں آجائے گا۔ اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے ہم نے دنیا پر ثابت کر دیا ہے کہ پاکستان کے عوام اپنا دفاع بخوبی کر سکتے ہیں۔ سلامتی کونسل میں نمائندگی کرنے والی عالمی طاقتوں نے ہمیں پختہ یقین دلایا ہے کہ وہ تنازعہ کشمیر کی سنگینی اور اسے حل کرنے کی فوری ضرورت سے پوری طرح آگاہ ہیں۔ مجھے امید ہے کہ وہ بین الاقوامی امن کی خاطر اپنی یقین دہانیوں کو عملی جامہ پہنانے کے لئے ٹھوس اور فوری قدم اٹھائیں گی۔ تاکہ مسئلہ کشمیر کا آبرومندانہ تصفیہ ہو سکے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ میری رہنمائی کرے۔ مجھے آپ کے احساسات کا پورا پورا علم ہے۔ لیکن ایسی کوئی بات نہیں کرنی چاہیئے جس سے ہمارے اتحاد اور نظم و ضبط پر حرف آتا ہو۔ ہماری منزل جو بہت دور نظر آتی تھی، بہت قریب ہو گئی ہے۔"

اس کے ساتھ ہی سلامتی کونسل میں وزیر خارجہ مسٹر بھٹو نے جو تقریر کی ، اسے بی بی سی نے سال کی بہترین تقریر قرار دیا۔ مسٹر بھٹو نے کہا :-

"جناب صدر! میں آپ کا اور سلامتی کونسل کے ارکان کا ممنون ہوں کہ انہوں نے اتنی رات گئے ایک ایسے مسئلے پر بحث کرنے کے لئے جمع ہونے کی زحمت گوارا فرمائی جو ہمارے عوام، برصغیر ایشیا اور شاید تمام دنیا کے لئے بے حد اہمیت کا حامل ہے ـــــ آج ہم ایک جنگ سے دوچار ہیں ایسی جنگ جو ہم پر بھارت نے مسلط کی ہے۔ ایک ننگی جارحیت، پینتالیس کروڑ کا جارحانہ حملہ، دس کروڑ عوام کے خلاف ایک جنگ، جو حرص و آز کی جنگ ہے ـــ ہم دنیا سے نیست و نابود ہونے کو تیار نہیں۔ ہمیں زندگی سے پیار ہے۔ ہم زندہ رہنا چاہتے ہیں۔ ہماری خواہش ہے کہ دوسرے لوگ بھی زندہ رہیں۔ لیکن ہم نے تہیہ کر لیا ہے کہ ہم اپنے وقار اور پاکستان کی خاطر لڑیں گے۔ اس لئے کہ ہمارا مقصد مبنی بر انصاف ہے۔ ہم اصولوں کے دلدادہ ہیں۔ ہم نے اصولوں کو پائمال نہیں کیا۔ ہم نے اپنے عہد نہیں توڑے ـــ ہم نتائج سے بے پرواہو کر جنگ لڑ رہے ہیں۔ ہمیں اس بات کی قطعی پرواہ نہیں کہ ہمارے راستے میں کون سی رکاوٹیں ہیں۔ یا ہماری راہ میں کون سی طاقتیں منظم ہوتی ہیں۔

ہم دنیا کو بتا دینا چاہتے ہیں کہ پاکستان کے دس کروڑ عوام نے جو حلف اٹھائے تھے، ان سے ہرگز دستبردار نہیں ہوں گے۔ ہم اپنے دفاع کی خاطر لڑیں گے۔ ہم جارح نہیں ہیں۔ ہمیں جارحیت کا نشانہ بنایا گیا ہے۔

فیلڈ مارشل محمد ایوب خان ایک فوجی مورچہ کے معائنہ کے بعد باہر آرہے ہیں!

ہم ایک ہزار سال تک جنگ جاری رکھیں گے۔ ایسی جنگ جو دفاعی جنگ ہے ۔۔ افریقہ اور ایشیا کے طول و عرض میں تو حق خود ارادیت کا سورج چمکے۔ تمام دنیا اس سے بہرہ ور ہو۔ لیکن جموں و کشمیر کے عوام کو اس سے محروم کر دیا جائے۔ کیا وہ بھارتی سوسائٹی کے اچھوت ہیں۔ ۔۔ ایک طرف تمام دنیا حق، انصاف اور اخلاق کے لئے بنیان مرصوص بنی ہوئی ہے۔ اور دوسری طرف ایک جنگی مشین ہے جو دوسرے ملکوں کی غاصبانہ قبضہ کرنے والی ہے۔ ہمارے عوام کے عزم مصمم اور زندہ اور تابندہ روح کو کبھی کچلا نہیں جا سکتا۔ آپ ایک جنگ بند کرا سکتے ہیں۔ آپ دوسری جنگ بند کرا سکتے ہیں۔ لیکن دس کروڑ عوام اپنے اصولوں کو خیر باد کہنے کی بجائے صفحۂ ہستی سے معدوم ہونا پسند کریں گے۔

۔۔ ہم اقوام متحدہ کو آخری موقع دیتے ہیں کہ وہ جموں و کشمیر کا بامقصد پُرامن اور دائمی حل تلاش کرے اور ایک طے شدہ وقت کے اندر اسے حل کرے۔ اقوام متحدہ پر جو ذمہ داری عاید ہوتی ہے، اگر وہ اقوام متحدہ کے انسانی منشور کے تقاضوں کے مطابق اسے حل نہیں کرتی۔ تو پاکستان کو اقوام متحدہ سے نکلنا پڑے گا۔"

ڈیلی ایکسپریس لنڈن کے نمائندے ڈونلڈ سیمین نے سیالکوٹ کے محاذ کا دورہ کیا۔ اور اپنے تاثرات ان الفاظ میں پیش کئے۔

"پاکستان کی دو ڈویژن فوج نے دس دن کی لڑائی میں بھارت کی کثیر

کا صفایا کر دیا جس کے ساتھ بھاری توپ خانہ اور ایک پورا ٹینک ڈویژن بھی تھا۔ اس لڑائی میں، جسے دوسری جنگ عظیم کے بعد سب سے بڑا معرکہ قرار دیا گیا ہے، بھارت کو ناقابلِ بیان نقصان اٹھانا پڑا ہے میں نے جنگ بندی لائن پر پاکستان کی جانب سیالکوٹ کے علاقہ کا دورہ کیا ہے۔ میں نے دیکھا ہے۔ کہ پانچ ڈویژن فوج نے سیالکوٹ کی سرحد پر حملہ کیا جسے روکنے کے لئے پاکستان کی دو ڈویژن فوج آگے بڑھی۔ بھارت چاہتا تھا، کہ اس کی فوج سیالکوٹ کو گھیرے میں لے لے اور لاہور پر قبضہ کر لے۔ اس طرح مغربی پاکستان کو دو حصّوں میں تقسیم کر کے حکومت پاکستان کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دے۔ بھارت کی دانست میں یہ فیصلہ کن حملہ تھا۔ اس لڑائی میں بھارت کی پیدل فوج کے دو ڈویژن ایک گاؤں میں تباہ کر دیئے گئے۔ پاکستان کی فوج نے اس مقابلہ کے دوران میں جو ٹینک تباہ کئے، میں نے ان میں سے ۴۲ سینچورین اور شرمن ٹینک دیکھے۔ جنہیں صرف ایک گھنٹہ میں جلا کر خاکستر کر دیا گیا تھا۔ پاکستان کی پیدل فوج کے کرنل نے جو سیالکوٹ کے جنوبی محاذ پر تعینات تھے، مجھے بتایا کہ بھارتی توپخانہ نے ہم پر شدید گولہ باری کی۔ لیکن ہم سروں کو جھکائے محاذ پر ڈٹے رہے۔ اور بھارتی گولے ہمارے سروں سے گزرتے رہے۔ اِس لڑائی کے دوران میں پاکستان کے صرف چار سو فوجی شہید ہوئے۔ اور بھارتی فوج کے محتاط اندازے کے مطابق چار ہزار سپاہی ہلاک

ہوئے ہیں ــــ میدانِ جنگ کا جائزہ لینے سے بہت سی اہم باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ وہ یہ کہ جنگ میں بھارت نے امریکہ کے پیٹن ٹینک بھی استعمال کئے۔ جن پر ۹۰ ملی میٹر کی توپیں نصب ہیں ــ یہ توپیں برطانوی ساخت کی توپوں سے بہت اعلیٰ ہیں۔ سینچورین ٹینکوں پر ۲۰ پونڈ کے گولے پھینکنے والی توپیں نصب ہوتی ہیں۔ پاکستانی فوج کے ایک رسالدار نے مجھے تباہ شدہ سینچورین ٹینکوں میں سے ایک کا ڈھانچہ دکھاتے ہوئے کہا کہ میں برطانوی فوج میں بھی رہا ہوں۔ تم لوگوں نے یہ ٹینک خوب بنایا ہے۔ لیکن میں نے اس ٹینک کو تباہ کر دیا ہے ــــ میدانِ جنگ میں بموں اور گولوں کے خول، رائفلوں کے کندھے اور لاتعداد ایسی دوسری چیزیں خزاں کے پتوں کی طرح بکھری پڑی تھیں۔ گو اب فائر بندی کی وجہ سے توپوں کی گرج ختم ہو گئی ہے ــــ تاہم آسمان پر چیلیں اور گدھ عام نظر آتے ہیں۔

مشرقی پاکستان کی بہادر افواج کا ایک مجاہد مغربی پاکستان کی ایک سرحدی چوکی پر ملکی حفاظت کے لئے سینہ سپر ہے۔

روشن روشن ہے زندگی

قدم قدم نکھار ہے!

میرے شہر کی سرحد سے اس پار دشمن اپنی خندقوں میں دفن ہے۔ میرے شہر کا جھومر چوک گھاس منڈی "چوک شہیداں" کا اعزاز حاصل کر چکا ہے۔ اور بازار کلاں، بھارتی تخریب کے بعد تعمیر کے ایک نئے دور کا آغاز کر چکا ہے۔ شہیدوں کے لہو کی ہر بوند اس تعمیر کی بنیاد ہے۔ میرا شہر کل بھی ناقابلِ تسخیر تھا۔ اور آج بھی وہ آزادیٔ افکار کا سرچشمہ ہے۔ میرے شہر کی شاہراہوں میں پھیلے ہوئے ہر ذرہ میں بھارتی درندوں کی موت ہے۔ اس موت نے ان وحشی درندوں کو ابدی نیند سلا دیا ہے ـــ اب وہ کبھی اس شہر کی مقدس سرزمین کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھ سکیں گے ـــ بھارتی آگ سے کملا جانے والی کونپلوں کو شہیدوں کے مقدس لہو کی سرخی سے نئی زندگی مل گئی ہے ـــ میرا شہر گلستان کی مانند مہک رہا ہے۔

بُل ڈوزر چوک شہیداں سے ملبہ اُٹھا رہا ہے ـــ گاڑیاں یہ ملبہ شہر سے باہر لے جا رہی ہیں۔ اس جگہ کی زیارت کی خاطر دور دور سے لوگ آ رہے ہیں ـــ انہیں

یہ اشتیاق ۔ یہ کشش یہاں کھینچے لئے آرہی ہے ۔ کہ دیکھیں اس سرزمین میں کون سی ایسی فضیلت ہے ۔ اس میں بسنے والوں میں ایسی کون سی خاصیت ہے کہ دشمن سر توڑ کوشش کے باوجود اس کی تسخیر میں ناکام رہا ۔ اور یہ جگہ اس کے سارے تکبر کی شمشان بھومی بن گئی ۔ قلعہ پر میلہ لگا ہوا ہے ۔ لوگ سڑک پر کھڑے ہو کے انگلیاں اٹھا اٹھا کر تباہ شدہ دکانوں اور مکانوں کی طرف اشارے کر کر کے تعمیر کے نئے جذبے کی نشاندہی کر رہے ہیں ۔ وہ حیران ہوتے ہیں ۔ کہ ستر اسی ہزار بھارتی فوج کو کس طاقت نے شہر کی حدود میں اپنے پاؤں داخل نہ کرنے دیئے ۔ یہ لوگ کس وسیلے کے تحت شہر میں ڈٹے رہے ۔ اور پھر وہ عالم سرشاری میں یوں سر کو جنبش دیتے ہیں جیسے انہوں نے اس راز کو پالیا ہو ، کہ جس کا حامی و ناصر خدائے بزرگ و برتر کی ذات ہو ۔ اُسے ساری دنیا متحد ہو کر بھی شکست نہیں دے سکتی ۔

ـــ ایک غیر ملکی سیاح بہت دیر تک شہر میں گھومتا رہا ۔ اس نے سپورٹس کے کارخانوں کی گہما گہمی دیکھی ـــ میوزک اور ڈاکٹری اوزاروں کے بنانے والی فیکٹریوں میں ـــ ہزاروں لاکھوں کا تیار شدہ مال دیکھا ـــ بم زدہ علاقہ کا چکر لگایا ـــ اور لوگوں کے چہروں پر فتح مندی کی چمک دیکھی ـــ اور تحیر زا نظریں گھماتے ہوتے اس نے بے بس ہو کر ایک نوجوان سے پوچھ ہی لیا ـــ " جناب ! یہ بات سمجھ میں نہیں آتی ، کہ دشمن جب دو ڈھائی میل پر بے پناہ طاقت کے ساتھ کھڑا تھا ـــ اور اسکے بمبار طیارے شہر کا چکر لگا رہے تھے ـــ تو آپ نے اپنا قیمتی سرمایہ دوسری جگہ کیوں منتقل نہ کیا تھا ؟ ـــ شہر کی رونق کیسے قائم رہی

تھی ؛ — اور آپ نے خوف زدہ ہو کر شہر کو خالی کیوں نہ کیا تھا ! " —

— نوجوان نے مسکراتی نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔ اور خود اعتمادی کے جذبہ کے تحت کہا " جناب ! یہ حق اور باطل کی جنگ — یہ انسانیت نواز اور انسانیت کش طاقتوں کا مقابلہ تھا۔ اور تاریخ بتاتی ہے۔ کہ جب ایسا معرکہ بپا ہوا، حق نے کسی طاغوتی طاقت کے سامنے سر نہ جھکایا۔ باطل کی بے پناہ طاقت اسے ہراساں نہ کر سکی — یہ جنگ صرف سیالکوٹ کی جنگ نہ تھی یہ سارے پاکستان کی جنگ تھی — سارے عالمِ اسلام کی جنگ تھی — ہم جا بھی کہاں سکتے تھے — ہر جگہ محاذ بن گیا تھا۔ پھر کیوں نہ ہم اپنے محاذ پر ہی ڈٹ جاتے — اور یہ لاکھوں کروڑوں کا سامان تو اس وقت نفع پہنچا سکتا ہے جب عزت محفوظ ہو، شان میں کوئی فرق نہ پڑے، ایمان سلامت ہو، جب یہ ہی نہ باقی بچیں، تو پھر زندگی سے موت بدرجہا بہتر ہوتی ہے — "

غیر ملکی سیاح حیرت کا مجسمہ بنا اسے تکے جا رہا تھا۔ جیسے نوجوان کی باتوں کا مفہوم اس کی سمجھ سے بعید ہو، یا سب کچھ سمجھ کر اسے یقین نہ آ رہا ہو کہ اس سائنسی دور میں ایمان ایسا معجزہ بھی دکھا سکتا ہے —

لوگ جوق در جوق پسرور، چونڈہ، اوڑا اور ڈالو والی کی طرف اپنے غازی بھائیوں کو تحائف دینے کی خاطر جا رہے ہیں — کسی کے پاس ضروریاتِ زندگی کی چیزیں ہیں — کوئی پھلوں کے کریٹ اٹھائے ہوئے، کوئی قرآن مجید کے نسخے تقسیم کر رہا ہے — اور کوئی زردہ اور پلاؤ کی دیگیں ٹرکوں پر لاد کر لے جا رہا ہے — !

اپنے مورچوں میں دبکا ہؤا دشمن ــــ اس گھما گھمی، اس پُر خلوص جذبے کی روشنی سے حیران اور پشیمان ہو رہا ہے ــــ پاک فوج کے بہادر اپنے مورچوں سے باہر نکل کر ٹہلتے ہیں ــــ اور دشمن میں اتنی سکت بھی نہیں کہ وہ مورچوں سے ذرا سا سر بھی اوپر نکال سکے۔

دشمن نے جو بے پناہ نقصان اٹھایا ہے، اس کی تلافی اس سے برسوں تک نہ ہو سکے گی ــــ وہ خواہ کتنے ہی غلط دعوے کرے، لیکن سیالکوٹ کا میدانِ کارزار اس کا گواہ ہے، کہ دشمن کی طاقت مفلوج ہو چکی ہے۔ اور کھیتوں سے تباہ شدہ سامان اور لاشیں اٹھانے میں ایک مدت درکار ہے ــــ محتاط اندازے کے مطابق دشمن کو جو نقصان پہنچایا گیا ہے، اسکی تفصیل اس طرح ہے :-

قبضہ شدہ سامان		تباہ شدہ سامان	
ٹینک	۱۷	ٹینک	۳۸۲
میدانی توپیں	۱۹	طیارے	۱۷
اسلحہ سے بھری ہوئی گاڑیاں	۲۵	توپیں	۶۰
جیپ	۱۲	گاڑیاں	۵۰۰
سپاہی	۳۰۰	بکتر بند گاڑیاں	۷۵
افسر	۱۲	سپاہی	۶۰۰۰

تعمیرِ نَو کے ولولے دلوں میں زندہ ہوگئے

موجودہ قومی حکومت نے ملک میں جمہوریت کی بحالی اور نشو ونما کو صحیح، اور قابلِ عمل خطوط پر متعین کرتے وقت سب سے زیادہ اہمیت اس بات کو دی ہے کہ عوام کو ملکی امور کی انجام دہی میں زیادہ سے زیادہ شریک کیا جائے تاکہ اُن میں خود اعتمادی اور حب الوطنی کے جذبات زیادہ سے زیادہ استوار ہو سکیں۔ اسی اصول اور جذبے کے تحت ملک میں بنیادی جمہوری نظام رائج کیا گیا۔ اس نظام نے نہ صرف حکومت اور عوام کے درمیان پیدا شدہ خلا کو ختم کر دیا ہے بلکہ قومی ترقی کی ان دو اہم قوتوں کو ایک دوسری سے مکمل طور پر ہم آہنگ کر دیا۔ بنیادی جمہوری اداروں کے ممبروں کو اپنے مقامی مسائل حل کرنے کے لئے نہ صرف زیادہ سے زیادہ اختیارات دیئے گئے بلکہ یونین کونسلوں سے لے کر ڈویژنل کونسلوں اور صوبائی اور مرکزی اسمبلیوں تک میں اپنے نمائندے بھیجنے کے اختیارات تفویض کر دیئے گئے۔ یہ ادارے اب پوری خود اعتمادی سے سماجی بہبود، دیہی ترقی اور قومی تعمیر نو کے منصوبوں کو مکمل کرنے میں مصروف ہیں۔

جنگِ ستمبر کے بعد سیالکوٹ میں دیہی ترقیاتی پروگرام کے تحت مجموعی بھلائی کے منصوبوں پر بڑی تیزی سے کام جاری ہے۔ سال ۶۶-۱۹۶۵ کے دوران ضلع

سید ذاکر حسین اسسٹنٹ ڈائریکٹر بنیادی جمہوریت سیالکوٹ جنہوں نے ۱۹۶۷ء میں دیہی ترقی کے پروگراموں میں متاثرہ جنگی دیہات کی تعمیرِ نو میں حصّہ لیا۔

چوہدری محمد اقبال گل اسسٹنٹ ڈائریکٹر بنیادی جمہوریت سیالکوٹ جنہوں نے ۶۶-۱۹۶۵ء میں متاثرہ جنگی دیہات میں اعلےٰ خدمات سرانجام دیں۔

بھر کے منصوبوں کی تکمیل کے لئے صوبائی حکومت کی طرف سے ضلع سیالکوٹ کو دیہی تعمیراتی پروگرام کے تحت ترپن لاکھ بہتر ہزار روپے کی امداد دی گئی۔ چونکہ اس پروگرام کی ترتیب و تشکیل کے سلسلہ میں بنیادی جمہوری اداروں کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ اس لئے ضلع کے ان اداروں کی سفارشات پر دیہات کے معاشرتی اور اقتصادی حالات بہتر بنانے کے لئے چھوٹے چھوٹے کئی منصوبے تیار کئے گئے۔ ان منصوبوں کی ترتیب کے وقت ضلع کے ہر علاقہ کے عوام کی ضروریات کو مدنظر رکھا گیا۔ اور ان علاقوں کی طرف خاص توجہ دی گئی جو نسبتاً کم ترقی یافتہ ہیں۔

سڑکیں

ضلع سیالکوٹ میں دیہی تعمیراتی پروگرام مرتب کرتے وقت عوام کو ذرائع آمد ورفت کی زیادہ سے زیادہ سہولتیں بہم پہنچانے کی طرف خاص توجہ دی گئی۔ یہ ضلع دیہی علاقوں میں سڑکوں کی موجودگی کے سلسلہ میں خاصا پسماندہ ہے گزشتہ سال بھارت کے جارحانہ حملہ سے پہلے ضلع کے دیہی علاقوں میں جو سڑکیں تعمیر کی جا چکی تھیں۔ ان کو جنگ کے دوران شدید نقصان پہنچا۔ ان سڑکوں کو دوبارہ قابلِ کار بنانے اور دیہی عوام کی اقتصادی اور معاشی حالت کو بہتر بنانے کے لئے نئی سڑکوں کی تعمیر کی اہمیت اور ضرورت کو بھی مدنظر رکھنا ضروری تھا۔

ان حالات میں سڑکوں کی تعمیر کی طرف پوری توجہ دی گئی اور اس بات پر بجا طور پر فخر کیا جا سکتا ہے کہ دس ماہ کے قلیل سے عرصہ میں ضلع سیالکوٹ میں دیہی تعمیراتی پروگرام کے تحت ۴۵ میل لمبی پختہ سڑکیں تعمیر کی گئیں۔ پختہ سڑکوں کی تعمیر کے ان منصوبوں پر بائیس لاکھ روپے خرچ ہوئے اور ان کی تکمیل نے ضلع کے مختلف

پرائمری سکول کھنور جو جنگ میں تباہ ہو گیا دوبارہ تعمیر ہو رہا ہے۔
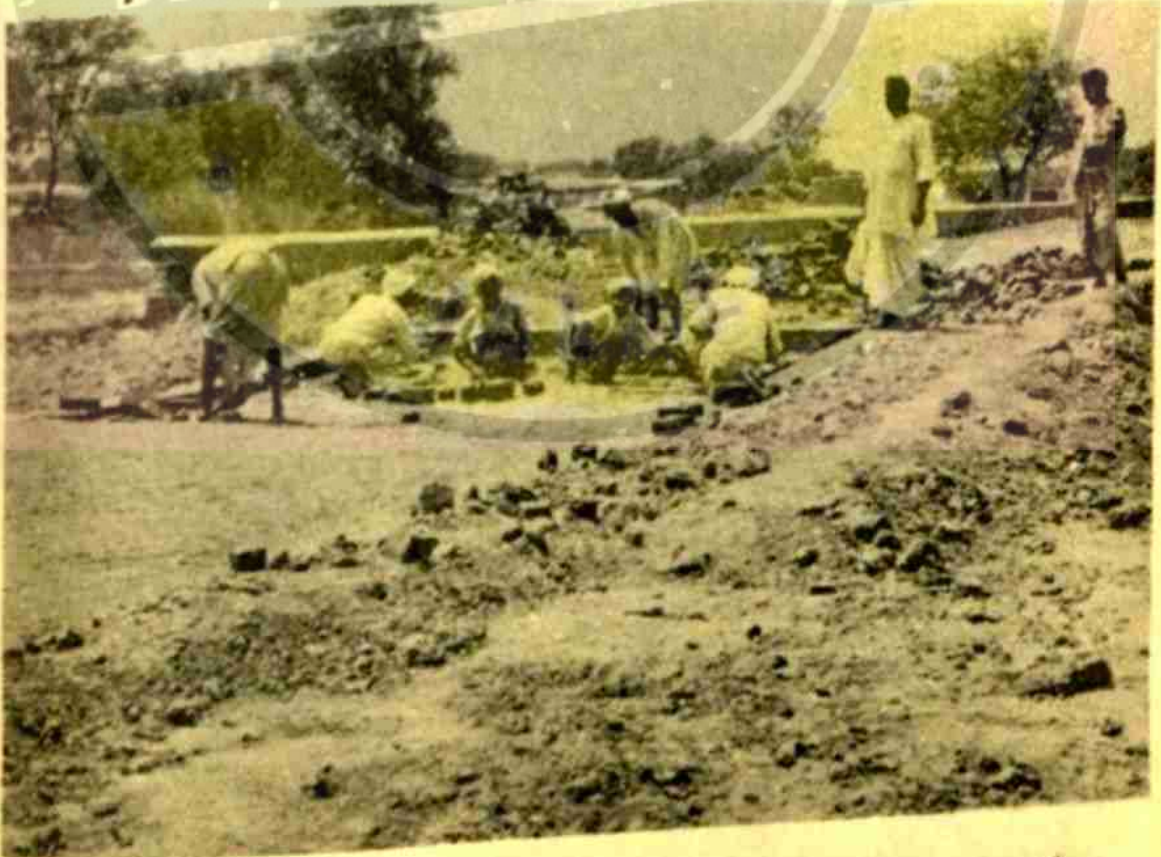
جنگ کے دوران متاثرہ علاقہ کی ایک سڑک تباہ ہوئی جو دوبارہ تعمیر ہو رہی ہے۔

حصوں کے تین سو دیہات کو قریبی منڈیوں اور تحصیل ہیڈ کوارٹروں سے منسلک کر دیا ہے۔

تعلیم

ملک کے دوسرے حصوں کی طرح ضلع سیالکوٹ میں بھی آبادی میں اضافہ کے بعد جہاں تعلیمی اداروں کی کمی محسوس کی جا رہی تھی وہاں بہت سے سکولوں کی عمارتیں طلبا کی بڑھتی ہوئی تعداد کی کفیل نہیں ہو رہی تھیں۔ ان حالات کے پیشِ نظر سالِ رواں کے منصوبوں میں تعلیم کو عام کرنے کی ضرورت کا خاص طور پر خیال رکھا گیا۔ اس شعبے میں اب تک گیارہ لاکھ اٹھہتر ہزار روپے کی لاگت سے ۱۷ اسکولوں کی عمارتیں تعمیر کی جا چکی ہیں۔

کمیونٹی ہال

دیہی علاقوں میں مشترکہ اجتماعات اور باہمی مشاورت کے لئے مل بیٹھنے کے لئے موزوں جگہوں کی بے حد قلت ہے۔ دیہی ترقیاتی پروگرام کے تحت اس کمی کو پورا کرنے کی طرف زیادہ سے زیادہ توجہ دی جا رہی ہے۔ اس منصوبہ کے تحت ضلع سیالکوٹ کے مختلف علاقوں میں سالِ رواں کے دوران ۸۰ عمارتیں تعمیر کی گئیں اور ان پر دو لاکھ اسی ہزار روپے صرف کئے گئے۔

زراعت

ملک کو غذائی طور پر خود کفیل بنانے کے لئے یہ بے حد ضروری ہے کہ کسانوں کو بہترین بیج اور کھاد مہیا کی جائے۔ تاکہ ہماری زرعی معیشت میں خوشگوار انقلاب بپا ہو سکے۔ جسے قریب تر لانے کے لئے ہماری قومی حکومت اپنے تمام تر ذرائع
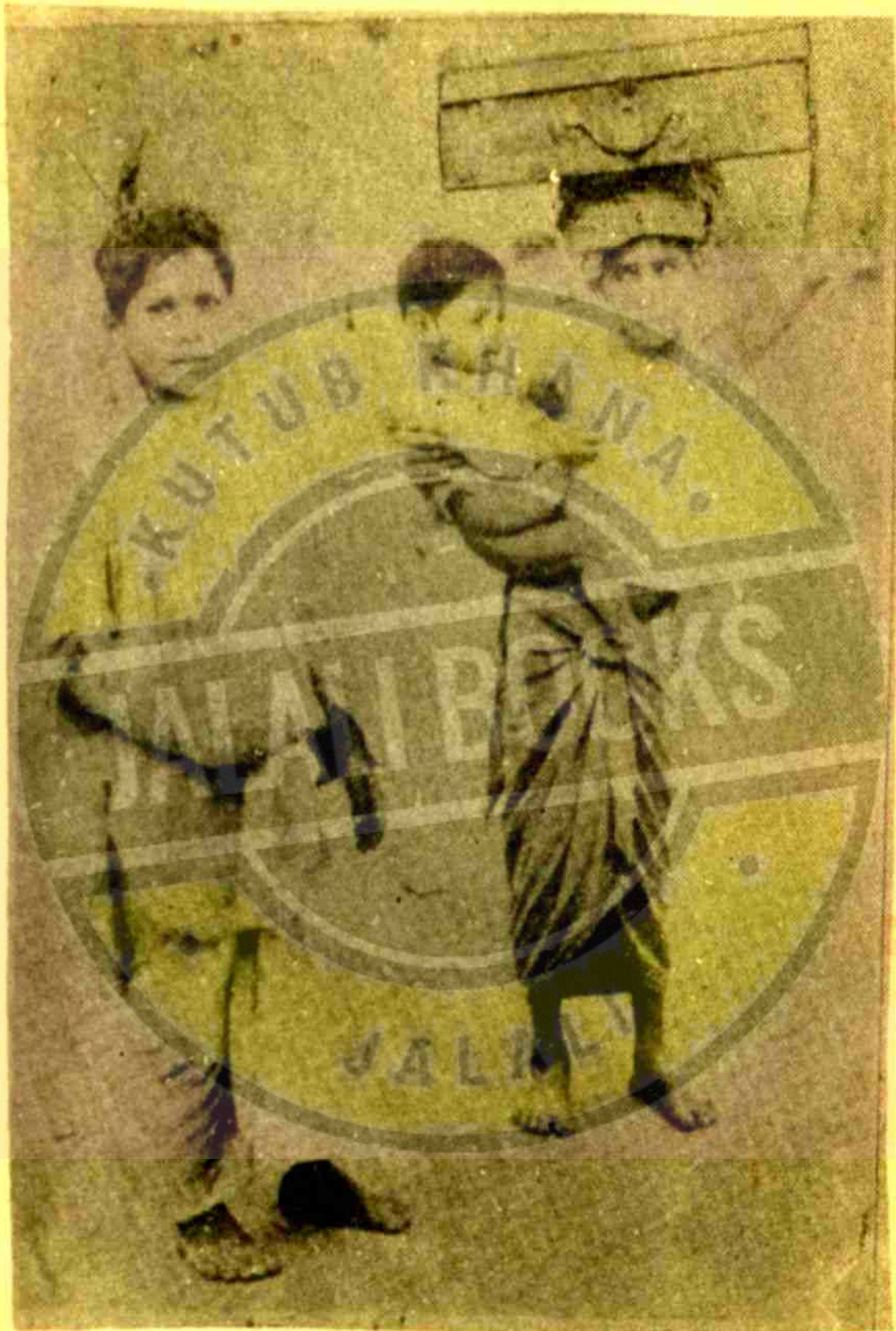
جب بھارتی فوج سیالکوٹ کے دیہات پر حملہ آور ہوئی تو یہ معصوم بچے اپنے ماں باپ سے بچھڑ کر اپنا معمولی اثاثہ اُٹھائے اندرونی علاقہ کی طرف بڑھ رہے ہیں ایک بچہ زخمی حالت میں ہے۔

بروئے کار لارہی ہے۔ ضلع سیالکوٹ میں سالِ رواں کے دوران دیہی تعمیراتی پروگرام کے تحت کاشتکاروں کو یہ سہولتیں بہم پہنچانے کے کام پر سترہ ہزار روپے صرف کرکے تین منصوبے مکمل کئے گئے ہیں۔

جنگ کے اثرات

گزشتہ سال پاکستان پر بھارت کے جارحانہ حملہ سے ضلع سیالکوٹ کے دیہی علاقہ کو بے حد نقصان پہنچا۔ باشندوں کے انخلاء اور فصلوں کی ہمہ گیر تباہی کے علاوہ دشمن کے قبضہ میں جانے والے دیہات کے تعلیمی اداروں، شفاخانوں، یونین کونسلوں کے دفاتر اور دوسرے اداروں کی عمارتیں مکمل طور پر تباہ و برباد ہوگئیں۔ اسی طرح دشمن نے اس علاقے میں پینے کے پانی کے نلکوں اور کنوؤں کو دانستہ طور پر ناقابلِ استعمال بنا دیا۔ جنگ کے خاتمہ کے بعد متاثرہ دیہات کے باشندے جب اپنے اپنے گھروں کو واپس لوٹے تو حکومت ان کی از سرِ نو آبادکاری کے پیچیدہ اور گھمبیر مسئلہ سے دوچار تھی۔ ان لوگوں کو اپنے اپنے گھروں میں جلد از جلد آباد کرنے کے لئے قومی حکومت اپنے تمام تر ذرائع سے کام لے رہی تھی۔ اس نازک مرحلہ پر ضلع سیالکوٹ کے بنیادی جمہوری اداروں نے اپنی فرض شناسی اور حب الوطنی کا پورا پورا ثبوت دیا۔ چنانچہ دیہی تعمیراتی پروگرام کے تحت جنگ سے متاثرہ علاقوں میں تعلیم، صحت و صفائی اور پینے کے پانی کی سہولتیں بہم پہنچانے کے لئے جو عظیم کام کیا گیا اسکا اندازہ متعلقہ گوشواروں سے بخوبی ہوسکتا ہے۔

پینے کے پانی کی سہولت

جنگ سے متاثرہ دیہات میں باشندوں کی از سرِنو آبادکاری کے ابتدائی

جنگ کے دوران سیالکوٹ کی ایک سڑک پر ٹینک اور ٹانگہ ساتھ ساتھ ظاہر کر رہے ہیں کہ عوام نے جنگ کی کوئی دہشت محسوس نہ کی اور زندگی معمول پر جاری رہی ۔

مرحلہ پر ہی پینے کے پانی کی قلت کو بڑی شدت سے محسوس کیا گیا۔ چنانچہ سب سے پہلے اسی مسئلہ کو حل کرنے کیطرف فوری توجہ دی گئی۔ دیہی ترقیاتی پروگرام کے تحت پانی کے نلکے لگانے کیلئے ڈسٹرکٹ کونسل نے اسی بورنگ سیٹ مہیا کئے۔ دس دن کے مختصر عرصے میں دو سو اسی متاثرہ دیہات میں چھ سو اٹھارہ ہینڈ پمپ نصب کر دیئے گئے۔ اس اہم ترین کام پر ایک لاکھ نوے ہزار روپے خرچ آئے۔ نلکوں کی اس تنصیب کے بعد ان کنوؤں کی صفائی کیطرف توجہ دی گئی جن میں دشمن نے غلاظت پھینک دی تھی اور انکے پانی کو زہر آلود کر کے انسانی استعمال کے ناقابل بنا دیا تھا۔ ایسے کنوؤں کی تعداد تین ہزار تھی۔ انکی صفائی کا کام محکمہ پبلک ہیلتھ کی وساطت سے ایک لاکھ بیس ہزار روپے کی لاگت سے کرایا گیا۔

سکول اور شفاخانے

متاثرہ دیہات کے باشندوں کے ابتدائی مراحل کی تکمیل کے بعد ان سکولوں کی عمارتوں کی تعمیر کیطرف فوری توجہ دی گئی جن کو دشمن نے مکمل طور پر منہدم اور تباہ کر دیا تھا۔ چونکہ ان دیہات کے زیر تعلیم طلباء کا تعلیمی سال ضائع ہونے کا خدشہ تھا اسلئے وقت ضائع کئے بغیر یہ کام شروع کر دیا گیا۔ اس منصوبہ کے تحت دو ہائی، پندرہ مڈل اور چھہتر پرائمری سکولوں کی عمارتیں نوے لاکھ روپے کی لاگت سے تعمیر کی گئیں۔ سرحدی علاقوں کے متاثرہ دیہات میں چار سول ڈسپنسریوں کی عمارتوں کو ۵۰ ہزار روپے کے خرچ سے تعمیر کیا گیا۔ اسی طرح مویشیوں کے ایک شفاخانے کی عمارت کی تعمیر پر گیارہ ہزار روپے صرف ہوئے۔

یونین کونسلوں کے دفاتر

جنگ کے دوران متاثر ہونیوالے دیہی علاقوں میں واقع دس یونین کونسلوں کے دفاتر اور کمیونٹی ہال بھی بری طرح متاثر ہوئے۔ ان تباہ شدہ عمارتوں کی مرمت اور از سر نو تعمیر پر اسی ہزار روپے صرف کئے گئے۔

مالی سال ۶۷ - ۱۹۶۶ء

مالی سال ۶۷-۱۹۶۶ء کے دوران ضلع بھر کے منصوبوں کی تکمیل کے لئے مرکزی حکومت کی طرف سے ضلع سیالکوٹ کو دیہی تعمیراتی پروگرام کے تحت دس لاکھ روپے کی امداد دی گئی ہے۔ چنانچہ بنیادی جمہوری اداروں کی سفارشات پر دیہات کی معاشرتی اور اقتصادی حالت بہتر بنانے کے لئے چھوٹے چھوٹے کئی منصوبے تیار کئے گئے ان منصوبوں کی ترتیب کے وقت ضلع کے ہر علاقہ کے عوام کی ضروریات کو مدِنظر رکھا گیا اور ان علاقوں کی طرف خاص توجہ دی گئی جو نسبتاً کم ترقی یافتہ ہیں یا جنگ کے دوران جہاں زیادہ نقصانات ہوئے۔ اعداد و شمار درج ذیل ہیں۔

۱:۔ ٹاؤن ہال پسرور و تحصیل کونسل ہال ڈسکہ کی تعمیر شروع ہے جبکہ مختلف یونین کونسلوں نے اپنی مدد آپ کے تحت چار میل دو فرلانگ لمبی سڑکیں بنائی ہیں۔ ۲:۔ ضلع بھر میں مختلف یونین کونسلوں نے ۵۲۶ افٹ لمبی نالیاں بنائی ہیں۔ ۳:۔ یونین کونسل ظفروال نے پانچ دوکانیں -/۳۲۰۰ روپے کی لاگت سے یونین کونسل فنڈ سے بنوائی ہیں۔ ۴:۔ تحصیل پسرور میں دو پینڈ پمپ لگائے گئے اور ۶۰۰ افٹ لمبی نالیاں تعمیر کی گئیں۔ ۵:۔ سارے ضلع میں ۳۰۰۰ فٹ لمبی پختہ گلیاں بنائی گئیں۔ ۶:۔ سالِ رواں میں ضلع بھر میں ۱۱۲۶۶ فٹ لمبی نالیاں تعمیر ہوئیں۔ ۷:۔ دو ٹیوب ویل اپنی مدد آپ کے تحت لگائے گئے۔

۸:۔ سڑکات کی تعمیر کی پچیس مختلف سکیموں پر -/۴۱۹۰۲ روپے خرچ کئے گئے۔

۹:۔ یونین کونسلوں کی مختلف سکیموں پر جن میں سکولوں، نالیوں، گلیوں اور کمیونٹی ہال کی تعمیر شامل ہے -/۴۲۷۰۰۰ روپے خرچ ہوئے۔

نئے چراغ منزلِ حیات میں جلائے ہیں!

لنڈی کوتل سے لے کر کاکس بازار تک، ذرّے ذرّے نے جو سلام ہمیں بھیجا ہے. جس خلوص اور چاہت کے ساتھ ہمارا ذکر کیا ہے، جس ولولے اور امنگ کے ساتھ ہماری بلند ہمتی کے ترانے تخلیق کئے ہیں، ہم سب کے شکر گزار ہیں. ہم خوشی سے پھولے نہیں سمارہے ہیں — ہم کیا سے کیا بن گئے ہیں. اپنی کم مائیگی کے احساس سے جو خراش چہرے پر ابھر آئی تھی، وہ ایسی منور ہو گئی ہے کہ اس سے نور کے دھارے پھوٹ رہے ہیں. ہمیں تو حالات کے مادی تقاضوں نے منوں بوجھ تلے دبا دیا ہوا تھا. جب ہم خود اپنے اندر جھانکتے، تو صحرا کی وسعتوں کے سوا کچھ نظر نہ آتا تھا. کہیں بھی تو کوئی نخلستان نہ تھا. جس کے ٹھنڈے سایوں میں چند منٹ ستا لیتے. جس کے میٹھے پانی سے پیاس بجھا سکتے. مغربی افکار نے زندگی سے فرار کی راہیں ہمارے سامنے کشادہ کر دی تھیں — اور پھر — ایک دم — سوکھی ندی میں طغیانی آ گئی. اور لنڈ منڈ درختوں پر سبز کونپلیں مسکرا مسکرا کر ننگی ٹہنیوں کو ڈھانپنے لگیں. اور پس منظر کی ساری رعنائیاں عیاں ہو گئیں.

ہم اکیلے نہ تھے. یہ تو آپ سب کا خلوص تھا. جس نے ہماری ہمت بندھائی.

آپ سب کی دعاؤں کا اثر تھا جس نے دشمن کی طاقت کے پرخچے اڑا دیئے — ہم کالے سامراج کی جارحیت کے نرغے میں آ گئے تھے۔ اسے اپنی کثرت اور آلاتِ حرب پر گھمنڈ تھا۔ اور ہمارے سامنے ایک مقصد تھا۔ اور اللہ جل شانہٗ کے وعدہ کے مطابق بیس مسلمانوں نے دو سو کافروں پر غلبہ حاصل کر لیا۔ اس وعدہ کے مطابق ہم سب ایک ہو گئے۔ ہم نے اپنے ربّ کا نعرہ لگایا۔ اور موت دشمن کی صفوں کو تہ و بالا کرنے لگی — کالے سامراج کا گھمنڈ ٹوٹ گیا۔ وہ ہماری بہاروں پر حملہ آور ہوا تھا، اور خزاں کے نوحے سمیٹ کر پسپا ہو گیا۔ اس نے انسانیت کے جگمگاتے فانوسوں کو بجھانے کی جسارت کی تھی۔ اور اندھیروں میں منہ چھپا کر بھاگ کھڑا ہوا — اس کارنامہ میں آپ سب شامل تھے — وہ مسلمان بھی جو ایران، ترکی، اردن، سعودی عرب، سوڈان اور انڈونیشیا کے شہری تھے سب ہی جان و مال سے جہاد میں حصہ لینے کے لئے بے قرار ہو گئے تھے۔ اور جذبۂ جہاد نے پاک سرزمین کے بچے اور بوڑھے تک کو میدان میں فولادی دیوار بنا کر کھڑا کر دیا تھا — اس جنگ میں ہم سب شریک تھے۔ مشرقی پاکستان کے سرفروش بھی، اور مغربی پاکستان کے جانباز بھی — !

نئے نئے ترانے تخلیق کئے گئے۔ اور تخلیق کئے جا رہے ہیں — "سیالکوٹ تو زندہ رہے گا" — کا مژدہ سنایا گیا۔

کراچی کی آواز گونجی :-

سیالکوٹ سے کہہ دے کوئی سلام میرا
کہ اس کے نام سے اونچا ہوا ہے نام میرا

سیالکوٹ میں دشمن کو شکست فاش کی خبر کراچی پہنچی تو عوام عجز و نیاز سے خدا کی بارگاہ میں دعائے شکر کے لئے سربسجود ہو گئے
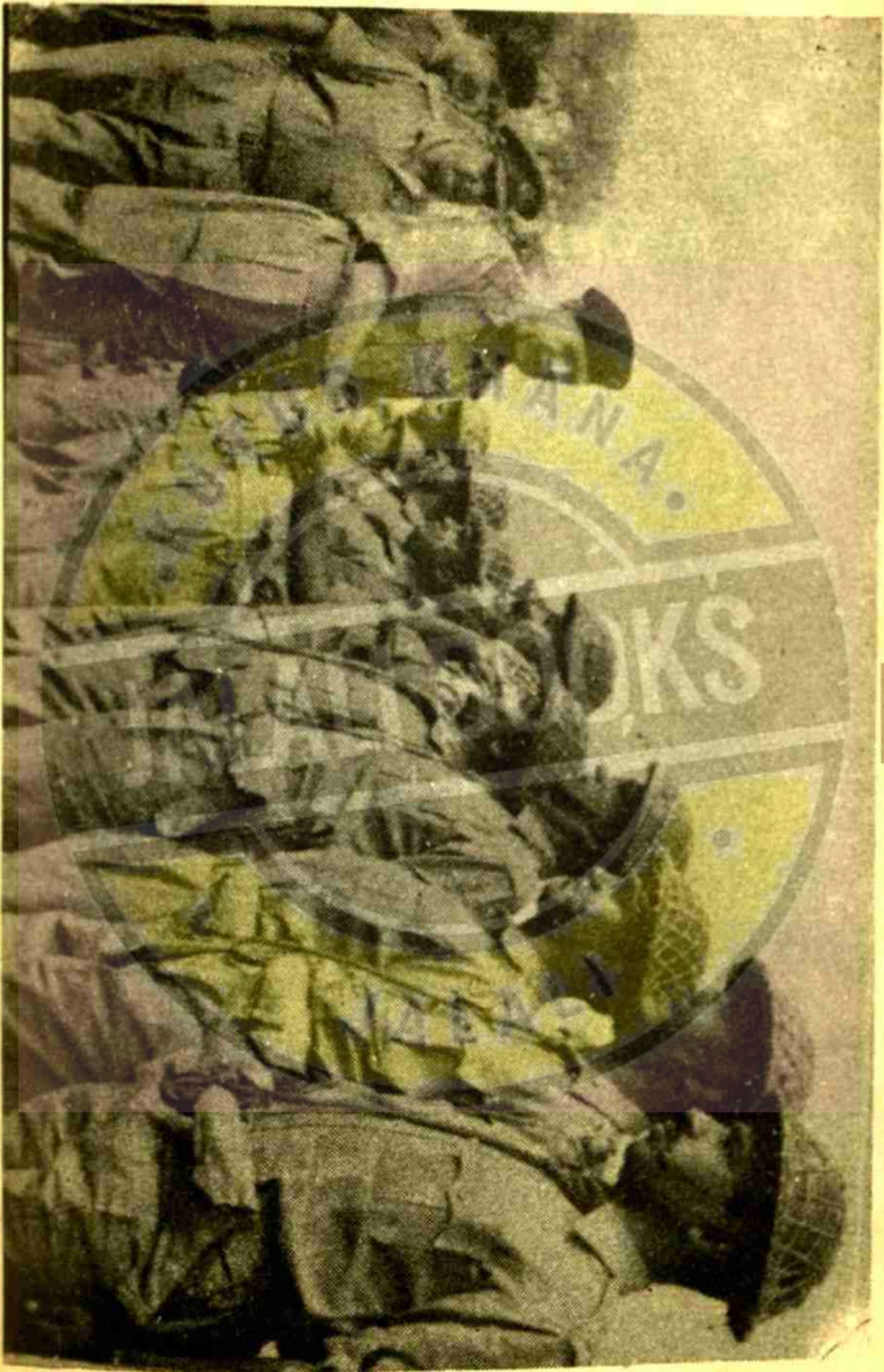
فائر بندی کے بعد صدر ایوب اگلے مورچوں پر لڑنے والے بہادر مجاہدوں کی تعریف کر رہے ہیں۔

یہ شہر گنج شہیداں بنا ہے میرے لئے
یہ شہر مرکزِ اہل وفا ہے میرے لئے

راکھی کانے اس گونج میں اپنی گونج بھی شامل کر دی :-

ہزار سال سے بلند
سیالکوٹ کی فصیل
آج بھی بلند ہے
ٹینکوں کی ظالم ٹولیاں   برسا رہی تھیں گولیاں
کھیلیں بشر کے خون سے   کیا کیا بشر نے ہولیاں
ہر سمت تھا محشر بپا
جاری تھا سِکّہ موت کا
مظلوم کا حامی ہے تو   ظالم کو یہ دکھلا دیا
اللہ تیرا شکر ہے

☆

تیرے سینے پہ گرائے کفر کی فوجوں نے بم
تیرے دامن پر نہ پھر بھی رکھ سکیں اپنا قدم
ہر مجاہد بن گیا خود ایک تیغِ بے نیام
شاعرِ مشرق کی بستی تیری گلیوں کو سلام

راولپنڈی بھی اپنا حق ادا کئے بغیر نہ رہا۔

عدو کی راہ میں دیوار آہنی دیوار   بنائے عزمِ فراواں سیالکوٹ کا نام

یہیں سے کھلتے ہیں در جنتوں بہشتوں کے
نگار خانۂ یزداں شیالکوٹ کا نام

کوھاٹ نے آواز میں آواز ملائی :-

ناقابلِ فتح تیرے جانباز ٹینکوں کے دھوئیں اڑانیوالے
وہ لوگ کبھی نہ مر سکیں گے جو تجھ پہ ہیں جاں لٹانیوالے

عقیدتوں کے یہ پھول کتنے خوش رنگ ہیں، انکی مہک میں کتنی مٹھاس کا نشہ ہے، یہ پھول سدا مہکتے رہینگے۔ اس مہک میں آپ سب کی دعاؤں کی پاکیزگی ہے۔ خلوص ہے، سرفروشانہ جذبہ ہے۔

پاک سرزمین کے ذرہ ذرہ نے جو سلام ہمیں بھیجا ہے، وہ ہم سب کا مشترک سرمایہ ہے۔ وہ پاک وطن کا حسن ہے۔ یہ حسن ہمیشہ قائم رہیگا۔ شکست تو دشمن کا مقدر بن چکی ہے۔ اسے معلوم ہو گیا ہے کہ اس نے کس قوم کو للکارا ہے!

ہم — اس آزمائش و ابتلاء میں کامیاب و کامران ہونے پر اپنے مالک و خالق کی بارگاہ میں تشکر و احسان کا نذرانہ پیش کرتے ہیں۔

ہم — ان شہیدوں پر سلام بھیجتے ہیں جو دشمن کے مقابلہ میں دشمن کی اندھا دھند بمباری کی وجہ سے جاں بحق ہوئے۔

ہم — آپ سب کو خراجِ عقیدت پیش کرتے ہیں کہ آپ نے جرأت و شجاعت نظم و استقلال کا ناقابلِ فراموش مظاہرہ کیا۔ اور سچائی کے اس اعلان سے دشمن پر ہیبت طاری کر دی کہ

اللہ ہمارے ساتھ ہے — اللہ سب سے بڑا ہے

آ گئے سر پر کفن کو باندھ کر اہلِ وطن

سپاہی کی زندگی قوم کی امانت ہوتی ہے۔ سپاہی کے خون ہی سے کسی قوم کی عظمت کے چراغ جلتے ہیں۔ تاریخ میں وہی قوم اپنا مقام حاصل کر سکتی ہے، جس کے ہر فرد کے خون میں سپاہیانہ حدت اور ولولہ ہو —!

اور سترہ روزہ جنگ کے دوران میں اہلِ پاکستان نے شجاعت اور اتحاد کے جو نقوش وقت کے سینے پر ثبت کئے ہیں، ان کی چمک ہمیشہ قائم رہے گی۔ یہ نقوش امٹ بن چکے ہیں۔

اگلے محاذ پر مجاہدین سیسہ پلائی ہوئی دیوار بنے ہوئے تھے۔ اور پچھلے محاذ پر رضاکاروں نے اپنے فرائض کی ادائیگی میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی تھی — سیالکوٹ میں رن آف کچھ کی لڑائی کے وقت رضاکاروں کی تعداد محض برائے نام تھی۔ حالات کے مقابلہ کے لئے یہ تعداد بہت کم تھی — سٹی مجسٹریٹ چوہدری جلیل، جو کہ ڈپٹی کنٹرولر سول ڈیفنس بھی تھے، آنے والے خطرات کو بھانپ کر اس تنظیم کی طرف خاص توجہ دینے لگے۔ کشمیر کے مجاہدین نے کالے سامراج کے خلاف علمِ بغاوت بلند کیا، تو شہر میں رضاکاروں کی سرگرمیاں بھی تیز ہو گئیں۔ چوہدری جلیل، گلی گلی، محلہ محلہ گھوم کر نوجوانوں میں جذبۂ خدمت کو ابھارنے لگے۔ انہیں خدمتِ خلق کا احساس دلا کر رضاکاروں کی تعداد میں اضافہ کرنے لگے۔ انتھک محنت
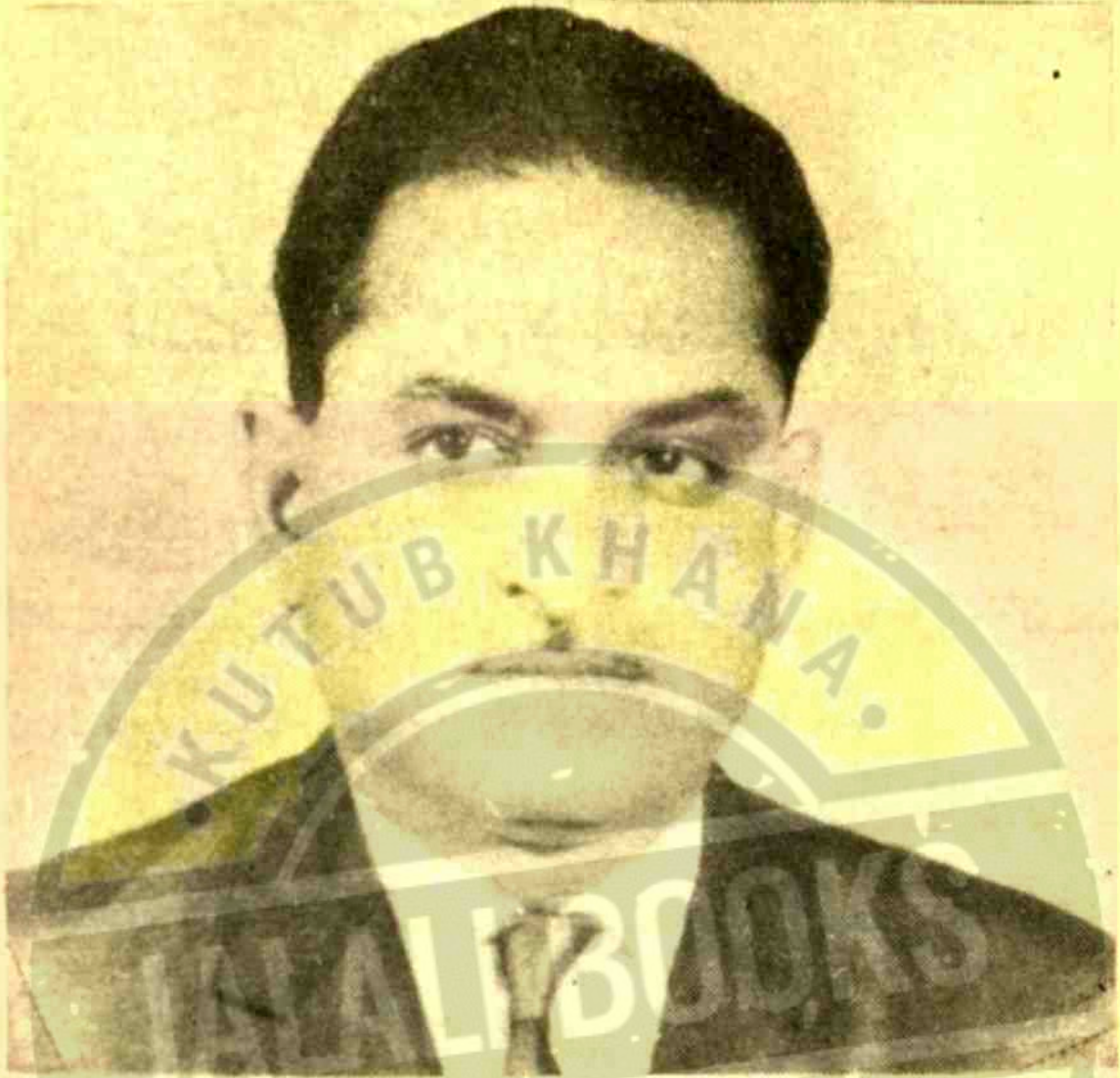
اہل شہر کے ہراول دستہ کے سالار چوہدری محمد جلیل جو جنگی خدمات میں شب و روز پیش پیش رہے۔

قاضی فضل اللہ وزیر داخلہ قاضی عبدالقیوم کو اعلیٰ جنگی خدمات کا سرٹیفکیٹ دے رہے ہیں۔

اور خلوص کی بدولت انہوں نے اس تنظیم میں بھرپور زندگی پیدا کر دی۔ اور چند ہی دنوں میں رضا کاروں کی تعداد سات ہزار سے زاید ہو گئی۔ شہر کے باشعور طبقہ نے ان کی مساعی کو بے حد سراہا۔ ہر کوئی ان کی جدوجہد کا معترف تھا۔ حافظ محمد اقبال سول ڈیفنس آفیسران کی ہر اسکیموں پر عملی جامہ پہنانے کے لئے مستعد رہتے۔ شام کو ہر وارڈ کے رضا کار جمع ہو جاتے۔ پریڈ کرتے ہوئے بازاروں کا چکر لگاتے۔ ڈھول کی آواز پران کے ایک ساتھ اٹھتے ہوئے قدموں کی دھمک سے خون کی گردش تیز ہو جاتی تھی۔ دیکھنے والوں کے دلوں میں دعاؤں کے ساتھ اپنی سرفرازی کا جذبہ ٹھاٹھیں مارنے لگتا تھا۔ ڈھول کی پُرجوش آواز سنکر بچے گھروں سے بھاگ بھاگ کر سڑک کے دو رویہ کھڑے ہو جاتے۔ اور جب رضا کار سینہ تانے، مجاہدانہ شان سے مارچ کرتے ہوئے گزرتے تو نعروں سے فضا گونج اٹھتی۔ چوہدری جلیل نے رضا کاروں کے جوش و خروش کو دیکھ کر اہل ثروت طبقہ کو بھی اپنے فرائض کی ادائیگی کا احساس دلایا۔ اور ہر وارڈ کے بنیادی جمہوریت کے ممبروں اور اہل ثروت طبقہ کے تعاون سے ہر رضا کار کے لئے وردی کا انتظام بھی ہو گیا۔ اور سات ہزار سے زاید رضا کاروں کو وردیاں مہیا کر دی گئیں۔

شہر کے مختلف حصوں میں ۹ سائرن اسٹیشن قائم کر دیئے گئے۔ اور ان کا ڈائرکیٹ سلسلہ لاہور، گوجرانوالہ، گجرات، لائلپور وغیرہ سات شہروں سے قائم کر دیا گیا۔ سارے اسٹیشنوں پر ٹیلیفون لگا دیئے گئے۔ عبدالحکیم پارک میں سول ڈیفنس کمانڈنڈ ڈپو قائم کر دیا۔ وہاں فائر بریگیڈ اور ریسکیو کا عملہ ہمیشہ اپنے فرائض کی انجام دہی کے لئے مستعد رہتا تھا۔

چوہدری جلیل کنٹرولر سول ڈیفنس اور تقی الدین پال اے ڈی ایم۔ اسلم ملک کو سول ڈیفنس کے انتظامات کی تفصیلات بتا رہے ہیں۔

۶ ستمبر کو بھارتی فوج نے ہر ضابطۂ قانون اور بین الاقوامی مفاہمت کی خلاف ورزی کرتے ہوئے پاکستان پر حملہ کر دیا۔ نہ اخلاق کا خیال رکھا نہ انسانیت کا — اول لاہور اس کی زد میں آیا۔ پھر سیالکوٹ — اور رضاکار تنظیم کے جوہر بھی اسی وقت کھلے۔ رضاکاروں نے ہر حکم پر لبیک کہا۔ اور کسی کٹھن موقعہ پر بھی ہمت نہ ہاری۔ سیالکوٹ کی زندگی پر رضاکار چھائے ہوئے تھے۔ ہر محلہ اور ہر بازار میں گھومتے باوردی رضاکار فتح کی علامت بن گئے تھے۔

۸ ستمبر کو جب پہلی گولہ باری سے شہر کے مختلف حصے متاثر ہوئے۔ تو رضاکاروں کی سرگرمیاں بھی تیز ہو گئیں۔ متاثرہ علاقوں سے عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کو محفوظ مقامات تک پہنچانے میں انہوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ رضاکار ہر علاقہ میں موجود تھے جو مکانوں کی حفاظت بھی کرتے تھے۔ رات کو پہرہ بھی دیتے تھے اور دشمن کی سازشوں پر نظر بھی رکھے ہوئے تھے۔ شہر کے دوسرے علاقوں میں رات کے پہرہ کے فرائض رضاکاروں کے سپرد تھے۔ ہوائی حملہ کے خطرہ کا سائرن بجتا۔ تو رضاکاروں کی سیٹیاں گونجنے لگتیں تھیں — وہ چاک و چوبند ہر خطرے کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو جاتے تھے۔ دشمن ان کی نظروں میں حقیر ذرہ سے بھی کم وقعت رکھتا تھا۔ ریڈیو پر اعلان ہوا کہ دشمن کی چھاتہ بردار فوج شہر کے مختلف علاقوں میں اتر آئی ہے۔ یہ اعلان رضاکاروں کے لئے پریشان کن بننے کی بجائے، پُر جوش ولولوں کا امین بن گیا تھا۔ ان کی سرگرمیاں بڑھ گئیں تھیں۔ اپنے محاذ پر دشمن کو اس کی مکاری کا مزہ چکھانے کی خاطر وہ چھاتہ برداروں کا سراغ لگاتے پھرتے تھے۔ اسی دوپہر کو سیالکوٹ

مسٹر مختار مسعود کمشنر لاہور ڈویژن سیالکوٹ میں اعلیٰ جنگی خدمات سرانجام دینے والے رضاکاروں کے ساتھ

کرنل دارا ڈائریکٹر جنرل سول ڈیفنس سیالکوٹ کے رضاکاروں کے ساتھ

کے مشہور شوالہ تیجا سنگھ کے باغ میں ایک قومی رضا کار خواجہ محمد اکبر کو جھاڑیوں میں دو مشتبہ آدمی نظر آئے۔ ان کے پاس اسلحہ بھی تھا۔ خواجہ محمد اکبر کے پاس کوئی ہتھیار نہ تھا۔ فرض کی پکار نے اسے ہر خطرہ سے بے نیاز بنا دیا۔ اس نے نہایت پھرتی کے ساتھ شوالہ کے ٹیلے سے اتر کر اپنے مخصوص انداز میں اپنی پارٹی کو خبردار کر دیا اور پھر — اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی کے مطابق پوری قوت اور ایمانی جرأت سے ان پر جھپٹا — وہ دونوں گھبراہٹ کا شکار ہو کر بھاگ کھڑے ہوئے دوسرے رضا کاروں نے چاروں طرف سے شوالہ کو گھیرے میں لے لیا ہوا تھا۔ بالآخر جب مشتبہ افراد کے بھاگنے کے سارے راستے مسدود ہو گئے تو انہوں نے اپنے آپ کو حراست میں دے دیا اور انہیں پولیس کے حوالے کر دیا گیا — اسی طرح ایک رضا کار شیخ عبدالقادر نے ریلوے اسٹیشن کے پرلی طرف کھیتوں میں سے سخت مقابلہ کے بعد ایک چھاتہ بردار پر قابو پا لیا تھا۔ اس وقت رضا کاروں کو مسلح کرنے کی اہمیت کا شدت سے احساس ہوا۔ چنانچہ دھاریوال کے علاقہ کی یونین کمیٹی کے چیئرمین اقبال ملک کی کوشش سے رضا کاروں کو فوری طور پر بندوقیں مہیا کر دی گئیں۔

محمد منور شاہ، عبدالحفیظ، بابو محمد اسماعیل، حافظ محمد یونس، چوہدری محمد امین چیمہ، شیخ محمود، ارشاد بشیر، مرزا محمد اقبال، عبدالقیوم عبدالرؤف خواجہ، حکیم محمد شریف، جی۔ اے ملک، چوہدری محمد اکبر، مرزا محمد سلیم — خواجہ محمد مسیح (پوسٹ وارڈن)، نذیر سعید ہیڈ پوسٹ وارڈن، عاقل خان، اور محمد دین ڈپٹی پوسٹ وارڈن بھی اپنے اپنے حلقہ میں سرگرم عمل تھے۔ انکی

سیالکوٹ کے مجاہد رضا کار جنہوں نے نمایاں خدمات انجام دیں۔

۱۔ محمد دین بٹ (تمغۂ خدمت) ۲۔ خواجہ محمد مسیح ۳۔ مرزا ولایت بیگ ۴۔ خواجہ محمد شریف ۵۔ خواجہ انعام الحق بٹ ۶۔ نذیر بٹ ۷۔ حفیظ اللہ ۸۔ خواجہ محمد صادق ۹۔ مرزا محمد اقبال ۱۰۔ خواجہ محمد صفدر ۱۱۔ علامہ محمد یعقوب ۱۲۔ حکیم محمد شریف۔

بے خوف و خطر زندگیاں عوام کے لئے صحت مندانہ ڈھارس بنی ہوئی تھیں۔ عبدالرشید ایئرفورس کے تربیت یافتہ تھے۔ انہوں نے ایمبولنس کی حیثیت سے اپنی خدمات پیش کردیں۔ خواجہ محمد ظفر فائر انچارج اور مختار احمد ایڈیشنل پوسٹ وارڈن اپنے علاقوں میں اپنے دستوں کے راہنما تھے۔ شہر پر گولہ باری کے دوران میں جان کی پرواہ کئے بغیر لوگوں کے حوصلے بڑھاتے رہے تھے، اور متاثرہ افراد کو امداد پہنچاتے رہے تھے۔ ۹ اور ۱۰ ستمبر کی درمیانی رات کو دو بجکر چند منٹ پر جب دشمن انتہائی مکاری سے کام لے کر شہر کے وسط میں ہزار پونڈ وزنی بم پھینکنے میں کامیاب ہوگیا تو زمین کا سینہ دہل گیا۔ اور چاندنی سوگوار بن گئی۔ اور سرخی مائل بادل پھیلتا گیا۔ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے کوئی خفتہ آتش فشاں پہاڑ پھٹ پڑا ہو۔ ایسے صبر آزما وقت میں رضا کار جائے وقوع کی طرف بھاگ کھڑے ہوئے۔ چوہدری جلیل اور حافظ اقبال بھی آنِ واحد میں پہنچ گئے ــــ دشمن کی اس مکارانہ چال کو بھی ناکامی کا سامنا کرنا پڑا ــــ اس نے اہل شہر کو ہراساں کرنے اور بے دل بنانے کی جو چال چلی تھی، اس میں وہ کامیاب نہ ہو سکا۔ لوگوں کے حوصلے اور بلند ہوگئے۔ رضا کاروں کی زندگی بخش سرگرمیوں نے دشمن کے چہرے پر گہری خراشیں ڈال دی تھیں ــــ حاجی محمد ناصر خان، خواجہ محمد سمیع اور محمد دین سالار بھی اپنے اپنے رضا کاروں کے ہمراہ جائے حادثہ پر فوری طور پر پہنچ گئے ــــ محلہ کھٹیکاں، راجہ بازار کے رضا کار بھی جمع ہو گئے۔ میر محمد یونس بھی وہیں موجود تھے۔ وہاں اس قدر گرد و غبار تھا کہ کوئی چیز صاف دکھائی نہ دیتی تھی اس وحشیانہ بمباری سے گھاس منڈی اور بازار کلاں کے چار اطراف کی آبادی بے حد متاثر ہوئی تھی۔ خوبصورت دکانیں ملبہ کا ڈھیر بن گئیں۔ قیامت کا سماں تھا ــــ

سیالکوٹ کے مجاہد رضاکار جنہوں نے نمایاں خدمات انجام دیں

۱۔ خواجہ محمد ظفر۔ ۲۔ ملک منظور احمد۔ ۳۔ امان اللہ خان۔ ۴۔ ــــــــــــ محمد یعقوب۔ ۵۔ چوہدری عبدالرشید

۶۔ مختار احمد۔ ۷۔ خواجہ محمد اکبر۔ ۸۔ محمد رفیق ارشد۔ ۹۔ سرفراز احمد۔ ۱۰۔ شیخ محمد سلیم۔ ۱۱۔ پروفیسر نعیم اللہ

۱۲۔ ارشاد شبیر

رضاکار دستے اپنے قائدین کی قیادت میں چاروں طرف پھیل گئے۔ اور ملبے کے ڈھیروں میں دبی ہوئی زندگیوں کی تلاش شروع کر دی — کچھ رضاکار — ٹوٹی دکانوں کے بکھرے ہوئے سامان کی حفاظت پر مامور کر دیئے گئے — اس علاقہ میں تقریباً سبھی دکانوں میں ہزاروں کا سامان موجود تھا۔ یہ علاقہ سب سے زیادہ بارونق تھا۔ اور صرافوں کی دکانیں زیورات سے بھری پڑی تھیں۔ رضاکار پوری پوری ذمہ داری سے ان کی حفاظت کرتے رہے تھے — دوسرے لوگ بھی جذبۂ حبّ الوطنی اور ایمان کی روشنی سے سرشار تھے۔ کسی نے قیمتی بکھرے ہوئے سامان کو نظر بھر کر بھی نہ دیکھا تھا — سیکٹر وارڈن قاضی معراجدین، غلام رسول، عبدالرشید، محمد عباس نے اس دوران میں کمال ہمت کا مظاہرہ کیا۔ اسی طرح محمد یعقوب ڈپٹی پوسٹ وارڈن نے بھی انتہائی جرأت کے ساتھ اپنے علاقہ کی حفاظت کی — شاکر خان، عبدالستار، طاہر مجید بٹ، شمشاد میر، جہانگیر اور محمد اسلم حوالدار بھی ان کے شانہ بہ شانہ خدمات سرانجام دیتے رہے۔

مرزا ولایت بیگ اور محمد سرور بٹ کا علاقہ کالج روڈ تھا۔ جو بھارتی گولہ باری کی زد میں رہا — وہاں تقریباً دس آدمی شہید ہوئے — وہاں رضاکاروں نے شاندار خدمات سرانجام دیں — رضاکاروں کی ساری سرگرمیاں اعلیٰ درجے کی قیادت کی مرہونِ منت تھیں۔ اور یہ قیادت چوہدری جلیل جیسی باہمت، فراست مند اور اَن تھک ہستی سے وابستہ تھی — انہوں نے کسی قسم کا آرام اپنے اوپر حرام کر رکھا تھا۔ ان کے پرخلوص جذبہ اور جوش نے رضاکاروں کی بے حد ہمت بندھائی۔

چوہدری صدیق ڈپٹی کمشنر، چوہدری جلیل کنٹرولر سول ڈیفنس اور چوہدری اقبال کے ساتھ جنگ کی صورت حال سے نپٹنے کے لئے غور و خوض کر رہے ہیں۔

رضاکاروں کے علاوہ گڈز ٹرانسپورٹ والوں کے کارنامے بھی شاندار تھے۔ انہوں نے ٹرک بغیر معاوضہ کے حکومت کے سپرد کر دیئے تھے۔ میسرز شکر اللہ بٹ، اور میسرز غلام قادر پٹرول پمپ والوں نے اپنی اپنی جگہ مثالی کردار ادا کیا۔ اور جنگ کے دوران میں پٹرول کی سپلائی میں معمولی کمی بھی نہ آنے دی۔ زندگی معمول کے مطابق رواں دواں تھی۔

اپنی اپنی جگہ ہر فرد ایک جماعت بن گیا تھا۔ اور ان کی حوصلہ مندانہ کاروائیوں کی بدولت دشمن ہزار کوشش کے باوجود شہر خالی کرانے میں کامیاب نہ ہو سکا تھا۔ اسکولوں کی طالبات نے رائفل ٹریننگ حاصل کر لی تھی اور وہ مادرِ وطن کی ایک ایک انچ زمین کی حفاظت کے لئے کمربستہ ہوگئیں تھیں۔

لیڈی اینڈرسن سکول کی طالبات رائفل ٹریننگ لے کر دشمن کا سر کچلنے کیلئے تیار ہو رہی ہیں۔

بیگم مسرت شوکت علی چونڈہ کی ایک مسجد پر دشمن کی فائرنگ کے نشانات دیکھ رہی ہیں۔

جہاں میں ہم وہ قوم ہیں

جو فخر روزگار ہے!

بھارتی سامراج کے بزدلانہ حملہ کے بعد ڈسکہ کو خاص اہمیت حاصل ہو گئی تھی۔ جنگ کے سترہ دنوں میں اس تحصیل کا ذرہ ذرہ مجاہدانہ عظمت کا مینار بنا رہا تھا۔ اور جنگ کے بعد بھی یہاں کی تعمیری سرگرمیوں میں کوئی فرق نہ پڑا تھا۔ سیالکوٹ اور پسرور سے آنے والی پکی سڑکوں کے سنگم پر واقع ہونے کی وجہ سے جنگی بے گھروں کے لئے یہی وہ پہلا محفوظ مقام تھا، جہاں ان کے لئے ہر قسم کی آسائش مہیا کر دی گئی تھی۔ پہلا کیمپ خواجہ عبدالرشید ڈسٹرکٹ انسپکٹر سول کی تحریک پر کھولا گیا تھا۔ اس کے بعد یہاں پر فوری طور پر تین کیمپ کھول دیئے گئے — ویسے اگر دیکھا جائے تو یہاں کا ہر گھر ایک کیمپ بن گیا تھا۔ پسرور اور چونڈہ کی طرف سے آنے والے جنگی بے گھر اور سیالکوٹ کے مشرقی دیہات کی آبادی کا پہلا پڑاؤ یہی تھا — یہ اخوت کے گہرے رشتہ کا مظہر تھا — ہر گھر میں کوئی نہ کوئی بے گھر رشتہ دار پناہ گزین تھا۔

ڈسکہ کی خواتین کی کوششوں سے مہاجر خواتین کو ایک علیحدہ کیمپ میں منتقل

کر دیا گیا۔ یہ کیمپ اسلامیہ گرلز ہائی اسکول میں قائم کیا گیا۔ اس کیمپ میں خواتین اور بچوں کو ہر طرح کی سہولت بہم پہنچائی گئی۔

تازہ دم فوج کے دستے اسی جگہ سے ہو کر گزرتے تھے۔ چونڈہ کے محاذ پر اسی راستہ سے کمک پہنچائی جاتی تھی۔ سارا دن پاک فوج کے بہادر جوان ٹرکوں میں سوار گزرتے رہتے تھے۔ اور لوگ مکانوں کی چھتوں پر اور دکانوں کے تھڑوں پر کھڑے، ان پر پھولوں کی بارش کرتے تھے۔ انہیں چائے اور سگریٹ پیش کرتے تھے۔ اور نعرے لگا لگا کر ان کے سرفروشانہ جذبوں کو بلندیوں تک پہنچا دیتے تھے۔

اس قصبہ کی گہما گہمی مثالی بن گئی تھی۔ لاریوں کے اڈے شہر سے باہر منتقل کر دیئے گئے تھے۔ اس طرح فوجی نقل و حرکت میں آسانی پیدا ہو گئی تھی۔ لاریوں کے اڈے پر میلہ لگا رہتا تھا۔ ٹینکوں کی گڑگڑاہٹ سے فضا ہر وقت بوجھل رہتی تھی۔ جہاں سرحدوں کی حفاظت کے لئے مسلح افواج سینہ سپر تھیں، وہاں اندرونی محاذ پر ہر پاکستانی باشندہ فولادی انسان بن گیا تھا۔ کیمپوں میں مقیم جنگی بے گھر اگرچہ مصائب کے طوفانوں میں سے گزر کر آئے تھے، زندگی کی بے رحمانہ یلغار کے شکار بن کر آتے تھے، لیکن اپنے بھائیوں کے حسن سلوک، فراخ دلی، اور جذبۂ اخوت سے متاثر ہو کر اپنے سارے دکھ بھول گئے تھے۔ انہیں اپنی جان و مال کے نقصان کا ذرہ بھر بھی غم نہ تھا۔ وہ یہی دعائیں مانگتے تھے کہ ان کا وطن پاک ظالم کی دسترس سے محفوظ رہے۔ انہیں فخر تھا کہ ان کی قربانیوں نے قوم کو نئی زندگی بخشی تھی۔!

میجر عباسی شہید کا وہ ٹینک جو معرکۂ چونڈہ میں سب سے آگے تھا ـــــ دشمن کے مقابلہ میں پاش پاش ہوگیا۔
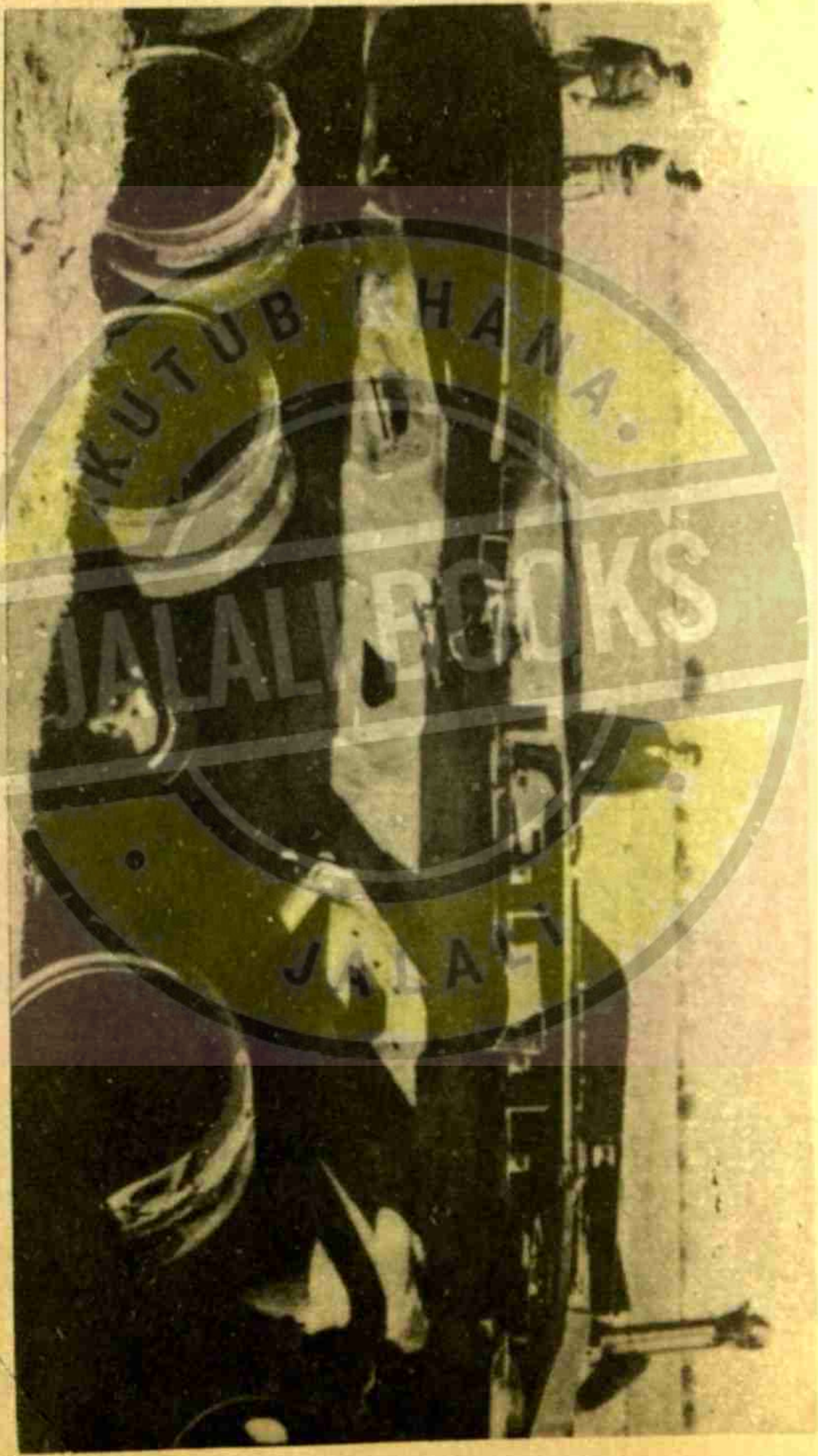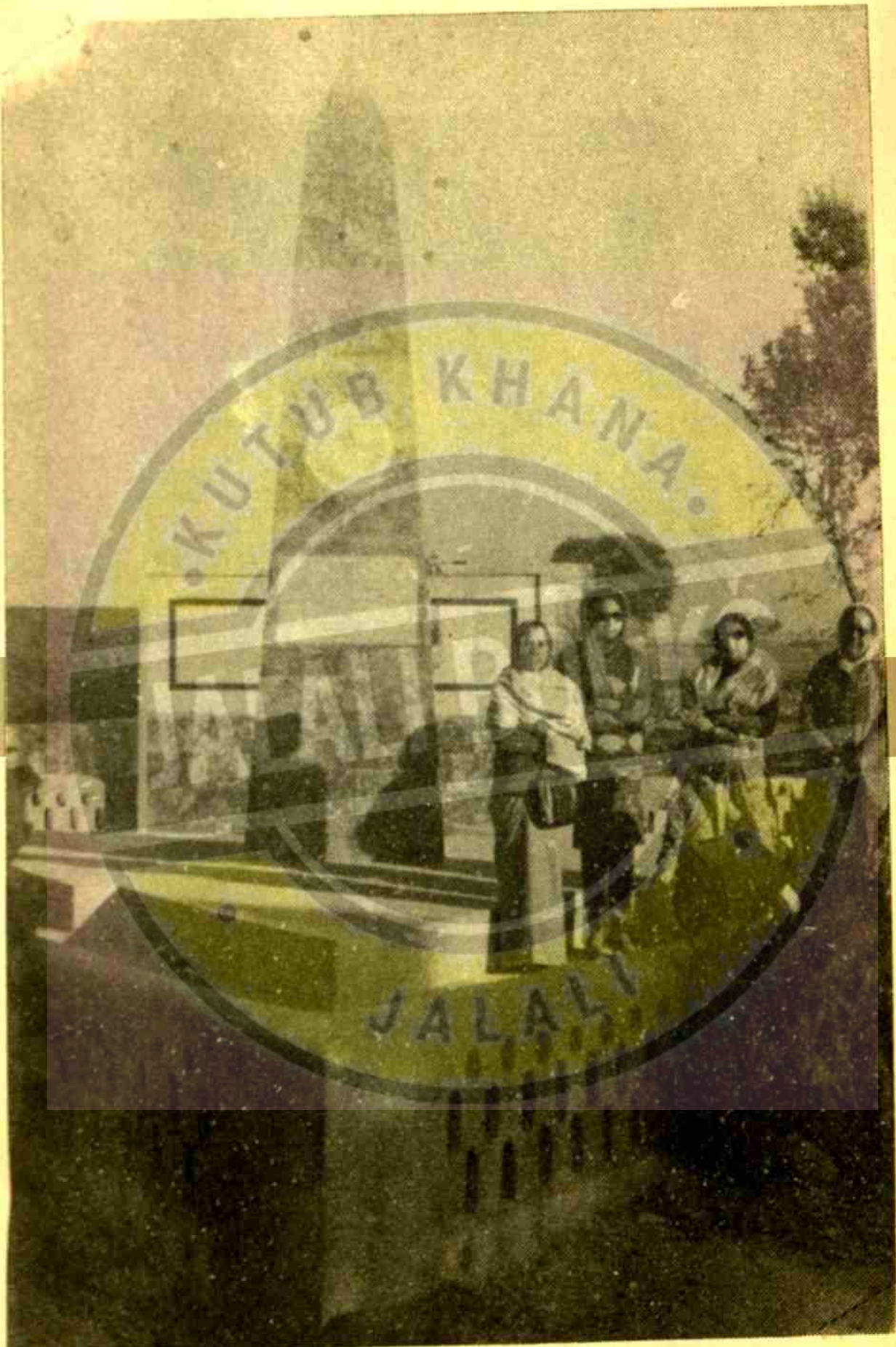
چونڈہ میں کرنل رحمان شہید کی یادگار جو بہادری اور جان نثاری کی ایک علامت ہے۔

اِن کیمپوں کے انچارج، ایس ۔ڈی ۔ ایم ڈسکہ، چوہدری غلام رسول اظہر تھے۔ ان کی یہی کوشش ہوتی کہ کوئی بے گھر بھی احساسِ کمتری کا شکار نہ ہونے پاتے۔ ہر ایک کو ضروریاتِ زندگی کے لئے کسی کا محتاج نہ ہونا پڑے۔ ہر چیز کی فراہمی میں وہ خاص توجہ سے کام لیتے تھے۔ اور حق دار کو اس کا پورا حق مل رہا تھا ــــــ میونسپل کمیٹی ڈسکہ کے سیکرٹری انسپکٹر حضرات، اور دوسرے تمام اراکین خدمت کے ہر کام میں پیش پیش تھے۔

پہلے دن جب بھارتی حملہ کی اطلاع اس شہر میں پہنچی، تو لوگ دیوانہ وار گھروں سے نکل آتے۔ ہر ایک جذبہ جہاد سے سرشار شوقِ شہادت کی تڑپ لئے نعروں کی گونج سے افق تا افق ماضی کی جان دار روایات کا پرچم لہرانے لگا۔ صبح کے وقت جنوب کی طرف سے ایک جٹ بمبار جہاز نمودار ہوا۔ لوگوں نے اندازہ لگا لیا کہ یہ دشمن کا جہاز ہے۔ اس کے ارادے نیک نہیں ہیں۔ اس پر لوگ ہراساں نہ ہوتے۔ اور بچے تو مکانوں کی چھتوں پر چڑھ کر شور مچانے لگے۔ جہاز نے شہر کا ایک چکر لگایا اور مغرب کی طرف چلا گیا۔ چند منٹ بعد دھماکوں کی آوازیں آنے لگیں۔ جہاز پھر واپس آیا، اور شہر پر سے تیزی سے گزرتا ہوا مشرق کی طرف غائب ہو گیا۔ کچھ دیر بعد یہ خبر شہر میں پھیل گئی، کہ وزیر آباد کے قریب ایک مسافر گاڑی پر جہاز نے بم گرائے ہیں۔

اب ایک نئی قوم نے جنم لے لیا تھا۔ فوراً بعد، ڈسکہ کے حکام اور معززین شہر کا ایک اجلاس ہوا، جس میں مختلف امور پر غور کیا گیا۔ نظم ونسق کو بہتر طور پر چلانے کے لئے لائحہ عمل تیار کیا گیا ــــ شام کو ڈاکٹر سلطان احمد چیمہ ممبر صوبائی اسمبلی کی صدارت میں ایک جلسہ ہوا، جس میں دفاعی فنڈ اکٹھا کرنے کے لئے، ایک

آٹھ رکنی کمیٹی تشکیل دی گئی۔ جس میں شیخ غلام نبی ایڈووکیٹ، چوہدری فضل محمد، راجہ غلام حیدر اور دوسرے معززین شہر شامل تھے۔ مساجد میں لاؤڈ اسپیکروں کے ذریعے عوام کو ہدایات دی گئیں۔ مورچے کھودے جانے لگے۔ بلیک آؤٹ کے بعد رضاکاروں کو ان کے فرائض سونپ دیئے گئے۔

جنگی بے گھروں کے قافلے آنے شروع ہو گئے۔ ڈسکہ کے رہنے والوں نے دیوانہ وار آگے بڑھ کر انہیں گلے سے لگا لیا۔ لوگ ان کا سامان اٹھا اٹھا کر انہیں کیمپوں میں پہنچانے لگے۔ زخمیوں اور بیماروں کے لئے طبی امداد فراہم کی گئی۔ ضروریات زندگی کی اشیاء کے ڈھیر لگا دیئے گئے۔

اسی سلسلہ میں سرکاری ملازمین نے بھی بے مثال خدمات سرانجام دیں۔ چوہدری محمد صدیق جاوید ترقیاتی افسر ڈسکہ، میاں ثناء اللہ پرنسپل انٹر کالج، گورنمنٹ ہائی اسکول اور پرائمری اسکولوں کے اساتذہ کے علاوہ محکمہ زراعت اور کواپریٹو سوسائٹیز کے عملہ نے بھی بہت زیادہ کام کیا۔ بلدیہ ڈسکہ کی خدمات بھی مثالی حیثیت اختیار کر گئی تھیں۔

ان کیمپوں میں زیادہ تعداد ان جنگی بے گھروں کی تھی جو اپنے ساتھ کچھ بھی نہ لا سکے، اس لئے ان کے لئے فوری طور پر ضروری اشیاء کا فراہم کرنا ضروری تھا۔ سرگرم خواتین کی کوششوں سے جلد ہی تین ہزار جوڑے کپڑوں کے، سات سو قمیص، جوتیاں اور دوسرا سامان جمع ہو گیا۔ جو ان میں تقسیم کر دیا گیا۔ بیگم چیمہ کی طرف سے بھی ڈیڑھ سو کے قریب گرم کپڑے فراہم کئے گئے۔ بیگم نور بہار خان اور صنعتی سلائی اسکول کی زیر تربیت طالبات کے تعاون سے پچاس بستر تیار

(بیٹھے ہوئے) چوہدری محمد یوسف سیکرٹری میونسپل کمیٹی۔ خان سلطان محمود خان۔ شیخ انعام الحق (ایس۔ ڈی۔ ایم)۔ شاہجہان کریم (ڈپٹی کمشنر)۔ شیخ غلام نبی۔ نصیر خاں ہیڈ ماسٹر۔
(دوسری لائن) محمد اسلم۔ اکرام الحق۔ چوہدری احمد دین۔ بابو غلام حسین۔ محمد صدیق۔ محمد بشیر۔ چوہدری محمد شریف۔ جنہوں نے دفاعِ وطن کے لئے بے حد خدمات سرانجام دیں۔

ایک بھارتی ہوائی جہاز جو سیالکوٹ پر حملہ کیلئے آیا پسرور میں ہماری بہادر افواج نے صحیح حالت میں اسے نیچے اُترنے پر مجبور کر دیا ——

کر کے کیمپ کمانڈر چوہدری غلام رسول اظہر۔ ایس۔ ڈی۔ ایم کو جنگی بے گھروں میں تقسیم کرنے کے لئے دیئے گئے ۔۔۔ محترمہ امینہ خانم رات کو خواتین کے کیمپ کا معائنہ کرتی تھیں۔ ان کو شدت سے احساس تھا کہ بے گھر لوگ غیرت کے تقاضے کے تحت شاید کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانے گوارا نہ کریں۔ کیونکہ کئی کنبوں نے بار بار دریافت کرنے پر بھی اپنی کسی ضرورت کا اظہار نہ کیا تھا۔ لیکن معائنہ کے دوران میں معلوم ہوا کہ بہت سے خاندانوں نے رات کے وقت سردی سے بچاؤ کے لئے بچوں کو دہان کی پرالی سے ڈھانپ رکھا ہے۔ اس صورتِ حال کے پیشِ نظر انہوں نے ایسے غیرت مند افراد کی پوری مدد کی۔ کیمپ کا کوئی فرد ایسا نہ تھا، جسے منتظمین کے متعلق کوئی شکایت پیدا ہوئی ہو ۔۔۔ وہ سب خود کو اپنے گھر پر ہی محسوس کر رہے تھے۔ ان کی پوری طرح دلجوئی کی گئی تھی۔

قومی دفاعی فنڈ میں عطیات دینے کی اپیل پر اہلِ ڈسکہ کسی سے بھی پیچھے نہ رہے۔ اسلامیہ گرلز ہائی اسکول کی طرف سے پانچ ہزار تین سو بارہ روپے نقد دفاعی فنڈ میں جمع کرائے گئے۔ فوجی بھائیوں کے لئے تحائف خرید کر محاذ پر ارسال کئے گئے۔ سویٹر بُن کر بھیجے گئے۔ اس اسکول کی پانچ طالبات نے اپنی بالیاں اور طلائی انگوٹھیاں قومی دفاعی فنڈ میں دے دیں۔ اس اسکول کی طرف سے متعدد لڑکیوں کی شادی کا انتظام بھی کیا گیا۔ اور چار ہزار روپے کی مالیت کی اشیاء کیمپوں میں تقسیم کی گئیں۔

گورنمنٹ گرلز ہائی اینڈ نارمل سکول کی طالبات اور اسٹاف نے بھی نمایاں خدمات سرانجام دیں۔ پندرہ بے گھر لڑکیوں کی شادی کا انتظام کیا گیا۔

۵ر دسمبر ۱۹۶۵ء کا دن براتوں کے لئے طے ہوگیا۔ ہیڈمسٹرس، اسٹاف اور طالبات نے برتن، کپڑے اور دوسرا جہیز کا سامان اپنے خرچ سے لے کر دیا۔ براتوں کا استقبال، ڈسٹرکٹ انسپکٹرس آف اسکولز۔ چوہدری غلام رسول اظہر اور دوسری معزز شخصیتوں نے کیا۔ اسلامی اخوت کا یہ منظر قابلِ دید تھا۔ اونچ نیچ کی ساری حدبندیاں ختم ہو چکی تھیں۔ دلوں سے دل مل گئے تھے۔ کسی کو کسی سے گلہ شکوہ نہ رہا تھا۔ وہ سب ایک ہی برادری کے افراد بن گئے تھے۔

انجمنِ خدمتِ خلق ڈسکہ کے زیرِ اہتمام کام کرنے والے صنعتی اسکول کی طالبات کی طرف سے متعدد بے گھر لڑکیوں کی شادی کا انتظام کیا گیا تھا۔!

اسی طرح گورنمنٹ گرلز ہائی اسکول سمبڑیال کی طرف سے بھی فوجی بھائیوں کے لئے ٹرانسسٹر ریڈیو، رومال، بلیڈ، سگریٹ، صابن، کنگھیاں اور قرآن مجید کے نسخے کثیر تعداد میں ارسال کئے گئے۔ جنگی بے گھروں کے لئے تقریباً سات ہزار روپے کی مالیت کا سامان اور دفاعی فنڈ میں سترہ سو روپے ڈسٹرکٹ انسپکٹرس آف اسکولز سیالکوٹ کے دفتر میں جمع کرائے گئے۔ دوسری قسط میں مزید سولہ سو روپے نقد، چھ سو مختلف اقسام کے برتن، پانچ سو کپڑوں کے جوڑے، بیس سیر دیسی صابن، پچاس ٹکیاں نہانے کا صابن، سولہ رضائیاں، دو من باسمتی چاول، پانچ من دیسی گندم،۔۔۔ ریڈکراس سوسائٹی کے پاس جمع کرائے گئے۔

ڈسکہ کے عوام نے بھی جی کھول کر قومی دفاعی فنڈ میں عطیات دیئے۔ ایک اندازہ کے مطابق تحصیل ڈسکہ سے تقریباً چار لاکھ روپے اس فنڈ میں جمع کرائے گئے۔

سول ہسپتال ڈسکہ میں جنگ کے دوران میں ایک سو سے زاید زخمی داخل ہوئے۔ ان میں زیادہ تعداد جنگی بے گھروں کی تھی۔ وہ تقریباً دو ماہ تک اس ہسپتال میں زیر علاج رہے۔ ان کو خوراک اور دوائیں ہسپتال کی جانب سے مفت دی گئیں۔ اور دو ہزار سے زاید رقم دفاعی فنڈ میں دی گئی۔

فائر بندی تک کیمپوں میں خوراک درہائش کے اخراجات اہل ڈسکہ ادا کرتے رہے۔ فائر بندی کے بعد جب صوبائی وزیر معاشرتی بہبود میاں محمد یٰسین وٹو اور بیگم ہارون و بیگم وقارالنسا۔ نون کیمپوں کا معائنہ کرنے آئے تو انہوں نے ڈسکہ کے عوام کو شاندار خراج تحسین پیش کیا۔ اور کیمپوں کو سرکاری تحویل میں لینے کے احکام صادر فرما دیئے — اس کے بعد اسپیکر صوبائی اسمبلی چوہدری محمد انور بھنڈر، مرکزی وزیر خوراک شمس الضحےٰ، ڈاکٹر عبدالحفیظ طوسی، گورنر مغربی پاکستان اور کئی دوسری معزز شخصیتیں کیمپوں کا معائنہ کرنے کی خاطر تشریف لاتی رہیں۔ سبھی نے اہل ڈسکہ کی شاندار خدمات اور جذبۂ حب الوطنی کی بے حد تعریف کی۔ کیمپ کمانڈر چوہدری غلام رسول اظہر، اور طبی امداد کے نگران اعلیٰ ڈاکٹر اصغر حمید قریشی کی اعلیٰ خدمات کو سراہا۔ اور اظہار اطمینان کیا۔

جن رضاکاروں کی خدمات کو سراہا گیا ان میں فاضل برادران۔ شیخ عبدالرؤف کلاتھ مرچنٹ، چوہدری محمد شریف، چوہدری شاہ محمد، شیخ عبدالحق۔ بی۔ ڈی ممبر، ماسٹر عبدالمجید۔ بی۔ اے۔ بی۔ ٹی اور شمشاد احمد باجوہ کے نام نمایاں ہیں۔

مغل یونین انڈسٹریز رجسٹرڈ، شاداب فونڈری، ماڈرن انڈسٹریز، ڈائمنڈ انڈسٹریز۔ عزیز سنز، غلام نبی اینڈ برادرز نے فوجی گاڑیوں کی مرمت کے لئے اپنی خدمات

پیش کیں۔

مختصراً — ہر شخص نے اپنی ہمت سے بڑھ چڑھ کر کام کیا۔ اور جنگی بے گھروں کو اس قدر کپڑے اور دوسری اشیاء مہیا کی گئیں کہ وہ ہر قسم کی ضروریات سے بے نیاز ہو گئے۔

دو ماہ بعد ان جنگی بے گھروں کو مختلف دیہات میں آباد کر دیا گیا۔ غرضیکہ چالیس ہزار بے گھروں کو دوبارہ آباد کرنے اور اس قابل بنانے میں، کہ وہ اپنی روزی آپ کما سکیں، باشندگانِ ڈسکہ نے جو کردار ادا کیا' وہ اپنی مثال آپ ہے اور تاریخ اسے کبھی فراموش نہ کر سکے گی۔
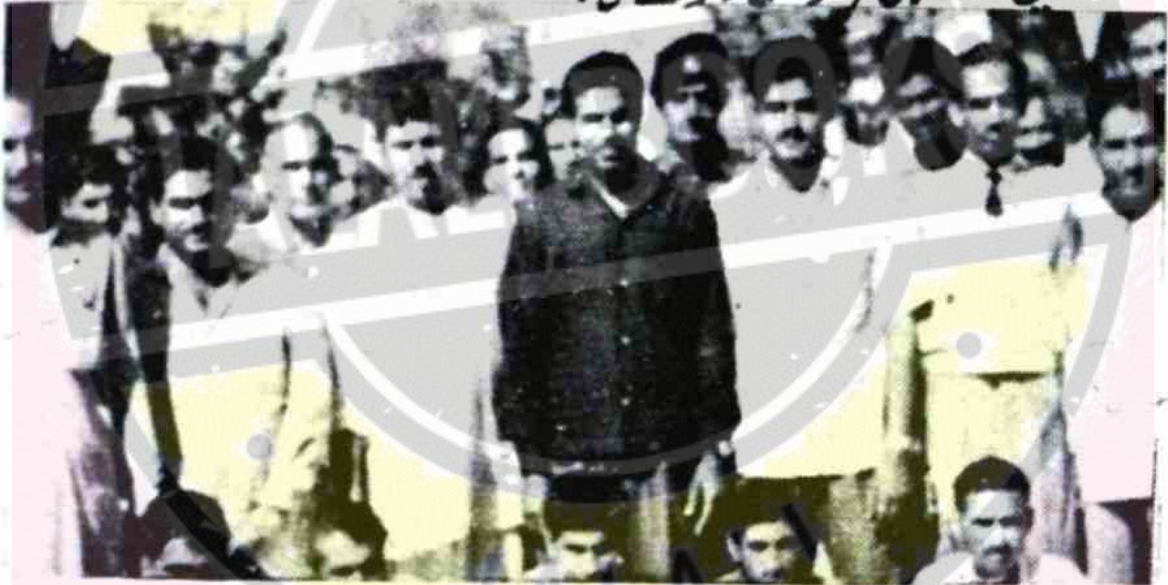
ڈسکہ کے عوام جنہوں نے پر خلوص جذبات سے جنگی بے گھروں کی ہر ممکن امداد کی۔

دلوں میں اپنے درد کائنات لیکے چلو

سورج نکلتا ہے تو ہر چیز منور ہو جاتی ہے۔ پھول کھلتے ہیں تو فضا معطر ہو جاتی ہے۔ اور دل کی گہرائیوں میں پھیلنے والا خدمت کا جذبہ جب عملی صورت اختیار کر لیتا ہے تو اس کی یاد برسوں تک تازہ رہتی ہے اور آنے والے قافلے اس سنگِ میل سے منزل کا تعین کرنے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔ بھارتی جارحیت کے خلاف جب ہمارے جواں ہمت مجاہد صف آرا ہو گئے۔ اور انہوں نے اپنے سے کئی گنا زیادہ فوج کو لقمۂ اجل بنانا شروع کر دیا، تو ہر گھر میں ایک محاذ کھل گیا تھا۔ اور ڈسٹرکٹ انسپکٹرس مدارس مس زبیدہ یوسف کا دفتر بھی ایک جاندار محاذ میں تبدیل ہو گیا تھا۔ پہلے حملے کے وقت انہوں نے بے مثال جرأت و ہمت کا ثبوت دیا تھا۔ ہراساں ہونے کی بجائے وہ لوگوں کے حوصلے بڑھاتی رہی تھیں۔ ان کے بلند عزائم سے متاثر ہو کر دوسری خواتین بھی ان کے گرد جمع ہونے لگی تھیں۔ معلمات اور طالبات کی سرگرمیوں میں اضافہ ہوتا گیا تھا۔ ان کے ہر حکم کا احترام ہر ایک دل میں جاگزیں ہو چکا تھا۔ مجاہدین اور جنگی بے گھروں کی ضروریات کو پورا کرنے کی خاطر وہ ہمہ تن مصروف رہتی تھیں۔ وہ بے پناہ چاہت اور حقیقی لگن کے ساتھ جنگ سے متاثرہ افراد کے لئے لحاف، گرم صدریاں تیار کرانے میں اپنے آرام تک کو بھول بیٹھی

تھیں۔ اسکول میں چھٹیاں تھیں۔ لیکن معلمات اور طالبات کا جمگھٹا انکے دفتر مین لگا رہتا تھا۔ کہیں قمیض، شلواریں کاٹی جا رہی ہیں، اور کہیں مشینیں دھڑا دھڑ لباس تیار کر رہی ہیں۔ کہیں لحاف تیار ہو رہے ہیں اور کہیں مجاہدین کے تحائف کے لئے تھیلیاں تیار ہو رہی ہیں۔۔۔ اور مس زبیدہ یوسف تھکن سے بے نیاز، برابر رات گئے تک سب کے ساتھ مل کر کام میں مصروف رہتی تھیں۔۔۔ اور تھوڑے ہی عرصے میں انہوں نے سینکڑوں لحاف، نئے سِلے ہوئے جوڑے، گرم صدریاں جنگی بے گھروں میں تقسیم کر دی تھیں۔ ان کے علاوہ مجاہد بھائیوں، اور زخمیوں کے لئے سینکڑوں رسائل، دریاں، سرہانے، رومال، صابن کی ہزاروں ٹکیاں، بلیڈوں کے پیکٹ، سگریٹ، تیل، کنگھیاں اور تولئے وغیرہ ارسال کر چکی تھیں۔۔۔ توپوں کی گھن گرج میں وہ یوں اپنے ہمدرد ساتھیوں کے ساتھ کام میں مشغول رہتی تھیں جیسے انہیں بھرپور یقین ہو کہ دشمن ایک انچ بھی آگے نہیں بڑھ سکتا۔۔۔

۔۔۔ ہزار پونڈ وزنی بم کے بعد بھی سیالکوٹ کے سہاگ پر آنچ نہیں آسکتی۔ امدادی کام کا آغاز انہوں نے اپنی گرہ سے پانچ سو روپوں کی ادائیگی سے کیا۔ اس کے بعد مس ثریا معلمہ کوٹ کرم بخش نے پانچ سو روپے، اور احمدیہ اسکول کی ہیڈ مسٹرس نے ایک سو روپے جمع کئے۔

بعد ازاں ڈسٹرکٹ پرائمری ایجوکیشن کمیٹی کے مدارس کی معلمات، طالبات اور گائیڈز کی طرف سے روپے اور دیگر کئی عطیات موصول ہوئے۔۔۔ اور پھر بیرونی امداد بھی شروع ہو گئی۔

مس زبیدہ یوسف (تمغۂ خدمت)
جنگی بے گھروں اور فوجیوں کو ضرورت کا سامان بھجوانے کا انتظام کر رہی ہیں

اے. ڈی. آئی اور معلمات نہایت ذوق و شوق سے جنگی بے گھروں کے لئے سامان تیار کر رہی ہیں۔
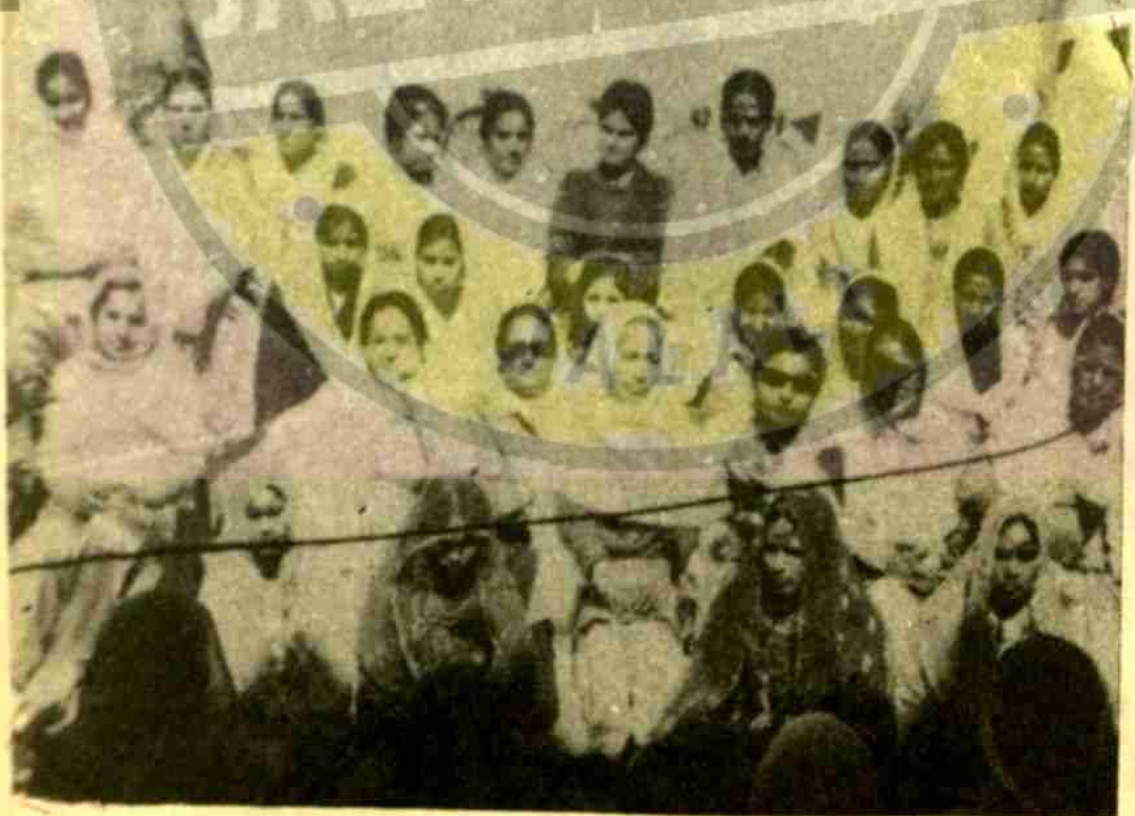
ڈسٹرکٹ انسپکٹریس آف اسکولز کے عملہ کی طرف سے جنگی بے گھروں کی شادیوں کا ایک منظر:

ایک طرف آیاتِ قرآنی کی تلاوت کے ساتھ دعاؤں کے لئے ہاتھ پھیلتے تھے۔ تو دوسری طرف سلائی مشینوں پر پوری تیزی کے ساتھ متاثرہ افراد کے لئے لباس تیار کئے جاتے تھے ـــــ مس زبیدہ یوسف کی نظر ہر طرف اٹھتی تھی ـــ معاشرہ کی اصلاح بھی جہاد کا درجہ رکھتی تھی۔ اس لئے وہ معلمات اور دیگر خواتین کو سادگی، ایمانداری اور کفایت شعاری کو اپنا نصب العین بنانے کی بھی تلقین کرتی رہتی تھیں۔ ان کی تربیت یافتہ معلمات اور گائیڈز نے اپنے حلقہ کی خواتین کو فسٹ ایڈ کی معلومات بہم پہنچائیں

مس زبیدہ یوسف کی کوشش سے ضلع کے گورنمنٹ ہائی اسکول کے اسٹاف اور ثانوی حصہ کی طالبات کو بھی سول ڈیفنس اور فسٹ ایڈ کی تعلیم دلائی گئی۔ لڑائی زور پکڑتی گئی، اور ان کی سرگرمیاں بھی بڑھتی گئیں۔ انہوں نے نامساعد حالات کا خندہ پیشانی سے مقابلہ کیا۔ اور بالآخر دشمن کو منہ کی کھانی پڑی ـــ اور پاک سرزمین سے دشمن کی مکاری کے ہر نقش کو مٹا دیا گیا۔ جنگی بے گھر لڑکیوں کی شادی کے لئے جو کمیٹی تشکیل دی گئی، مس زبیدہ اس کی سیکرٹری تھیں۔

ان کی ان تھک جدوجہد ہی کا نتیجہ تھا کہ ان کے اسٹاف اور ڈی۔ پی۔ ای۔ سی ٹیچرز کی طرف سے ۵۶، ۴۰ روپے نقد اور ۱۹ تولے سونا قومی دفاعی فنڈ میں جمع کرایا گیا۔ اس کے علاوہ لیڈی اینڈرسن گورنمنٹ گرلز ہائی اسکول کی طرف سے ـــــ ۳۱۷۷ روپے نقد، گورنمنٹ گرلز ہائی اسکول شکر گڑھ کی طرف سے ۴۱۳۶ روپے نقد، گورنمنٹ گرلز ہائی اسکول ظفروال کی طرف سے ۴۲۲ روپے نقد، گورنمنٹ گرلز ہائی اسکول سمبڑیال کی طرف سے ۵۶۸۴ روپے نقد ۲ تولے سونا ۶۲ تولے

چاندی ۔ حق گرلز اسکول کی طرف سے ۱۱۰ روپے نقد ۔ مسلم گرلز اسکول سیالکوٹ کی طرف سے ۱۱۹۸ روپے نقد، ۱۵ تولے سونا ۔ امریکن مشن گرلز اسکول کی طرف سے ۲۶۱۶ روپے نقد ۔ ایس۔ ایم۔ ڈی ہائی اسکول بارہ پتھر کی طرف سے ۱۴۳۲ روپے نقد ۔ اسلامیہ گرلز ہائی اسکول کی طرف سے ۱۱۲۳۴ روپے نقد، ۲ تولے سونا ۔ احمدیہ گرلز ہائی اسکول کی طرف سے ۲۸۴۲ روپے نقد، ۱۵ تولے سونا، اور اسلامیہ گرلز ہائی اسکول کی طرف سے ۲۴۸۸ روپے نقد قومی دفاعی فنڈ میں جمع کر دیتے گئے۔ مس زبیدہ یوسف نے نقدی کی صورت میں اپنی جیب سے ایک ہزار روپیہ دفاعی فنڈ میں جمع کرایا گیا۔

زاہدہ رحیم منتظمہ مسلم گرلز اسکول، ہیڈ مسٹرس بیگم نذیر بٹ کو دفاعی فنڈ میں سونے کی چوڑیاں دے رہی ہیں۔
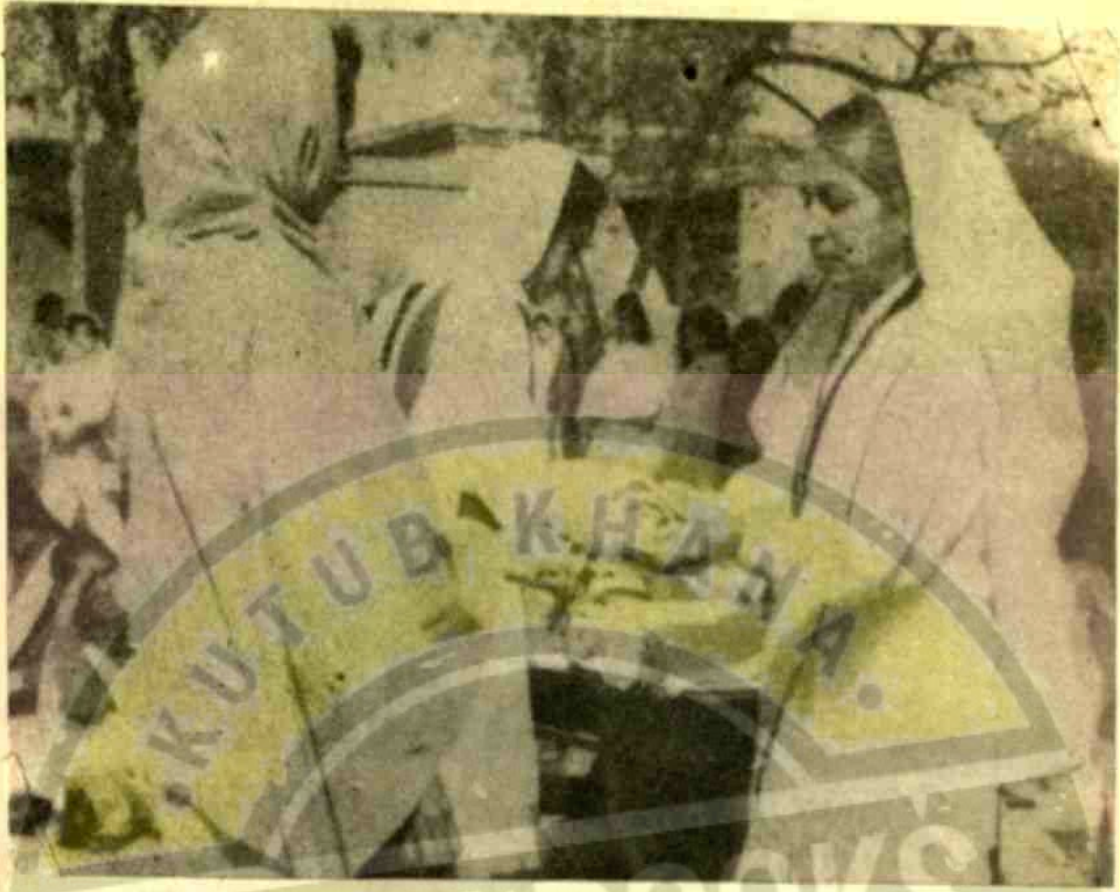
مس زبیدہ یوسف متاثرہ علاقہ کی طالبات کو یونیفارم تقسیم کر رہی ہیں

امریکن مشن سکول حاجی پورہ کی متاثرہ طالبات میں یونیفارم کی تقسیم
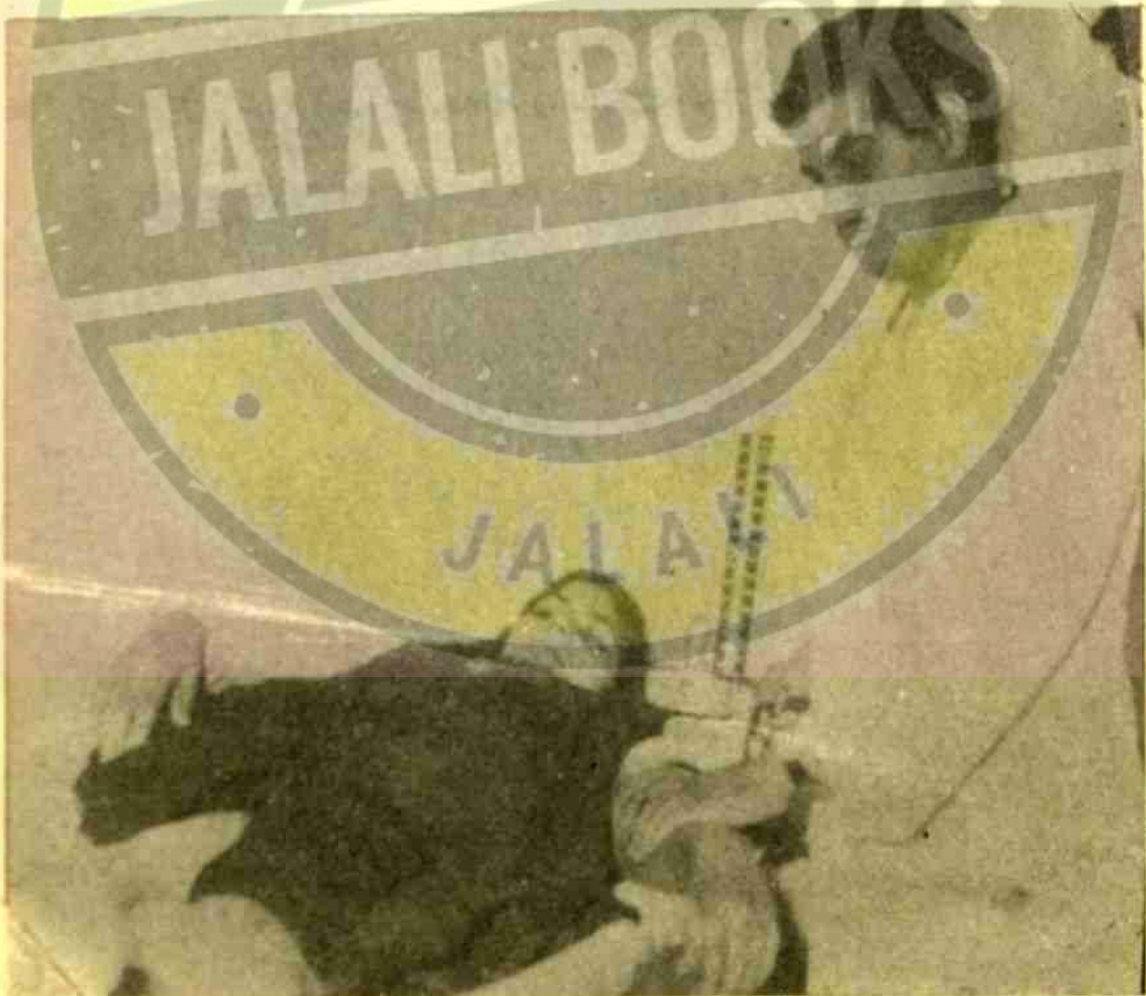
سول ہسپتال میں قوم کی ایک بیٹی خون کا عطیہ دے رہی ہے۔

زندہ قوموں میں ہمارا ذکر آئے گا سدا

پاک بھارت جنگ کے دوران میں پاکستانی عوام نے جس بیداری، جذبۂ حب الوطنی، اتحاد اور پرخلوص ہم آہنگی کا مظاہرہ کیا ہے وہ ہمارے ایمان کا ایک عکسِ جمیل ہے۔ سیالکوٹ براہِ راست اس جنگ سے متاثر تھا۔ یہاں دنیا کی سب سے بڑی ٹینکوں کی لڑائی ہوئی، جس میں دشمن کو عبرتناک شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ ہوائی حملہ سے عوام میں دہشت پھیلانے کی کوشش بھی ناکام ثابت ہوئی۔ اور حملہ آوروں کی ساری ..... کارروائیاں اور ناپاک ارادے اپنی موت آپ مر گئے ــــ جنگ کے دوران بھی اور جنگ بندی کے بعد بھی ہر شعبہ کی طرف سے بے پناہ محبت، خلوص اور یگانگت کا مظاہرہ ہوا ــــ ضلع کے اساتذہ اور ان کی انجمن نے بھی اس دور میں نمایاں کردار ادا کیا۔ انہوں نے جنگ سے متاثرہ علاقہ کے اساتذہ کی امداد کے لئے کئی مراکز قائم کئے۔ خود ہی سامان جمع کیا اور پوری دلجوئی سے انہیں ضروریاتِ زندگی بہم پہنچائیں ــــ بہت سا فاضل سامان جو بے گھر اساتذہ کی امداد کے بعد بچ گیا تھا، اسے دوسرے جنگی بے گھروں کے لئے حکومت کی تحویل میں دے دیا گیا۔

سیالکوٹ کے بلند فکر اور دردمند انسپکٹر آف اسکولز خواجہ عبدالرشید

خواجہ عبدالرشید ڈسٹرکٹ انسپکٹر آف اسکولز سیالکوٹ اپنے اے۔ ڈی۔ آئی صاحبان کے ساتھ

آپ نے اپنے ضلع کے تمام اسکولوں کے اساتذہ کے ساتھ مل کر جنگی بے گھروں کے لئے خدمات سرانجام دیں

سامان کی فراہمی کی تحریک کے محرک تھے۔ انہوں نے ایک واضح امدادی پروگرام کا اعلان کرتے ہوئے اساتذہ کی قیادت سنبھال لی۔ اور اپنے اَن تھک لے۔ ڈی۔ آئی حضرات کے تعاون سے شب و روز امدادی سرگرمیوں میں مصروف رہے۔ اساتذہ کے دل میں درد کا طوفان موجزن تھا۔ جنگ سے متاثرہ اساتذہ کو کسی طور پر بھی بے گھر ہونے کے احساس میں ڈوبے ہوئے دیکھنا نہیں چاہتے تھے ــــ!

جنگ جس پاک مقصد کے لئے لڑی جا رہی تھی، اس کا تقاضا یہ بھی تھا کہ اپنے سارے زخم بھول کر ہر قیمت پر پاک سرزمین کے ذرہ ذرہ کی حفاظت کی جائے۔ اساتذہ نے اپنے قائد خواجہ عبدالرشید کی زیرکسان امدادی کام کو احسن طریقے سے سرانجام دیا ــــ انہیں نام و نمود کی خواہش نہ تھی ــــ وہ پراپیگنڈے کے قائل نہ تھے ــــ وہ تو کام کرنا جانتے تھے۔ وہ کسی پر احسان نہ کر رہے تھے، بلکہ فرض کی ادائیگی نے ان پر وارفتگی پیدا کر دی تھی ــــ انہوں نے جنگ سے متاثرہ اساتذہ کو کسی کی محتاجی کا احساس تک نہ ہونے دیا ــــ اور ــــ یہ اس تعلیم کا نتیجہ تھا، جو خواجہ عبدالرشید نے امدادی کام کا آغاز کرتے وقت انہیں دی تھی۔ سترہ روزہ جنگ میں بار بار ان کی یہی خواہش رہی کہ وہ اگلی صفوں میں پہنچ کر مجاہدین کے شانہ بشانہ دشمن کی سرکوبی کریں۔ لیکن ان کی ضرورت تو پچھلے محاذ پر تھی ــــ اسلئے اس داخلی محاذ کو انہوں نے پوری جاں نشانی سے سنبھالے رکھا۔ انہوں نے جنگی بے گھر اساتذہ کو اپنے علاقہ میں بسانے کی پُرخلوص کوشش کی۔ انہیں رہائش کے لئے جگہ مہیا کی۔ ان کی روزمرہ کی ضروریات پوری کرنے کے لئے تمام ذرائع بروئے کار لاتے رہے ــــ انہیں اس بات پر فخر ہے کہ ان کے رفقائے کار لے۔ ڈی۔ آئی

حضرات اور اساتذہ نے حقیقی ہمدردی اور حب الوطنی کے جذبات سے سرشار ہو کر ان کے ساتھ پورے تعاون کا ثبوت دیا۔ اور تمام منصوبوں کو نہایت احسن طریقے سے عملی جامہ پہنایا — یوں معلوم ہوتا تھا جیسے وہ آرام کرنا جانتے ہی نہ ہوں۔ سب سے پہلے انہوں ہی نے ڈسکہ میں امدادی کیمپ قائم کیا تھا۔ اس کے بعد جب یہ کیمپ بہت پھیل گیا، تو اسے حکومت کی تحویل میں دے دیا گیا۔

انہوں نے مشترکہ طور پر ایک لاکھ بیاسی ہزار چھ سو نوے روپے کی رقم — دفاعی فنڈ میں جمع کرائی۔ اس کے علاوہ ۱۶۵۰ رضائیاں ۴۰۵ تلائیاں ۳۰ کمبل ۲۹۰ کھیس، ۳۲۰۴ چادریں، ۳۱۴ سرہانے ۲۶۹ ٹکیہ صابن، ۱۵ من دیسی صابن اور کوٹ۔ پتلون، قمیضیں۔ پاجامے ہزاروں کی تعداد میں مہیا کیے۔

اسلم ملک، خواجہ عبدالرشید ڈسٹرکٹ انسپکٹر آف سکولز سے ان کی کارکردگی کی تفصیلات معلوم کر رہے ہیں۔

ہمارا عزمِ جواں یوں ہی استوار رہے

بھارتی فوجوں کے سورماؤں کے اچانک بزدلانہ حملہ کے مقابلہ میں ہماری قوم نے جن بلند عزائم اور بے پناہ حوصلے کا مظاہرہ کیا ہے۔ اس کے حقیقی مشاہدہ و مطالعہ کے لئے میں نے ریلیف کیمپوں کا رُخ بھی کیا۔ جو حکومت کی طرف سے جنگی بے گھروں کے لئے قائم کئے گئے تھے۔ ایسا ہی ایک ریلیف کیمپ ہائی اسکول اگوکی میں واقع ہے۔ بیرونی سڑک سے میں نے دیکھا، دور برآمدے میں پھول دار پودوں اور ہری بھری گھاس پر ٹہلتے ہوئے مرد، عورتیں اور بچے ہیں۔ میں ایک لمحہ کے لئے رُکا۔ اور غور کرنے لگا کہ یہ جنگی بے گھروں کا ایک امدادی کیمپ ہوگا ۔ کوئی ایسا باپ ہوگا جس کی جواں سال لڑکی بھارتی درندوں کی ہوسناکی کا شکار ہو گئی ہوگی۔ ایسی ماں ہوگی جس کا جواں سال بیٹا اس کی آنکھوں کے سامنے شہید کر دیا گیا ہوگا۔ ایسی بہن ہوگی، جس کے ماں باپ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس سے چھین لئے گئے ہوں گے۔ یہاں دُکھ ہی دُکھ ہوں گے۔ مصیبتوں سے نڈھال لوگ بڑے بے حال ہوں گے۔ میں سوچنے لگا، میرا دل ان دُکھی چہروں کو دیکھ کر ضبط کہاں سے لائے گا۔ انہی جذبات کے ساتھ میں اسکول میں داخل ہوا۔ اسکول کے صحن میں بائیں جانب مسٹر جمیل احمد نائب تحصیلدار اپنے عملہ کے ساتھ ایک میز کے گرد کرسیوں پر

بیٹھے تھے۔ جمیل احمد صاحب کے ساتھ ریلیف کیمپ کا جائزہ لینے کے لئے جب میں اسکول کے برآمدے سے گزرا تو مجھے یہاں آئے ہوئے لوگوں کے دکھی چہروں کے جس تصوراتی احساس نے افسردہ بنا دیا تھا، صورتِ حال اس سے بالکل مختلف نظر آئی۔ بچے ہنسی خوشی آپس میں کھیل رہے تھے۔ کچھ عورتیں خوشی خوشی نل سے پانی بھرتی اور ایک تنور پر روٹیاں لگاتی ہوئی نظر آئیں۔ کچھ مرد دھوپ میں چہل قدمی کر رہے تھے سب کے چہرے خوش و خرم تھے۔ جیسے وہ بھارتی بزدلانہ حملے کی ساری تلخیاں بھول گئے ہوں۔ ایک طرف کچھ مرد بیٹھے سیاسی گفتگو میں مصروف تھے اور اپنے مستقبل کے خاکوں میں اپنے دست و بازو سے کام لے کر رنگ آمیز سکیمیں بنا رہے تھے۔ انہوں نے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ وہ جنگ بندی کے حق میں نہیں تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ ان کے گھر اور ان کا سرمایہ بے شک لٹ گیا ہے مگر جنگ جاری رہے اور اس کا فیصلہ آخری ہو۔ انہوں نے کہا کہ جنگ بندی کے ردِ عمل میں وہ بے کاری کی زندگی برداشت نہیں کر سکتے۔ اور صرف ان کے اپنے ہاتھوں کی روزی ہی ان کو حرارت کا احساس دلا سکتی ہے۔ اور ان کو زندہ ہونے کا احساس دلا سکتی ہے۔

سکول کے ایک کمرے میں گندم کے آٹے کی بیسیوں بوریاں، گھی اور دال رکھی تھی۔ مسٹر جمیل احمد نے بتایا کہ یہاں راشن ہفتہ وار تقسیم کیا جاتا ہے۔ اور فی کس بارہ اونس آٹا، ایک تولہ گھی، اور ایک چھٹانک دال دی جاتی ہے۔ اور گوشت وغیرہ باہر سے امدادی طور پر آتا رہتا ہے۔ جو ان میں تقسیم کر دیا جاتا ہے۔
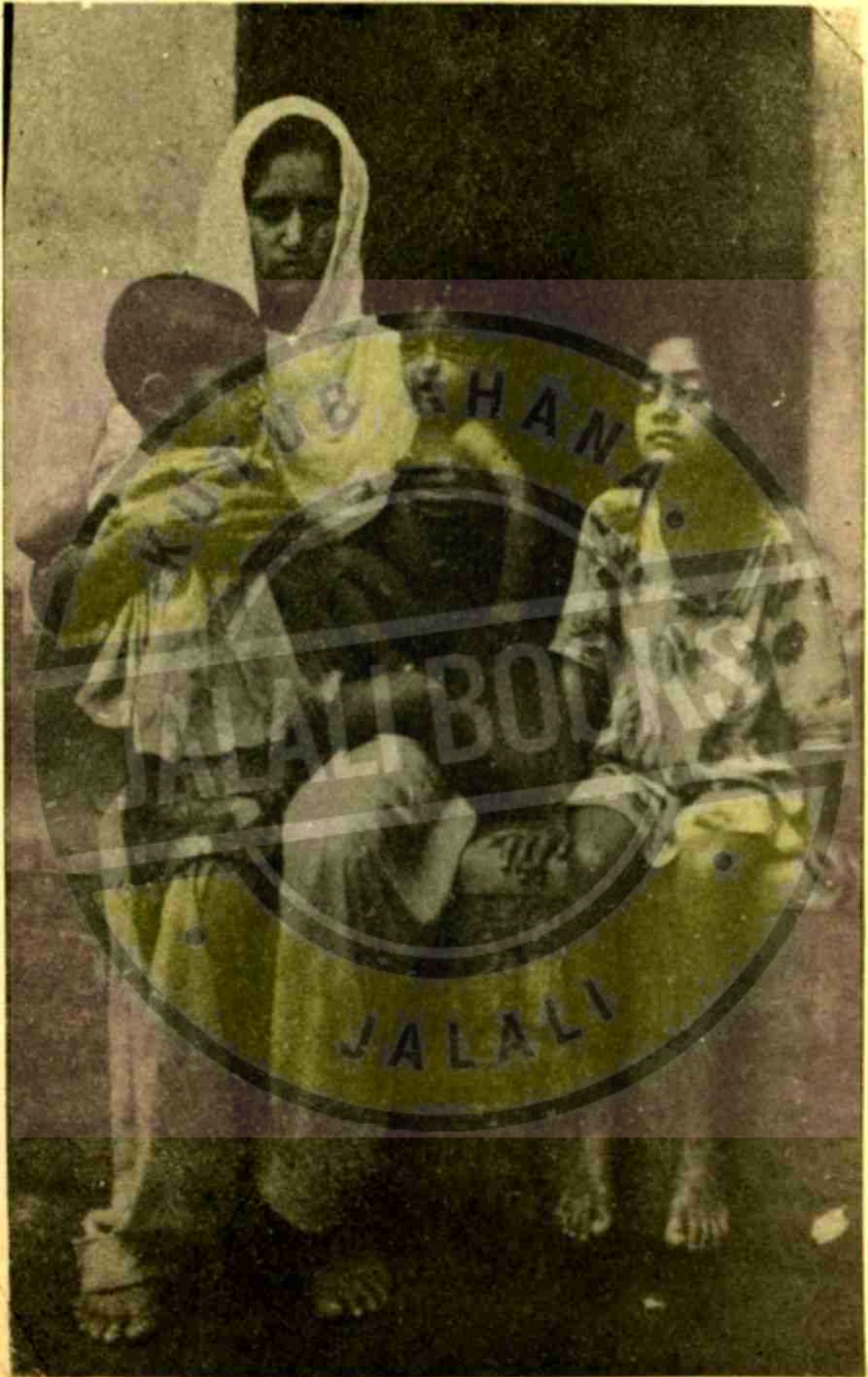
اعجاز فاطمہ جس کے خاوند کو اسکے سامنے گولی مار کر بھارتی درندوں نے ہلاک کر دیا

ایک کنبہ کے ساتھ ایک اسی سالہ بھارتی جارحیت کا شکار جس نے کہا کہ میں ایک زمانہ فوج میں رہ چکا ہوں۔ بھارتی فوج کی ذات ایک مچھر سے بھی کم تر ثابت ہوئی ہے جو انسان کو کاٹتے وقت باقاعدہ پہلے کان کے پاس آکر اعلان کرتا ہے۔ جبکہ بھارتی فوج نے تمام فوجی اصولوں کو بالائے طاق رکھ کر رات کے اندھیرے میں سوئی قوم پر حملہ کر دیا اور شکست کھائی۔ بھارت کو معلوم نہیں کہ مسلمان خدا کا شیر ہے اور وہ سویا ہوا بھی شیر ہے

سکول کے وسیع کمروں میں صفیں بچھی تھیں۔ اور ایک ایک کمرے میں چار چار پانچ پانچ گھروں کے افراد الگ الگ تھوڑے تھوڑے فاصلے پر آباد تھے۔ ہر کمرے کے باہر کمرے میں آباد کنبوں کے افراد کی تفصیل درج تھی۔ اور سارے اسکول میں گھوم کر مجھے یہی محسوس ہوا، کہ یہاں سینکڑوں کنبے نہیں بلکہ سارا ایک ہی کنبہ آباد ہے جو آپس میں بڑے سلوک اور محبت سے زندگی کے دن گزار رہا ہے۔ جہاں ہر ایک کے دل میں دوسروں کے لئے عزت اور محبت ہے۔ راشن کی روزانہ فی کس مقدار کے لئے کچھ دبی دبی شکایات سننے میں آئیں۔ اور کچھ لوگوں نے راشن میں اضافے کا مطالبہ کیا۔ اور خوراک مہیا کرنے کا کام چونکہ حکومت نے اپنے ذمہ لیا ہے، لہذا متعلقہ حکام نے اس معاملہ میں جانچ پڑتال کی ۔۔۔۔۔ اور ہمدردانہ رویہ اختیار کرتے ہوئے مناسب اضافہ کر دیا گیا۔ نیز طے پایا کہ یہ لوگ اپنے اپنے گھروں میں بڑے آسودہ تھے، اس لئے ہمارے تمام امدادی کام ایسے ہونے چاہئیں کہ ان کی عزتِ نفس کسی صورت بھی مجروح نہ ہو۔

مسٹر جمیل احمد انچارج کیمپ نے مزید بتایا کہ اس امدادی کیمپ کے لئے دو ہزار روپیہ حکومت کی طرف سے امدادی کام کے لئے موصول ہوا تھا جو ابھی تک استعمال میں نہیں لایا گیا۔ کیونکہ عوام کے امدادی سلسلے سے تمام وقتی ضروریات پوری ہو جاتی ہیں۔ آپ نے بتایا کہ ۵۱۰ رضائیاں تلائیاں، ۷۵۴ کھیس، ۱۷۴ دریاں، ۲۲۱ تکیے، ۲۰ کمبل، ۵۰۰ چادریں اور کچھ برتن حکومت اور عوام کی طرف سے اس کیمپ میں تقسیم ہو چکے ہیں۔

کیمپ میں مقیم افراد کے لئے میرا تاثر یہ تھا کہ کوئی عورت اور کوئی مرد

اپنے بے گھر ہونے سے مایوس اور افسردہ نہ تھا۔ سب کا کہنا یہ تھا کہ ان کا بڑا گھر پاکستان زندہ ہے تو یہی ان کے لئے سب سے بڑی دولت ہے۔ ان کی زندگی پاکستان ہی کے زندہ رہنے سے قائم و دائم ہے۔

ایک اسّی سالہ بزرگ کہہ رہے تھے کہ بھارتی درندے چوروں کی طرح ہمارے گھروں میں گھس آئے۔ مگر ہماری بہادر اور دلیر افواج نے ان کی اس جرأت کی جتنی بڑی قیمت، ان کی لاشوں، گولہ بارود اور اسلحہ کی تباہی کر کے وصول کی، وہ بھارت کی آنے والی نسلیں بھی فراموش نہ کر سکیں گی۔ وہ خود بھی ایک زمانہ میں فوج میں رہ چکے تھے۔ انہوں نے کہا کہ بھارتی فوج کی ذات ایک مچھر سے بھی کمتر ظاہر ہوئی ہے۔ جو انسان کو کاٹنے کے لئے باقاعدہ کان کے پاس آکر اپنے عزائم کا اعلان کرتا ہے۔ جبکہ بھارتی فوج نے تمام فوجی اصولوں کو بالائے طاق رکھ کر چوروں کی طرح رات کے اندھیرے میں سوئی ہوئی قوم پر حملہ کیا۔ مگر بھارت کو یہ معلوم نہیں کہ مسلمان خدا کا شیر ہے۔ اور وہ سویا ہوا بھی شیر ہے۔ آج کی تہذیب اور ترقی کے زمانہ میں بھارت کی یہ بزدلی اور فوجی بے ہنری خود ان کی موت کا باعث ہوگی ——— اور آج بھارت کا دنیا میں یکہ و تنہا رہ جانے کا باعث بھی یہی ہے۔

کیمپ میں میری ملاقات سرحدی گاؤں رڑکی کے ایک نوجوان نقیر سائیں اور انولہ کے سلطان علی سے ہوئی۔ ان دونوں کے گاؤں پر بھارتی لٹیروں کا قبضہ ہے۔ نقیر سائیں نے بتایا کہ رات کے اندھیرے میں سینکڑوں بھارتی سپاہی انکے گاؤں میں اللہ اکبر کا نعرہ لگاتے گھس آئے۔ مگر کبھی کبھی غیر ارادی

طور پر جے ہند کا نعرہ بھی ان کے منہ سے نکل جاتا اور اس طرح ہمیں معلوم ہو گیا۔ کہ بھارتی بزدل فوج ہم پر حملہ آور ہو چکی ہے۔ ہم اپنی کلہاڑیوں اور لاٹھیوں سے مقابلہ کرنے کے لئے نکلے۔ مگر ایک دم ہمارے مکانوں پر گولہ باری شروع ہو گئی۔ اس صورتِ حال کا مقابلہ کرنے میں ہم بے بس ہیں۔ لہٰذا ہم اپنے کماد کے کھیتوں میں چھپ گئے۔ مگر بھارتی درندوں نے ہمیں ڈھونڈنا شروع کر دیا۔ اور گاؤں کی عورتوں کو پکڑ پکڑ کر ٹرکوں میں ڈالتے گئے۔ پھر ان کی آنکھوں پر ہمارے سامنے پٹیاں باندھ دیں۔

فقیر سائیں نے بتایا کہ عورتوں کی یہ بے عزتی میرا چچا زاد بھائی برداشت نہ کر سکا۔ وہ ایک بپھرے ہوئے شیر کی طرح گرجتا ہوا ٹرک کے ایک محافظ سپاہی پر ٹوٹ پڑا۔ اس نے ایک سپاہی سے بندوق چھین کر اسے گولی مار کر ہلاک کر دیا۔ مگر دوسرے سپاہی کی گولی اس کے سینے سے پار ہو گئی اور وہ شہید ہو گیا۔ اس کے بعد انہوں نے گاؤں کے بیسیوں جوانوں کو گولی کا نشانہ بنایا اور کئی بچوں کو ان کی ماؤں سے چھین کر سنگینوں پر اچھال دیا۔ چنانچہ بہت کم لوگ بھاگنے میں کامیاب ہو سکے۔

فقیر سائیں نے بڑے پُر جوش لہجے میں اپنے بازو ہوا میں لہراتے ہوئے کہا کہ اگر ہمیں اسلحہ اور بارود دے دیا جائے تو ہم اپنے شہید بھائیوں کے خون کا بدلہ لیں گے۔ اور اپنے مقدس گاؤں کو بھی درندوں سے خالی کرائینگے۔

کیمپ میں ایک اور سرحدی گاؤں جمال جنڈ کی ایک نوجوان عورت اعجاز فاطمہ اپنے تین چار سال کے دو لڑکوں اور اپنی ایک لڑکی کو اپنی گود میں لئے ملی۔ اس نے بتایا۔ کہ کافروں نے ان معصوم بچوں کے والد کو اس کے سامنے گولی مار کر شہید کر دیا۔ اور اسے بے حد زدوکوب کیا کہ وہ بے ہوش ہو گئی۔ اور کافی دیر میں

ہوش آنے کے بعد وہ اپنے بچوں کے ساتھ بے یار و مددگار اس کیمپ میں پہنچی۔ اس نے کہا کہ اسے اپنے خاوند کی موت کی کچھ فکر نہیں۔ اس کے ذہن میں یہ جذبہ پختہ ہو چکا ہے کہ وہ اپنے بچوں کو فوج میں بھرتی کرانے کے لئے جوان کرے گی۔ تاکہ وہ بھارتی بھیڑیوں سے اپنے باپ کے خون کا بدلہ لے سکیں۔

اعجاز فاطمہ نے بتایا کہ اس کی آٹھ گھماؤں اپنی زمین ہے۔ اسے یقین ہے کہ اس کے گاؤں سے بالآخر بھارتی درندوں کو ایک نہ ایک دن جانا ہوگا۔ اور وہ اپنی زمین خود کاشت کرے گی۔ خود محنت کرے گی۔ اور اس دوران اس نے کہا۔ کہ بچوں کی پرورش کے لئے اسے کوئی مزدوری بھی کرنا پڑی، تو کوئی دریغ نہ کرے گی۔

ایک سرحدی گاؤں جلو والی کے عنایت حسین نے بتایا کہ وہ اپنے خاندان سے اکیلا بچ کر یہاں پہنچ سکا ہے۔ اس کی بیوی کرامت بی بی، اس کی لڑکی — رضیہ بیگم اور رفیعہ بی بی، اس کا لڑکا محمد نواز، اور اس کی نوجوان ہمشیرہ اشرف بی بی کو بھارتی درندوں نے اس کے سامنے گولیوں کا نشانہ بنایا۔ اس نے کہا کہ میری سب سے بڑی خواہش یہ ہے کہ مجھے مجاہد فوج میں بھرتی کر لیا جائے مجھے تنخواہ بھی درکار نہیں۔ میں اپنے شہید بیوی بچوں کا بدلہ اپنے ہاتھوں سے بھارتی درندوں سے لینا چاہتا ہوں۔ اور اپنے بہادر فوجیوں کے ساتھ شانہ بشانہ لڑ کر اپنا گاؤں آزاد کرانا چاہتا ہوں۔ کچھ سوچتے سوچتے عنایت حسین نے دور خلاؤں میں گھورتے ہوئے کہا۔ میں چالیس سال بعد اپنے گاؤں سے باہر نکلا ہوں۔ آج بھی میرا گاؤں میری آنکھوں کے سامنے ہے۔ جب میں اپنا سب کچھ

قربان کرکے گاؤں سے نکلا تھا، تو چاندنی میرے کھیتوں میں مجھے راستہ دکھانے اتر آئی تھی. میرا گاؤں میری روح کی وادیوں میں پھیلا ہوا ہے۔ میرے انگ انگ میں اس کی مٹی کی خوشبو ہے. میرے کھیت، کنوئیں، پگڈنڈیاں ۔ میری جدائی سے اشکبار تھے۔ میں ہر درخت، ہر کھیت، ہر کنوئیں کو کہتا آیا ہوں ۔ میرے دوست میں پھر آؤں گا ۔ ضرور آؤں گا ۔ میرے شیر دل سپاہی آتے ہی دشمن کو پسپا کر دیں گے۔ اور میری اس یقین دہانی سے میرے گاؤں کے درختوں اور کھیتوں سے محبت کی خوشبو نکل کر ساری فضا میں پھیل گئی تھی۔ میرا وجود معطر ہوگیا تھا. جب تک میں واپس نہیں جاؤں گا ۔ پگڈنڈیوں پر میرے پاؤں کے نشانات موجود رہینگے میرے درخت اور میرے کھیت منتظر رہیں گے۔

اگو کی کیمپ کے انچارج جمیل احمد تحصیلدار اپنے کارکنوں کے ساتھ

ڈپٹی کمشنر چوہدری صدیق تحصیلدار پسرور سے جنگی بے گھروں کی بحالیات کا پروگرام ملاحظہ کر رہے ہیں۔

قلعہ سوبھا سنگھ میں چوہدری صدیق جنگی متاثرہ لوگوں کے راشن کارڈوں کا جائزہ لے رہے ہیں۔

میرے وطن کی بہارو، تمہیں نظر نہ لگے

جنگی بے گھروں کی آبادکاری کے کام کا جائزہ لینے کے لئے صبح کی سپیدی نمودار ہوتے ہی ہم پسرور، قلعہ صوبہ سنگھ کے مشاہدہ کے بعد شکرگڑھ پہنچ گئے۔ شکرگڑھ سے ہماری منزل لیسر کلاں ابھی ۱۱ میل آگے تھی۔ اجالے کی بادشاہت میں انسانیت کے بھی خوابوں کا ہمارا مختصر سا قافلہ ابھی تک تھکن کا شکار نہ ہوا تھا۔ سب کے چہرے تر و تازہ پھولوں کی مانند مسکراہٹوں کا مسکن بنے تھے۔ راستہ ناہموار تھا۔ جا بجا گڑھے پھیلے ہوئے تھے۔ برساتی نالوں کا جال پھیلا ہوا تھا۔ زندگی کے نشیب و فراز کی طرح یہ راستہ الف لیلے کی کہانیوں کی طرح پُراسرار بھی تھا، اور لگن کو تیز تر بنانے والا بھی — ہماری جیپ راستے کے پیچ و خم میں اُبھرتی، ڈوبتی اور پھر اُبھرتی لیسر کلاں ریلیف سنٹر کی طرف بڑھ رہی تھی۔ اور چمکتا ہوا سورج اعلان کر رہا تھا کہ منزل انہی خیالوں کے قدم چومتی ہے جو راستوں کے نشیب و فراز کو کوئی اہمیت نہیں دیتے۔ منزل پر پہنچنے کی دھن جنہیں ٹیڑھی راہوں سے بے نیاز بنا دیتی ہے۔

اس قافلہِ صبح نو میں ڈپٹی کمشنر صاحب کے علاوہ ایس۔ ڈی۔ ایم صاحب نارووال اور تحصیلدار صاحب شکرگڑھ بھی تھے۔ چوہدری محمد صدیق صاحب
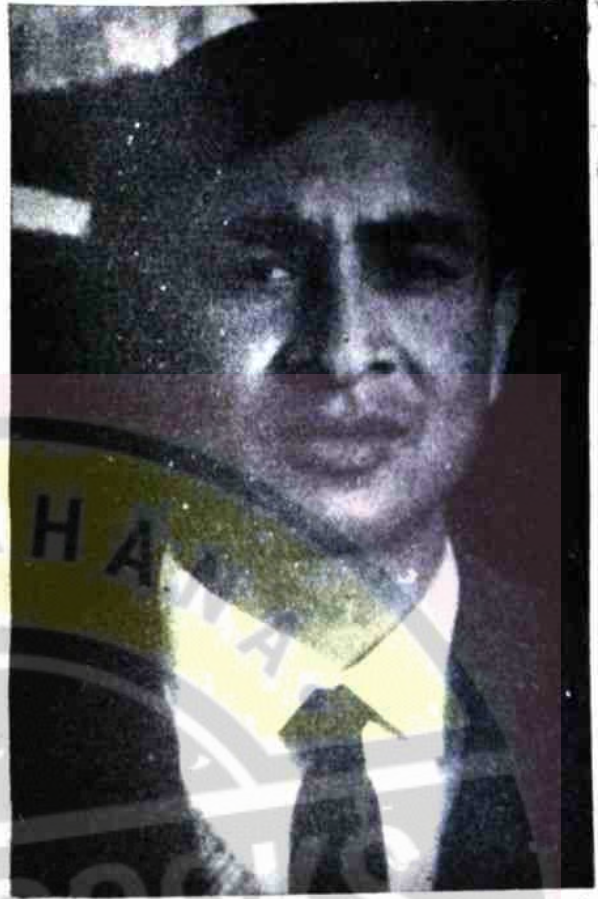
کیپٹن عبدالقیوم۔ ایس۔ ڈی۔ ایم۔ نارووال

شیخ عبدالرحمان۔ تحصیل دار شکر گڑھ

ایک کسان جس نے کہا۔ ہم اپنے ہاتھوں کی کمائی کھائیں گے۔

چوہدری رسول بخش۔ چیئرمین رانبھڑی۔

کی معیت نے ان کے عزائم کو بھی نکھار دیا تھا۔ ان کے ولولوں میں بھی زندگی پرور روایات کا امرت بھر دیا تھا۔

لیسر کلاں جنگی بے گھروں کے لئے راشن اور دوسری ضروریات زندگی کی تقسیم اور دیگر کارکردگی کا معائنہ شروع ہوا۔ ڈپٹی کمشنر چوہدری صدیق صاحب راشن کارڈ پر اندراج شدہ چیزوں کی بابت جنگی بے گھروں سے دریافت کرتے تھے ___ کہ آیا انہیں ساری چیزیں دستیاب ہو چکی ہیں یا یہ صرف کاغذی کارروائی تک ہی محدود ہے۔ لیکن یہ دیکھ کر مجھے بے حد خوشی ہوئی کہ کسی نے بھی کوئی شکایت نہ کی۔ سب کو ہر چیز دستیاب ہو چکی تھی۔ کسی راشن کارڈ پر غلط اندراج نہ ہوا تھا۔ ہر کوئی مطمئن تھا۔ گھربار لٹنے کے باوجود ان کے چہرے ہشاش بشاش نظر آ رہے تھے۔

میری نظریں کھیتوں پر پھیلنے لگیں۔ کھیتوں میں ہریاول انگڑائیاں لے رہی تھی گندم کے پودے زمین کا سینہ چیر کر سر اٹھا رہے تھے۔ مٹی کی خوشبو ہریالی کی خوشبو سے ہم آہنگ ہو کر ماحول کو معطر بنا رہی تھی۔ اور شیخ عبدالرحمٰن تحصیلدار بتا رہے تھے کہ گندم کی بوائی ہر جگہ کر دی گئی ہے۔ زمین کے چپہ چپہ کو پچھلے سال کی نسبت ۲۰٪ زیادہ زیر کاشت لایا جا رہا ہے۔ اس وقت ہر محاذ پر ان تھک محنت کی ضرورت ہے۔ ہر فرد ایک سپاہی بن گیا ہے۔ وہ بھی جو فصل بو رہا ہے۔ اس وقت اناج کی ضرورت پہلے سے زیادہ ہے۔ اور محنت کا جذبہ پُرجوش بن گیا ہے۔ زیادہ اناج اُگاؤ مہم تیز سے تیز تر ہو گئی ہے۔ سارا کام پوری جدوجہد سے جاری ہے۔ کسان اس مہم کو کامیاب بنانے کے لئے پوری طرح مستعد ہیں اور خدا نے چاہا تو مجموعی طور پر گندم پچھلے سال سے ہرگز کم نہ ہو گی۔ سرسبز کھیت

تحصیلدار صاحب کے یقین کی گواہی دے رہے تھے۔ واپسی کے وقت دشوار گزار راستہ کا خیال کر کے میں نے سوچا کہ راشن کی ترسیل میں ذرہ بھر فرق نہیں پڑا۔ جنگی بے گھروں کو ہر چیز مہیا کی جا رہی ہے۔ ہر کام خوش اسلوبی سے جاری ہے۔ حالانکہ اس دور دراز مقام پر کام میں تعطل پیدا ہونا کوئی خاص بات نہیں ہو سکتی۔ پھر بھی ابھی تک کوئی رکاوٹ پیدا نہیں ہوئی۔ اور اس کا سہرا یقیناً ضلع کی قیادت کے سر ہے۔ جن کے حسنِ انتظام کی بدولت ہر ضرورت مند کو وقت پر اس کا حق مل رہا ہے۔

صدر ایوب ایک زخمی مجاہد کا حال پوچھ رہے ہیں!

چوہدری صدیق شکر گڑھ میں جنگی بے گھروں کے مسائل پر تبادلۂ خیال کر رہے ہیں۔

عظمت کے آسماں پر چمکے گا نام تیرا

مجاہدین اور جنگی بے گھروں کے لئے ملک کے کونے کونے سے جو تحفے وصول ہو رہے تھے، ان میں خلوص کی چمک خیرہ کن تھی۔ عقیدت کی مہک روح افزا تھی۔ کتنی چاہت سے یہ تحفے تیار کئے گئے تھے۔ کتنی لگن سے انہیں روانہ کیا گیا تھا۔ اور کتنے پیار سے انہیں وصول کیا جا رہا تھا۔ یہ ایک عجیب تسلسل تھا، جس میں روایات کی سربلندی تھی۔ اور اعلےٰ اقدار کی ہمہ گیری — انسانیت کے چہرے پر تابناک مسکراہٹ رقصاں تھی۔ اور حیوانیت کے خدوخال مسخ تھے — ان تحفوں میں اگرچہ خلوص کی کمی نہ تھی۔ ارفع ذوق کی شدت تھی — پھر بھی راولپنڈی کے تحائف کی نفاست خوبصورتی اور نئے پن میں ایک انفرادیت تھی۔ یہ بھی اسی لگاؤ کا نتیجہ تھے جس کا اظہار ملک کے دوسرے حصوں سے کیا جا رہا تھا۔ یہ بھی اسی ہمدردی کے آئینہ دار تھے۔ جو پاک وطن کے ذرے ذرے کے دل کی دھڑکن تھی۔ مگر بعض ہستیوں کی وارفتگی نے ان میں زیادہ نکھار اور حسن پیدا کر دیا تھا۔ اور بیگم امینہ غنی بھی انہی میں سے تھیں۔ ان کا تعلق بھی سیالکوٹ ہی سے تھا پہلے وہ یہیں پر ڈسٹرکٹ انسپکٹرس آف اسکولز رہی تھیں۔ اور اب وہ ڈپٹی ڈائریکٹریس ایجوکیشن، راولپنڈی ریجن تھیں۔ پھر بھی یہاں کے ذرے ذرے سے انہیں جو پیار تھا، وہ

دبنے کی بجائے اور ابھر آیا تھا۔

سیالکوٹ کی سرحد پر دشمن نے جب بزدلانہ یلغار کی، تو اس خبر نے پاک وطن کے ہر شہری کے خون کو کھولا دیا تھا۔ یہ ایک فطری جذبہ تھا جس کا موجزن ہونا قدرتی امر تھا۔ لیکن جس کو اس سرزمین نے ہنسنا سکھایا تھا جس کی سانسوں میں اس فضا کی خوشبو رچی ہوئی تھی، جس کے بچپن نے جوانی کی سرحدوں کو چھو کر اس کی پیشانی پر پیار کا جھومر سجایا تھا ــــ اس کا اضطراب تو ناقابلِ برداشت بن گیا تھا۔ خواہ وہ کویت اور سعودی عرب میں تھے، یا مغربی ممالک میں ــــ انہیں یوں محسوس ہوا تھا جیسے ان کے دل کو کسی نے مٹھی میں لے کر زور سے بھینچ دیا ہو ــــ بیگم امینہ غنی کو جب دشمن کے حملہ کی اطلاع ملی، تو ان کے دل کی تڑپ اذیت ناک بن گئی۔ لاہور پر دشمن کے حملہ کی خبر نے پہلے ہی انہیں بے چین بنا دیا ہوا تھا۔ اب دوسرے حملہ کی ناپاک کارروائی نے ان کی زندگی کے ہر گوشے کو بری طرح زلزلا دیا تھا ــــ وہ اس جنگ میں عملی حصہ لینے کے لئے بے قرار ہو گئی تھیں۔ یہ جنگ ان کی خودداری کی جنگ تھی، یہ جہاد ان کے ایمان کی آزمائش تھی۔ ان کی سرگرمیاں بڑھ گئی تھیں انہوں نے سارے اسکولوں اور دوسرے تعلیمی اداروں اور سماجی مراکز میں گھوم کر ایسی انجمنوں کو تشکیل دی جو مجاہدین اور جنگی بے گھروں کی ضروریات کا سامان فراہم کرنے کو زندگی کا اہم فریضہ بنالیں ــــ پاک سرزمین کا ہر باشندہ پہلے ہی اپنے اپنے محاذ پر جنگ میں شامل ہو گیا تھا ــــ اپنی بساط سے بڑھ کر حصہ لے رہا تھا۔ اسلئے بیگم امینہ غنی کو ہر قدم پر کامیابی نصیب ہوئی تھی۔ سامان کے انبار لگ گئے تھے۔ جنگ کے دوران ہی میں وہ پہلی کھیپ لے کر آئی۔ توپوں کی گھن گرج میں انہوں

ڈپٹی ڈائریکٹریس ایجوکیشن راولپنڈی بیگم امینہ غنی
فوجیوں کے لئے محاذوں پر پہنچانے کے لئے عید کے تحفے ڈپٹی کمشنر سیالکوٹ
کے سپرد کر رہی ہیں۔
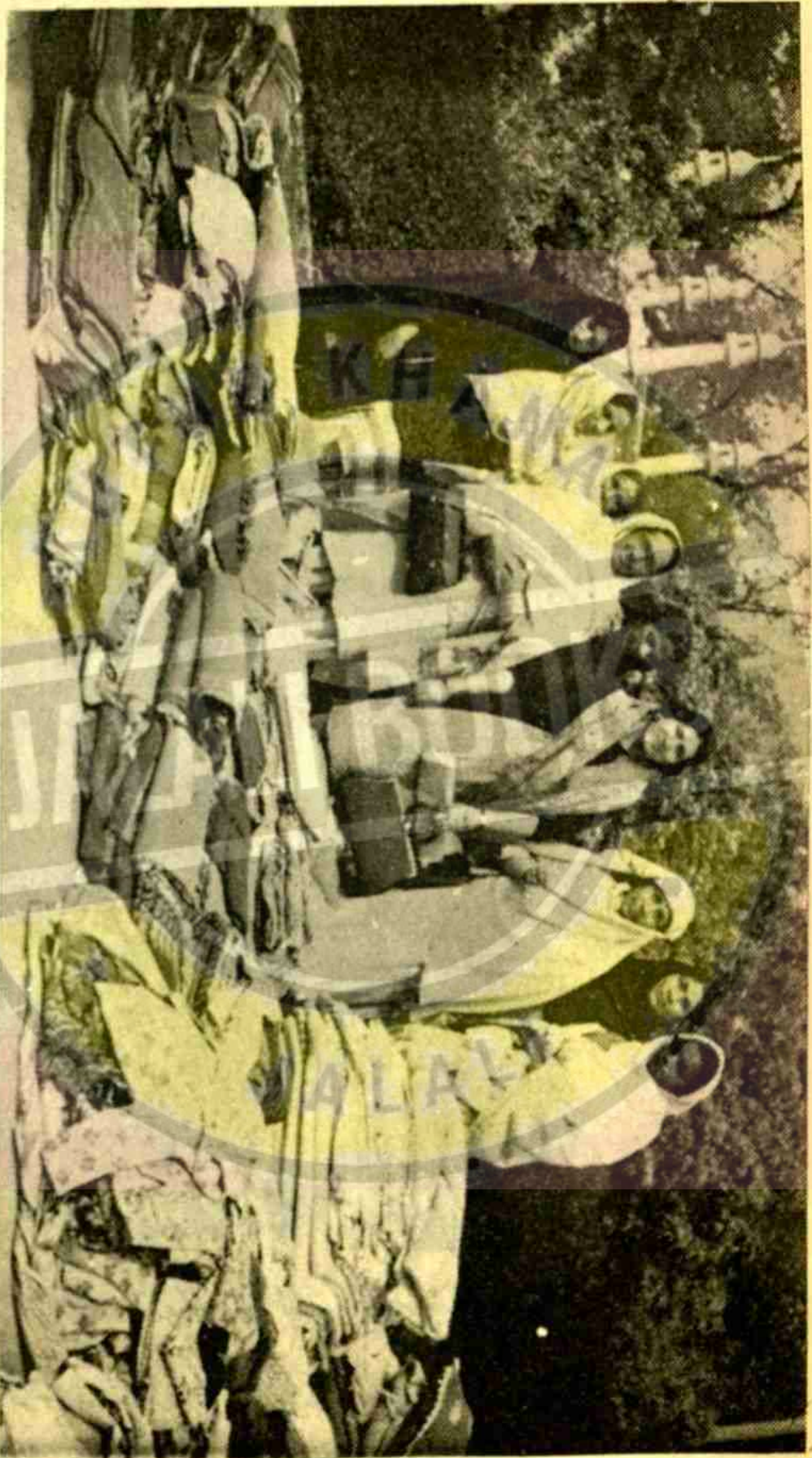
بیگم امینہ غنی جنگی بے گھروں کے لئے کپڑے اور دیگر ضروریات کی چیزیں لائیں۔ یہ سامان راولپنڈی کی طالبات اور اساتذہ نے جمع کیا۔

نے شہر کے امدادی مراکز کا چکر لگایا تھا. جنگی بے گھروں کی ڈھارس بندھائی تھی۔ اور اہل شہر کے بلند حوصلوں سے متاثر ہو کر انہیں یقین ہو گیا تھا. کہ دشمن اپنے ناپاک ارادوں میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔ شکست اس کا مقدر بن چکی ہے ۔ دوسری بار وہ عید الضحیٰ کے موقع پر تحائف لے کر آئیں ۔ پسرور روڈ پر کولڈ اسٹوریج کے لان میں باوقار طور پر تقریب منعقد ہوئی تھی. ڈپٹی کمشنر چوہدری محمد صدیق نے تحائف وصول کئے تھے. اس تقریب میں شہر کے سبھی معززین نے شرکت کی تھی. ان میں حزب مخالف کے لیڈر خواجہ محمد صفدر بھی تھے. اور ڈسٹرکٹ بورڈ کے سابق چیئرمین اور سابق وزیر چوہدری عبدالغنی گھمن بھی تھے. یہ تحفے اہل پنڈی نے بڑی محنت، لگن اور چاہت سے تیار کئے تھے. تحفے خوبصورت اور دیدہ زیب پیکٹوں کی شکل میں تھے. انہیں رنگ برنگ ربنوں سے باندھا ہوا تھا — یوں معلوم ہوتا تھا جیسے عالمی نمائش میں اول انعام حاصل کرنے کی خاطر خاص طور پر انہیں تیار کیا گیا ہو. ہر چیز میں نیا پن تھا. کپڑے نئے سِلے ہوئے تھے. برتن نئے تھے. کوئی چیز ایسی نہ تھی جس سے ظاہر ہو کہ اسے ایک بار بھی استعمال کیا گیا ہو. ڈسٹرکٹ انسپکٹرس آف اسکولز نے بیگم امینہ غنی کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا. کہ سیالکوٹ کے جنگی بے گھروں کی خدمت کے لئے جو جذبہ انہیں یہاں کھینچ لایا تھا. وہ بے مثال ہے ۔ ہمارے پاس ایسے الفاظ نہیں کہ ہم اس کی تعریف کر سکیں . ان تحائف سے عید کی خوشیاں دوبالا ہو گئی ہیں ۔ بیگم امینہ غنی نے فرمایا. اس شکریہ کے مستحق اہل راولپنڈی ہیں. جن کی انتھک جدوجہد قابل تحسین ہے . اور وہ بچیاں جنہوں نے یہ پیکٹ تیار کئے ہیں، وہ پاک وطن کی قابلِ فخر بیٹیاں ہیں. انہوں نے ثابت

کر دیا ہے۔ کہ وطن کی آن پر قربان ہونے کے لئے وہ کسی سے پیچھے نہیں رہ سکتیں۔ ،
اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے انہوں نے فرمایا۔
"جب پاک سرزمین پر دشمن کے حملہ کی خبر سنی، تو مجھے محسوس ہوا تھا۔ کہ جیسے کوئی چور میرے مکان کا دروازہ توڑ کر اندر گھس آیا ہو۔ ایسی حالت میں کوئی غیور اور خود دار آدمی تماشائی نہیں بن سکتا۔ بلکہ وہ چور کو سزا دینے کی خاطر اپنی جان کی بازی لگا دینے پر تیار ہو جاتا ہے۔ میں محاذِ جنگ پر تو نہ جا سکتی تھی، لیکن دوسرے محاذ تو میرے لئے کھلے تھے۔ اور اگلے مورچوں کو مضبوط بنانے کی خاطر پچھلے مورچوں کی استقامت بہت ضروری ہوتی ہے۔ اور میں نے جو کچھ کیا۔ یہ فرض کی پکار کا اثر تھا۔ اور خدا کا شکر ہے کہ میں کسی حد تک اپنے مشن میں کامیاب رہی ہوں۔"
چوہدری محمد صدیق نے آخر میں بیگم امینہ غنی کا شکریہ ادا کیا۔ انہوں نے فرمایا۔ کہ جب تک آپ جیسی ہستیاں اس ملک میں موجود ہیں، دشمن کی کوئی سازش ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔ ہم پہلے بھی کامیاب رہے ہیں۔ اور آئندہ بھی فتح ہماری ہی ہو گی۔ —
بڑے خوشگوار ماحول میں یہ تقریب منعقد ہوئی تھی۔ انہوں نے کہا۔ مجھے بیگم غنی کی حب الوطنی کے جذبات دیکھ کر بہت مسرت ہوئی ہے۔ میں سوچتا تھا جب ہمارے جنگی بے گھر اپنے کھیتوں کو چٹیل میدان کی صورت میں دیکھیں گے جنہیں یہ لہلاتے چھوڑ کر آئے تھے۔ اپنے مکانوں کو کھنڈروں کی صورت میں دیکھیں گے جہاں یہ ہنستی کھیلتی زندگی گزار رہے تھے تو ان کے دلوں پر کیا قیامت برپا ہو گی۔ لیکن اب مجھے بہت تسلی ہے کہ ہمارے سماجی کارکنوں کی ہمدردیاں ان میں بیچارگی کا احساس پیدا نہیں ہونے دیں گی۔

——٭——

ملک و ملت کیلئے سرمایۂ رفعت ہو تم

سیالکوٹ کی سرزمین کو یہ شرف حاصل ہے کہ یہاں وطنِ عزیز کے دفاع کی سب سے بڑی جنگ لڑی گئی۔ اس کے کھیتوں کو شہیدوں کے خون نے ابدیت بخش دی ہے — سیالکوٹ کے محاذ پر جہاں شیر دل فوجیں سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی مانند ڈٹی ہوئی تھیں، وہاں محاذِ جنگ سے چند میل کے فاصلے پر غیور شہری بھی عوامی محاذ پر سینہ سپر تھے۔

سیالکوٹ کی بیٹیوں نے اس مقدس جنگ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا۔ انہوں نے گھر کے محاذ کو پوری مضبوطی سے سنبھالے رکھا تھا۔ یہ دخترانِ ملت، وطنِ پاک کی حفاظت کی خاطر جس طرح سینہ سپر رہیں، اور اپنے فرائض کو جس خوش اسلوبی، اور احسن طریقے سے سرانجام دیا، اس نے قرونِ اولیٰ کی یاد تازہ کر دی — ان قابلِ فخر بیٹیوں کے عزائم میں فولاد کی طاقت پیدا کرنے میں جس ہستی نے نمایاں کردار ادا کیا، وہ ڈویژنل انسپکٹرس آف اسکولز مس طوسی کی ذاتِ گرامی ہے — وہ بار بار سیالکوٹ کا چکر لگاتی رہیں، تعلیمی اداروں کی کارکردگی بڑھاتی رہیں اور معلمات اور طالبات میں ایسا جوش و خروش پیدا کرتی رہیں جس کی بدولت سترہ دنوں میں تعلیمی اداروں اور امدادی مراکز میں رونق بڑھتی ہی گئی۔ امدادی کام کی رفتار تیز

سے تیز تر ہوتی گئی۔ ہر جگہ گھوم پھر کر وہ مجاہدین اور جنگی بے گھروں کی ضروریات کیمتعلق معلومات فراہم کرتی تھیں۔ اور پھر سامان تیار کروا کر خود ہی ان تک پہنچاتی بھی تھیں۔ — جنگی بے گھروں کی طالبات کو کپڑے، کتابیں اور دیگر ضروریات کی چیزیں پہنچانے کے لئے ایک تقریب کا اہتمام لیڈی اینڈرسن گورنمنٹ گرلز ہائی اسکول میں کیا گیا۔ اس تقریب کی مہمانِ خصوصی مس طوسی تھیں۔ اسکول میں خوب رونق تھی۔ یہ احساس بھی نہ ہوتا، کہ چند میل کے فاصلہ پر دشمن بے پناہ طاقت کیساتھ موجود ہے۔ بلکہ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے دشمن قریب ہونے پر بھی بہت دور ہو۔ کیونکہ دشمن تو بری طرح پٹ رہا تھا۔ کھیت اس کی لاشوں سے اٹ گئے تھے — پگڈنڈیوں پر اس کے ٹینکوں اور گاڑیوں کے ٹکڑے بکھرے ہوئے تھے۔ جنگ جاری تھی اور اسکول میں نئی زندگی بچپن سے رقص کناں تھی۔ اسکول کی بچیوں کے چہروں پر خوف وہراس کی کوئی رمق تک بھی نہ تھی۔ ہوائی حملہ کے بعد تو زندگی معمول سے زیادہ ہنگامہ خیز ہو گئی تھی — مس طوسی نے اجلاس کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا — کہ باوجودیکہ سیالکوٹ براہِ راست حملہ کی زد میں تھا۔ یہاں کے کارکنوں کے بلند حوصلوں نے کام کی رفتار میں فرق نہ آنے دیا۔ یہ کارنامہ انتہائی قابلِ فخر ہے۔ ہماری بہنوں نے ان تھک جدوجہد کا آغاز جس جوشیلے انداز سے کیا تھا، اس میں کوئی کمی نہ پیدا ہونے دی۔ اور اب بھی ان کے چہروں پر کوئی تھکن نہیں۔ وہ برابر مشین کی ہتھی چلائے جا رہی ہیں، لحاف تیار کر رہی ہیں۔ چندہ جمع کر رہی ہیں۔ میں مکار حملہ آوروں کو بتا دینا چاہتی ہوں کہ جس قوم کی بیٹیاں اتنی باہمت اور غیور ہیں، اس قوم کی تسخیر ناممکن ہے —

ڈویژنل انسپکٹریس آف سکولز ڈاہور مس طوسی سیالکوٹ کی اساتذہ کے ساتھ جنہوں نے بہت امدادی کام کیا

مس طوسی جنگی بے گھر طالبات میں کپڑے اور یونیفارم تقسیم کر رہی ہیں

مس طوسی لیڈی اینڈرسن سکول میں طالبات اور اساتذہ کی طرف سے جمع کیا ہوا سونا بنک کی تحویل میں دے رہی ہیں
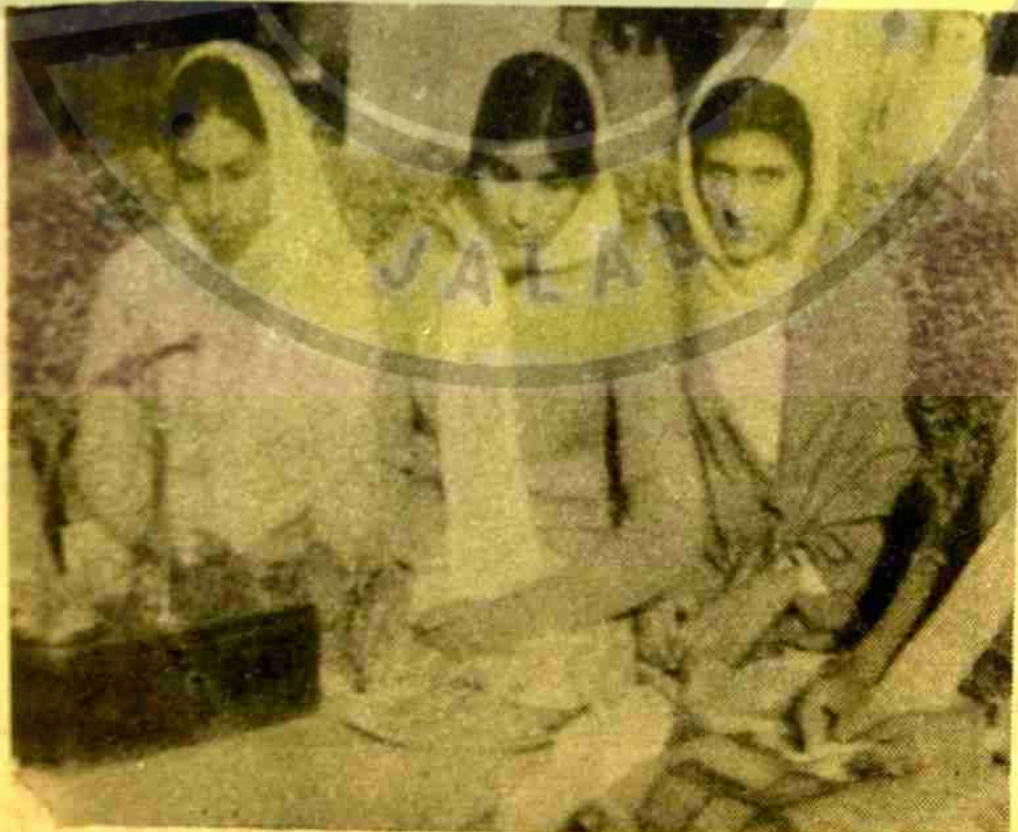
مس طوسی نے ایک نئی اسکیم کا آغاز کیا۔ انہوں نے دفاعی فنڈ کے لئے سونا جمع کرنے کا ایک مؤثر منصوبہ تیار کیا تھا۔ اس منصوبے نے بہت ہر دلعزیزی حاصل کر لی۔ اسکول کی لڑکیوں میں اس منصوبے نے بہت فروغ حاصل کیا۔ اور ان کی بدولت شہر کے گلی کوچوں میں بھی یہ جذبہ تقویت حاصل کرنے لگا۔ شہر کی غیور بیٹیوں نے اپنے مقامی اسکولوں کے توسط سے تھوڑے ہی عرصہ میں ۹۲ تولے سونا، ۱۹۱ تولے چاندی جمع کر لی تھی۔ قومی دفاعی فنڈ کے لئے سونا اور چاندی بنک کی تحویل میں دینے کی تقریب میں مس طوسی نے خطبہ صدارت دیتے ہوئے کہا۔ "آج جب کہ ساری قوم میں مادرِ وطن کے تحفظ کے لئے جانثاری کا پرخلوص احساس جاگ اٹھا ہے۔ سیالکوٹ میں جہاں دشمن کی بمباری نے کافی نقصان پہنچایا ہے۔ اور جنگ چند میل پر لڑی جا رہی ہے۔ دفاعی فنڈ کے لئے جس سرگرمی کا اظہار کیا جا رہا ہے، وہ قابلِ فخر ہے۔ سیالکوٹ علامہ اقبال کی نگری ہے۔ اور اس لڑائی میں وہ تمام کرامات عملی طور پر رونما ہوئی ہیں، جن کا اظہار انہوں نے اپنے شعروں میں کیا۔ بھارتی فوجی تعداد کے مقابلہ میں ہماری کمتر تعداد سے اس شعر کی حقیقت ہمارے سامنے روشن ہو گئی ہے۔ کہ ؎

کافر ہے تو شمشیر پہ کرتا ہے بھروسہ
مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی

آپ نے کہا کہ جنگ کے دوران میں میدانِ کارزار ہی محاذِ جنگ نہیں ہوتا۔ بلکہ زندگی کا ایک ایک شعبہ محاذ بن جاتا ہے۔ ہماری زندگی اور زندگی کے سارے لوازمات پاکستان سے وابستہ ہیں۔ اگر پاکستان قائم ہے تو ہر چیز

زندگی کی علامت بنی رہے گی۔ لہذا اس وقت پاکستان ہم سے ذاتی قربانی کا طلبگار ہے۔ اور ہمیں ہر حالت میں اس امتحان میں پورا اترنا ہوگا۔

آپ نے دفاعی فنڈ کی فراہمی کے سلسلہ میں سب معلمات اور طالبات کی سرگرمیوں کی بے حد تعریف کرتے ہوئے کہا ــــ "قوم میں وہ تمام صلاحیتیں اُبھر آئی ہیں، جو وطنِ عزیز کے مستقبل کے خاکے میں رنگ آمیزی کے لئے کار آمد ہوں گی۔ اور آج یہ بجا طور پر محسوس ہو رہا ہے کہ پاکستان جن مقاصد کے لئے عالمِ وجود میں آیا تھا۔ وہ مقاصد انشاءاللہ پورے ہو کر ہی رہیں گے۔

آخر میں انہوں نے تمام معلمات سے مل کر جب قومی ترانہ گایا۔ تو فضا جھوم

مس طوسی ڈویژنل انسپکٹریس آف سکولز لاہور جنہوں نے دردمند بنکر جنگ سے متاثرہ لوگوں کا دل موہ لیا

سید اقبال احمد، بیگم محمود ہارون کو جنگی متاثرہ گھرانوں کی ضروریات سے آگاہ کر رہے ہیں

بیگم محمود ہارون جنگی بے گھروں میں نئے بستر تقسیم کر رہی ہیں

بیگم محمود ہارون جنگی بے گھروں میں نئے بستر تقسیم کر رہی ہیں۔

بیگم محمود ہارون جنگی بے گھروں کی شادیوں کی ایک تقریب میں۔

اہلِ وطن سے دردِ وطن مانگتے ہیں ہم

وہ ایک خوشگوار صبح تھی۔ زندگی کی تمام تر رعنائیوں سے بھرپور، سردی کی خوشگوار کپکپاہٹوں اور شعاعوں کی فرحت بخش حرارت والی صبح، اور چوہدری محمد صدیق ڈپٹی کمشنر سیالکوٹ آنے والی نیشنل ایڈ آرگنائزیشن کی معزز اراکین کا استقبال کرنے کے لئے ڈسکہ پہنچ چکے تھے۔ یہ وفد لاہور سے تشریف لا رہا تھا۔ یہ ایک محاذ سے دوسرے محاذ کو پُرخلوص تحفہ پیش کرنے کی لگن لئے ہوئے تھا۔ یہ وفد روشنی، حرکت، اور صحت مندی کے فروغ کی حیات پرور روایات کا امین تھا اور ایسے وفد کو خوش آمدید کہنے کے لئے ہم سب کے دل جذبۂ اخوت سے لبریز تھے۔

سیالکوٹ کی سرزمین کے ذرہ ذرہ پر نقش کندہ شجاعت کی تاریخ نے اقوامِ عالم کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا تھا۔ معزز مہمانوں کے ساتھ ان کی آمد کی منتظر بھیلو مہار سنٹر کی ساری فضا ان جانی خوشیوں سے جھوم رہی تھی۔ وفد آگیا تو سارے علاقہ میں زندگی کی لہر دوڑ گئی۔

جب چوہدری صدیق کی معیت میں وفد بھیلو مہار پہنچا تو چوہدری جلیل سٹی مجسٹریٹ وہاں موجود تھے۔ علاقہ کے معززین نے بھی بڑی گرم جوشی سے

ان کا استقبال کیا۔ سنٹر میں موجود جنگی بے گھروں نے یوں محسوس کیا، جیسے کسی اولوالعزم ہستی نے آسمان سے سارے ستارے توڑ کر ان کی جھولی میں ڈال دیئے ہیں۔ ان کی جھولی میں صرف وہی بے گھر افراد موجود تھے، جنہوں نے اس دن اپنی باری کے مطابق اپنے راشن کارڈوں پر راشن حاصل کرنا تھا۔ یہ اس بات کی روشن دلیل تھی کہ ان کی آمد پر کسی بناوٹ اور دکھاوے کا مظاہرہ نہ کیا گیا تھا بلکہ سچائی کو اس کے اصلی روپ میں پیش کر دیا گیا تھا۔ یہ کسی حاکم کی طرف سے محکوم پر برتری کا سکہ جمانے کی سازش نہ تھی ــــ یہ کسی غیر ملکی کو غلط فہمی میں مبتلا کرنے کی سامراجی روایت نہ تھی ــــ یہ تو دو دلوں کی دھڑکنوں کی ہم آہنگی کا حسین امتزاج تھا۔ یہ بھائی چارے کی اسلامی روایات کا زندگی بخش آئینہ تھا۔

سنٹر میں سب سے پہلے وفد کے معزز ارکان نے کاغذات کی جانچ پڑتال کی۔ رجسٹروں کے اندراج کے متعلق متاثرین سے تفصیلات معلوم کیں۔ ان کی ضروریات کے لئے استفسارات کئے۔ جس لگن اور جوش سے سنٹر میں بحالیاتی اور راشن کی تقسیم کا کام ہو رہا تھا ــــ وہ ہر لحاظ سے قابلِ تحسین تھا۔ کوئی بات ایسی نہ تھی جس میں شک وشبہ کی رمق تک بھی نظر پڑتی ــــ اس کے بعد انفرادی طور پر جنگی بے گھروں سے ایک ایک کارڈ لے کر اس سے اندراج شدہ چیزوں کے متعلق دریافت کیا گیا۔ اس میں بھی یہ سنٹر دیانت داری کے میدان میں پورا اترا۔ ہر آدمی ہر وہ چیز لے چکا تھا، جس کا اندراج اس کے کارڈ میں موجود تھا۔ اور بھلیو مہار سنٹر کی شاندار کارگزاریوں کا سہرا بھی انہیں کے سر ہے۔ انہیں کی پُر خلوص قیادت کے باعث ہے۔
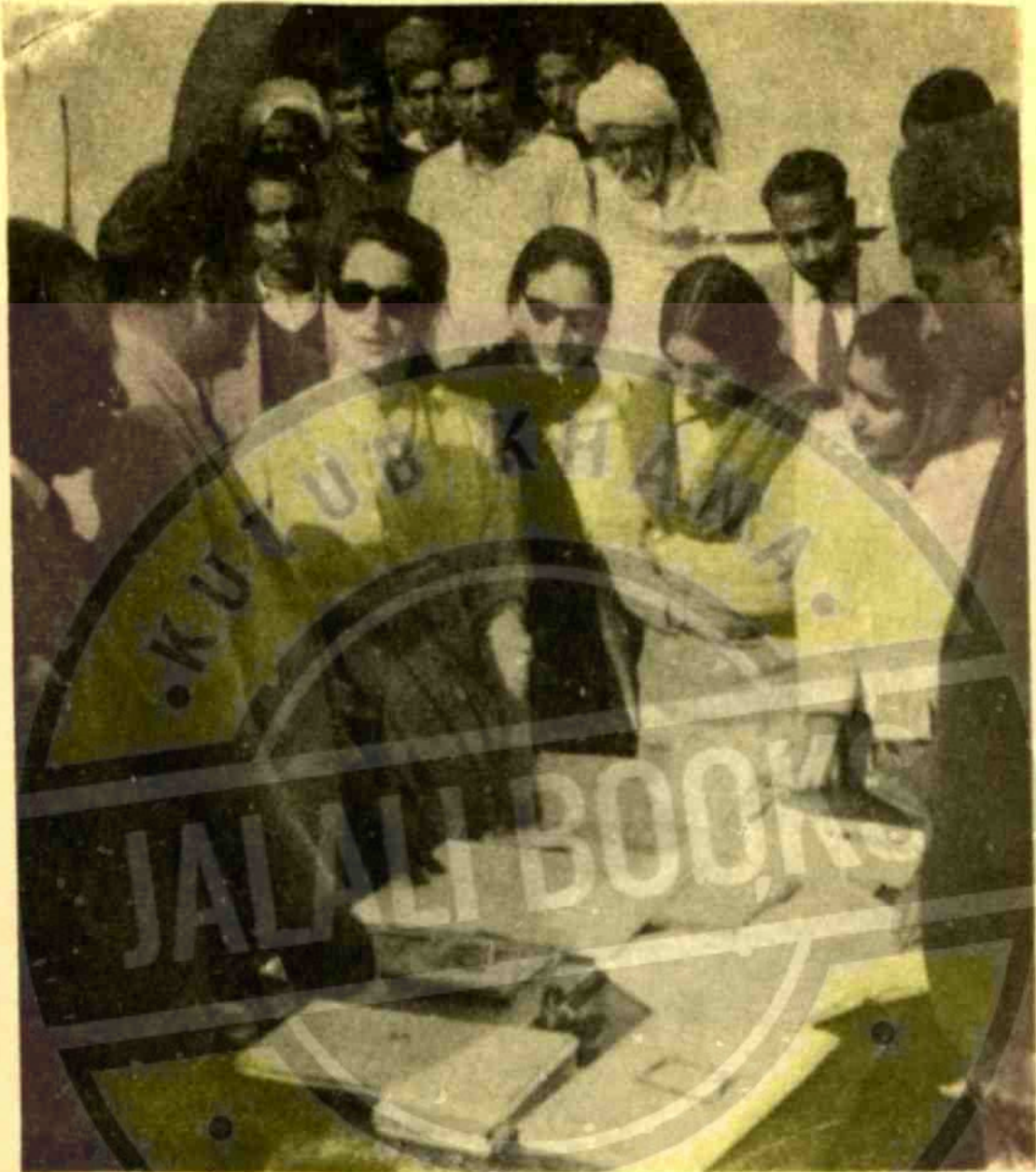
بیگم محمود ہارون جنگی بے گھروں کے سامان تقسیم کارڈوں کا جائزہ لے رہی ہیں

چوہدری جلیل نستی مجسٹریٹ

جنگی بے گھروں کے راشن کارڈوں کا جائزہ لے رہے ہیں

وفد کے معزز ارکان میں بیگم الماس ہارون ایک نمایاں شخصیت کی مالک تھیں۔ وہ نیشنل ایڈ آرگنائزیشن کی صدر تھیں۔ اس مبارک جنگ سے پہلے وہ سماجی طور پر اتنی بلندی پر تھیں کہ عوام کی نظریں شاید ان تک پہنچ سکتی ہوں۔ لیکن جب وطن نے ہر فرد و بشر کو قربانی کے لئے پکارا، تو دس کروڑ باشندوں میں بیگم الماس بھی صفِ اول میں شامل تھیں۔ انہیں بھی یوں محسوس ہؤا تھا جیسے دشمن نے قصور، لاہور اور سیالکوٹ کی سرحدوں پر بزدلانہ حملہ نہیں کیا، بلکہ ان کے اپنے گھر کی دیواروں کو گرانے کی ناپاک کوشش کی ہے۔ ان کا دل ایک مسلمان کا دل تھا، ایک پاکستانی کا دل تھا، ایک ماں کا دل، ایک بہن کا دل تھا۔ یہ دل کیوں نہ تڑپتا۔ یہ دل کیوں نہ دعاؤں کا مخزن بنتا۔ یہ دل کیوں نہ نیشنل ایڈ آرگنائزیشن کی تحریک کا محرک بنتا۔ یہ دل خلوص سے بھرپور تھا۔ محبت اور شفقت کا پروردہ تھا۔ اور اس دل کی عظمت کا مظاہرہ میں بھلبو مہار سنٹر میں دیکھ رہا تھا۔

اس وفد میں بیگم مسرت شوکت علی بھی تھیں، جو نیشنل ایڈ آرگنائزیشن کی جنرل سیکرٹری ہیں۔ وہ بھی دردِ دل کی مالک تھیں۔ ان کی طرف دیکھ کر بھی یونہی ایک لمحہ کے لئے خیال گزرا تھا کہ یہ وہ ہستیاں تھیں جن تک پہنچ کبھی عوام کے بس کی بات نہ تھی۔ جن سے بات کرنے کا اگر کبھی موقع ملتا تو آوازیں گنگ ہو جاتیں ـــــ اور دوسرے لمحہ ہی میں نے پہلے خیال کو جھٹلا دیا ـــــ اس وقت ہم نے خود ہی اپنے گرد ایک حصار کھینچ لیا تھا۔ اور اس سے باہر رہنے والی مخلوق کو ہم نے اپنے لئے ہوّا بنا لیا تھا۔ ہم نے اس دوری کو کم کرنے کی کبھی کوشش نہ کی تھی۔ ہم اپنے اپنے ڈربے میں دبکے رہنے ہی کو آئینِ زندگی سمجھ

بیٹھے تھے ـــ اور قدرت کا ہم پہ یہ احسان ہے، کہ اس نے ساری دوری ختم کر دی ہے۔ ہم میں اب اونچ نیچ کی ساری تفریق مٹ چکی ہے۔ ہم سب ایک ڈالی کے پنچھی ہیں ـــ ہمارا درد مشترک ہے ـــ ہماری روایات ایک ہیں۔ ہمارا رسول ایک ہے۔

اس وفد میں بیگم غیاث الدین، بیگم راحت الٰہی، اور ڈاکٹر رانا بھی تھیں۔ وہ سب خلوص کی پیکر تھیں۔

یہ وفد اپنے ساتھ تین سو پچاس مکمل بستر، ایک ٹرک کپڑے اور برتن، اور دیگر ضروریاتِ زندگی کا تحفہ لے کر آیا تھا۔ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے وہ خود ہی شاپنگ کر کے خاص اپنے گھر کے لئے یہ سب چیزیں لائی ہوں۔

بھیلو مہار سنٹر میں جنگی بے گھروں کی تعداد ۲۲۷ ہے۔ جو تین سو بہتر کنبوں پر مشتمل ہیں۔ یہ سب مختلف گاؤں سے یہاں پہنچے ہیں۔ لیکن ان کی کہانی درد ناک بھی ہے اور حوصلہ پرور بھی۔

ان افراد میں تاج دین بھی ہے، موضع ترکالی، تھانہ بھلورہ کا رہنے والا۔ جس کا بھتیجا محمد حسین بم لگنے سے شہید ہو گیا۔ لیکن جس نے موت کو قریب پا کر بھی شکست نہ کھائی۔ رات کے دس بجے اچانک حملہ ہؤا۔ ہر ایک سے یہی دریافت کیا جاتا کہ پاک فوج کہاں ہے۔ لیکن کوئی جواب نہ پا کر بھارتی درندے ظلم کے انتہا تک پہنچ جاتے تھے۔

ریاض احمد (موضع کندن پور) سے معلوم ہؤا کہ ان کے گاؤں پر آٹھ بجے کے بعد حملہ ہؤا تھا۔ پہلے پیدل فوج نے یلغار کی ـــ اور آگ اور خون کا بہیمانہ

کھیل کھیلا۔ گاؤں جل رہا تھا۔ اور نہتے لوگ بھاگ رہے تھے۔ ریاض احمد کا بھائی رشید احمد، طالب علم اسلامیہ کالج سیالکوٹ، شہید ہو گیا تھا۔

بشیر احمد (موضع ونیس تھانہ صدر) کے گاؤں پر رات کے دس بجے حملہ ہوا تھا۔ سب لوگ مورچوں میں چلے گئے۔ انہیں دشمن کی ٹڈی دل فوج کا علم نہ تھا۔ انہوں نے اسے سرحدی جھڑپ سمجھا تھا۔ اور یقین تھا کہ جلد ہی وہ حملہ آوروں کو پسپا کر دیں گے۔ محمد علی مورچہ ہی میں شہید ہو گیا۔ دشمن کی گولہ باری شدید ہو گئی سب گاؤں والے نرغے میں آ گئے۔ دو اسکول ماسٹر بھائی انفضل اور ارشد، ڈاکٹر سلطان علی۔ عمر دین۔ اللہ رکھا، محمد صدیق، نذیر احمد اور کئی دوسرے لوگ گرفتار کر لئے گئے۔

یہ کہانی اگرچہ بڑی رقت انگیز تھی، زخم تازہ تھے اور درد بے پایاں تھی۔ لیکن پھر بھی انہوں نے آہ وزاری کو اپنا مقدر نہ بنایا تھا۔ ماضی پر نوحہ خوانی کرنے کی بجائے وہ مستقبل کو تابندہ بنانے کی لگن کے امین بن گئے تھے۔ وہ دشمن سے اپنی زمینوں کو آزاد کر لینے کا عہد کر رہے تھے۔ اور اس کی اہم وجہ یہ بھی تھی، کہ گھر سے بے گھر ہونے کے باوجود وہ گھر والے تھے۔ انہیں کسی نے بھی غیر نہ سمجھا تھا۔ انہیں نیشنل ایڈ آرگنائزیشن اور اس جیسی دوسری ہمدرد تنظیموں پر فخر تھا۔ ان کا درد بٹ گیا تھا۔ ان کے چہرے آنے والے صبح کے تصور سے دمک رہے تھے۔ قافلہ نوبہار کی آمد نے انہیں زندہ رہنے کے نئے ولولے بخش دیئے تھے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ اس سنٹر میں نصف سے زیادہ لوگوں نے از خود مزید بستر اور کپڑے لینے سے انکار کر دیا۔ کیونکہ انہیں ان کے افراد کنبہ کی تعداد کے مطابق بستر مل چکے تھے۔
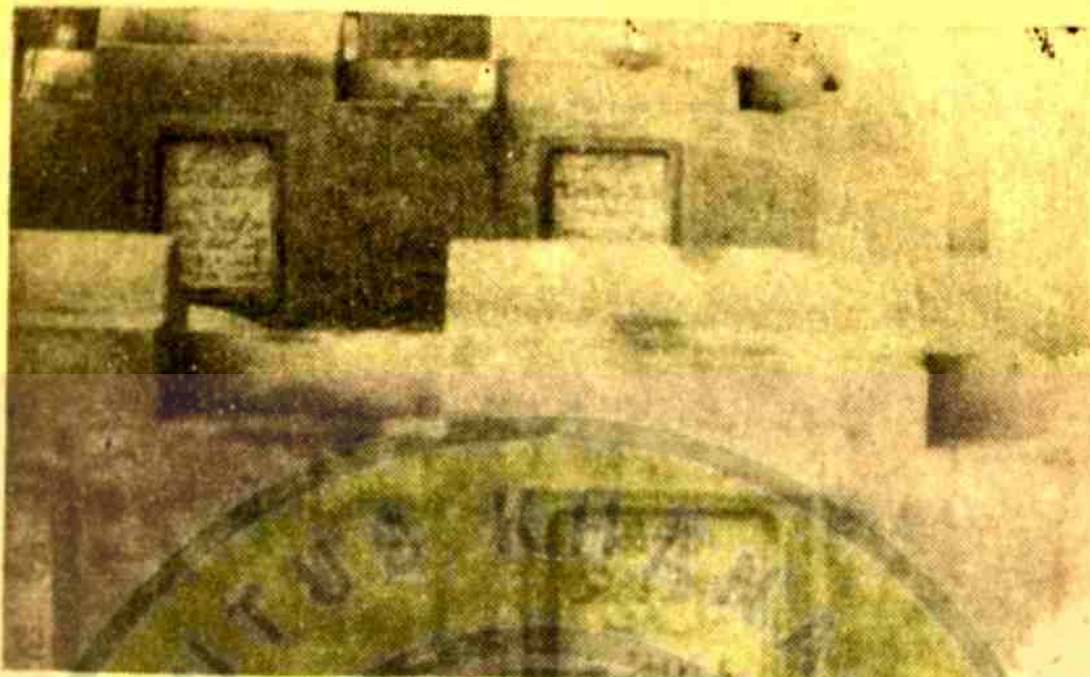
سیالکوٹ محاذ کے شہیدوں کی آخری آرام گاہ
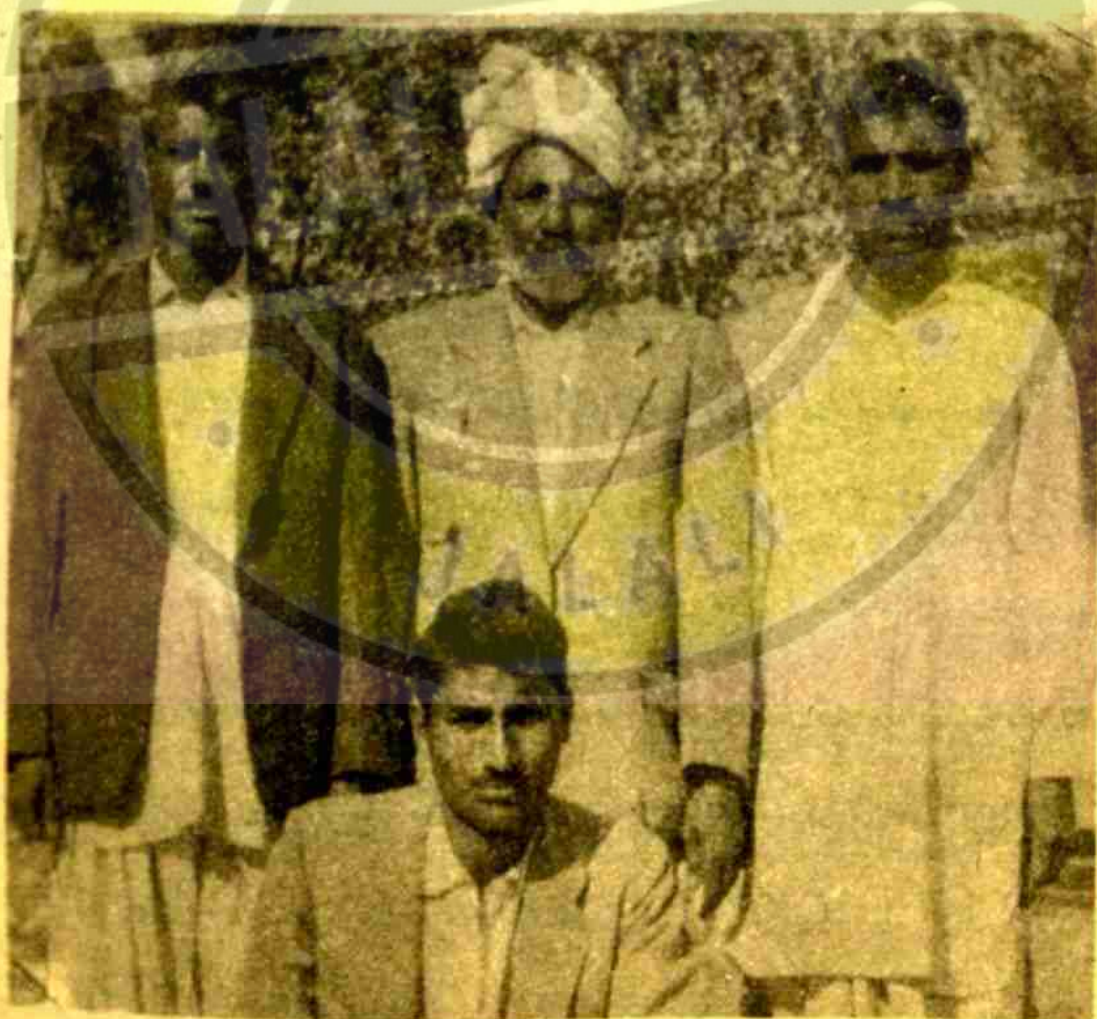
تاج الدین۔ جلال الدین۔ بشیر احمد۔ ریاض احمد جن کے گاؤں انکے سامنے جل گئے اور عزیز شہید ہو گئے

ہے فضاؤں میں نوید زندگانی کا سرور

ستمبر کی جنگ میں ضلع سیالکوٹ کا سب سے پہلا گاؤں جو بھارت کے اچانک حملہ کے وقت دشمن کی بربریت اور ظلم وستم کا نشانہ بنا وہ چاروہ تھا۔ لوگ دن بھر کے کام کاج کے بعد مزے کی نیند سوئے ہوتے تھے کہ دشمن نے شبخون مارا۔ توپوں کے دہانے نہتے مسلمانوں پر کھول دیئے گئے اور ٹینکوں نے آگ برسانا شروع کر دی وہ محلوں اور گھروں میں گھسنے کی کوشش کرنے لگے تو دیہاتی نوجوانوں نے بھی اپنی بندوقیں تان لیں۔ لیکن دشمن بھاری اسلحہ اور کثیر تعداد فوج سے حملہ آور ہوا تھا، اس لئے نوجوانوں کی دفاعی مساعی ناکام رہی۔ بہت سے جوانوں نے جام شہادت نوش کیا۔ کئی عورتوں کے سہاگ اجڑ گئے۔ اور کئی خاندان اپنے جواں سال بیٹوں سے محروم ہو گئے۔

آبادکاری کے مرحلہ پر اس گاؤں کو نئے سرے سے آباد کرنے کیلئے عوام کو اگرچہ مالی امداد دی گئی تھی لیکن بیوگان اور یتیم بچوں کے لئے وہ امداد زیادہ فائدہ مند ثابت نہیں ہو سکتی تھی۔ کیونکہ بیوہ عورتیں اور یتیم بچے عارضی طور پر تو اس سے مستفید ہو سکے تھے لیکن مستقل آمدنی کا کوئی ذریعہ نہیں تھا۔ لہٰذا چوہدری صدیق ڈپٹی کمشنر سیالکوٹ نے جو آبادکاری کے ہر مسئلے کو بڑی ذہانت سے حل کر رہے تھے، ایک نہایت ہی مفید

سکیم وضع کی۔ انہوں نے مصیبت زدگان کو غمِ روزگار سے نجات دلانے کے لئے، اور باعزت ذریعہ گذر اوقات پیدا کرنے کے لئے ایک ادارہ قائم کرنے کا فیصلہ کیا۔ اور ابھی یہ سکیم ذہنی مراحل طے کر رہی تھی کہ ان کا تبادلہ ہو گیا۔ چوہدری صدیق کی جگہ اب شاہجہان کریم ڈپٹی کمشنر کے عہدہ پر تعینات ہو کر آ گئے تھے۔ شاہجہان کریم نے آتے ہی نہایت ذوق و شوق سے تمام صورتِ حال کا جائزہ لیا اور نہایت کامیابی کے ساتھ آبادکاری کے کام کو آگے بڑھانا شروع کیا۔ ان کے ذہن میں بھی چارودہ میں کوئی ٹھوس کام کرنے کی لگن پیدا ہوئی۔ انہیں دنوں بیگم خلیق الزمان وزیر معاشرتی بہبود جنگی بے گھروں کی سرگرمیوں کی دیکھ بھال کے سلسلہ میں سیالکوٹ تشریف لائیں تو بیگم شمع کریم اہلیہ ڈپٹی کمشنر سیالکوٹ نے ان کو چارودہ میں شہیدوں کی بیوگان کی امداد کے لئے ایک ادارہ کے قیام کی تجویز بتائی جو انہوں نے بے حد پسند کی چنانچہ انہوں نے اپوا کے اشتراک سے چارودہ کواپریٹو سوسائٹی کی بنیاد رکھی اور ڈسٹرکٹ کونسل کے اراکین اور بنیادی جمہوریت کے نمائندوں اور دیگر حکام سے تبادلہ خیال کیا جنہوں نے ڈپٹی کمشنر شاہجہان کریم کی تجویز کا خیر مقدم کرتے ہوئے پوری طرح تعاون کا یقین دلایا۔ چنانچہ چارودہ کے عوام کو جب کواپریٹو فارمنگ کے فوائد سے آگاہ کیا گیا تو انہوں نے بھی اس منصوبے کو بے حد پسند کیا۔ اب سوسائٹی معرضِ وجود میں آ چکی ہے۔ اس وقت سوسائٹی کے پاس ۱۶۲۱ ایکڑ زرعی اراضی ہے جس میں کاشت کا کام شروع کر دیا گیا ہے۔ ڈسٹرکٹ کونسل نے اس سوسائٹی کو دیہی ترقیاتی پروگرام کے تحت ڈیڑھ لاکھ روپے دیئے ہیں۔ دیہاتی عوام نے سوسائٹی کے حصے خریدے ہیں جو غریب لوگ اور بیوہ عورتیں حصے

خریدنے کی استطاعت نہیں رکھتی تھیں، انہیں لائنز کلب سیالکوٹ نے حصے خرید دیئے ہیں۔ اس طرح چاردہ کے عوام کو ایک باعزت روزگار مہیا کرنے کے لئے ایک ایسی منصوبہ بندی کی گئی ہے جو مستقبل میں ان کی ترقی اور خوشحالی کی ضامن ہوگی۔

چاردہ کا علاقہ بارانی ہے جس میں ذرائع آب پاشی نہ ہونے سے فصل کی پیداوار کا انحصار سراسر بارشوں پر تھا۔ ڈپٹی کمشنر سیالکوٹ شاہجہان سید کریم نے اس بنیادی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے بہت اعلےٰ انتظام کیا ہے۔ انہوں نے فصلوں کو پانی مہیا کرنے کے لئے ریاست جموں سے آنے والے سیم نالہ پر بند مار کر روک لینے کی سکیم بنائی۔ اور ڈیزل انجن نالے پر نصب کر کے تقریباً ایک سو ایکڑ زرعی اراضی کو سیراب کیا ہے۔

بیگم زاہدہ خلیق الزماں مسٹر ایس۔ ایم۔ وسیم سیکرٹری بنیادی جمہوریت وسماجی بہبود کے ہمراہ سیالکوٹ کے دورہ پر

ٹیوب ویل نصب کرنے کا تجربہ اگرچہ ابتدائی طور پر ناکام رہا، لیکن کئی ماہ کی لگاتار اور مسلسل محنت اور کوشش سے پانی نکال لینے میں انجنیئر کامیاب ہو گئے۔ اس علاقہ میں ۱۲ ٹیوب ویل نصب کئے جا رہے ہیں۔ اور اب یہ علاقہ بہت ہی سرسبز و شاداب ہو جائے گا۔

بیوگان کا امدادی مرکز

چاروہ میں بیوگان کی امداد اور انہیں روزگار مہیا کرنے کے لئے ایک امدادی مرکز بھی قائم کیا گیا ہے۔ اس کا انتظام محکمہ سوشل ویلفیئر اور اپوا کے ذمہ ہے۔ اس مرکز میں ایک سو عورتوں کو مختلف دستکاریوں کی تربیت دی جائے گی۔ بیگم شمع کریم صدر اپوا سیالکوٹ اس مرکز کو اعلےٰ بنیادوں پر چلانے کے لئے ہر ممکن کوشش کر رہی ہیں۔ زیر تربیت خواتین کی بنائی ہوئی چیزوں کی فروخت کے انتظامات بھی کر دیئے گئے ہیں۔ اسطرح جہاں وہ ہنرمند بنیں گی وہاں ان کی ماہوار آمدنی کا معقول ذریعہ بھی بن جائیگا۔ اراکین اپوا بیگم گلناز جلیل مس زبیدہ یوسف، بیگم خواجہ صفدر اور مس ممتاز ملک بھی گاہے گاہے اس مرکز کی دیکھ بھال کے لئے وہاں جاتی رہتی ہیں۔

سیالکوٹ کے عوام اگرچہ ایک بہت بڑی جنگ کے مرحلے سے گزر رہے ہیں لیکن اس جنگ نے ہر فرد کے عزم، حوصلہ اور ارادے کو مضبوط بنا دیا ہے۔ اب ہر ایک اپنے فرض کو پہچان رہا ہے۔ ہر شعبہ زندگی کو نئے خطوط پر چلانے اور خوشحالی کا دور لانے کے لئے سعی جاری ہے۔

یہ فضلِ خدا ہے نہیں اعجاز ہمارا

جب گلشن پر بہار چھائی ہو، خوش رنگ پھول مہک رہے ہوں، خوش الحان پنچھی نغمے الاپنے میں محو ہوں، اور ٹھنڈی نرم کرنوں کا کیف آور رقص جاری ہو، تو وجدان کی لہریں مچلنے لگتی ہیں ـــ اور روح سرشار ہو کر جھومنے لگتی ہے لیکن جب دل کے ویرانے آباد ہو جائیں، جب شعور کی کیاریوں میں معطر پھول کھل اٹھیں ـــ تو کائنات وجد میں آجاتی ہے۔ اور یہی حال اس وقت ہمارا ہے۔ سترہ روزہ جنگ کے نقوش فضا کی لامحدود وسعتوں کو منور کر رہے ہیں۔ گوشہ گوشہ انگڑائیاں لے رہا ہے۔ یہ بہار دائمی ہے۔ اس کا ہر نقش انمٹ ہے، یہ تاثر آنے والی نسلوں میں پھیلتا رہے گا۔ اور اسے زندہ جاوید بنانے میں سیالکوٹ شادی کمیٹی کا کردار جاندار اور حوصلہ افزا ہے۔

عید کی آمد آمد تھی۔ ولولوں میں نیا رنگ بیدار ہوتا جا رہا تھا۔ ارمانوں کی گھٹن دور ہو رہی تھی۔ اس موقع پر ان جنگی بے گھروں کو خوشیوں سے ہمکنار کرنے کی خاطر جنگی بے گھروں کی آبادکاری کے لئے شادی کمیٹی کی درخواست پر نیشنل ایڈ آرگنائزیشن لاہور کی صدر بیگم الماس ہارون خلوص کے تحفے لے کر سیالکوٹ کی سرزمین پر تشریف لائی تھیں۔ ان کے ہمراہ بیگم طارق اسماعیل

اور بیگم غیاث الدین بھی تھیں۔ انہوں نے ڈسکہ سمبڑیال، اگوکی کے ریلیف سنٹروں کا
معائنہ کیا۔ وہ سب اپنے ساتھ ہزاروں پیکیٹ تحفے لائیں تھیں۔ یہ گہرے خلوص اور
ہمہ گیر شفقت کے تحفے تھے۔ ایک دل کی ہمدردانہ دھڑکن دوسرے دل کی رحم
طلب دھڑکن سے ہم آہنگ ہو گئی تھی۔ انسان نے انسانیت کے احترام کا حق ادا
کر دیا۔ مسلمان نے شاندار ماضی کی زندہ روایات کو احسن طریقے سے دُہرایا
تھا۔ راہیں منور ہو گئیں۔ اور منزلوں کے مینار دھندلکوں سے اُبھر آئے۔ اِس
جنگ نے ساری دوریاں ختم کر دی ہیں۔ سارے نفرتے مٹا دیئے ہیں۔ اونچ
نیچ کی ساری دیواریں مسمار کر دی ہیں۔ یہ اُجالا پھیلتا ہی رہے گا۔ یہ نقوش
چمکتے ہی رہیں گے۔

امدادی فنڈ میں جب اہلِ پاکستان نے دل کھول کر حصہ لیا اور قیمتی سے قیمتی
چیزوں کو فنڈ میں دینے سے گریز نہ کیا۔ اور اپنے جنگی بے گھروں کو ضروریات کی
چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی چیز دستیاب کرنے کی خاطر کسی قربانی سے
دریغ نہ کیا۔ تو چوہدری محمد صدیق ڈپٹی کمشنر سیالکوٹ نے ایک نیا پروگرام مرتب
کیا۔ انہوں نے محسوس کیا کہ سامان اتنا وافر اور نئی حالت میں ہے کہ اگر اسے
ایک اور نیک مقصد میں صرف کیا جائے تو کئی زندگیاں مستقبل کی الجھنوں سے
محفوظ رہ جائیں گی۔ اور وہ نیک مقصد یہ تھا کہ وہ والدین جن کی بیٹیاں جوان
تھیں اور بیاہ کی بات چیت بھی شروع تھی۔ کہ ہم پر جنگ مسلط کر دی گئی۔
اگر ان کا پتہ چلا کر انہیں اس فرض سے سبکدوش کر دیا جائے، تو یہ بہت بڑی
نیکی ہو گی۔ اور والدین اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ بھی ہو جائیں گے۔ اس
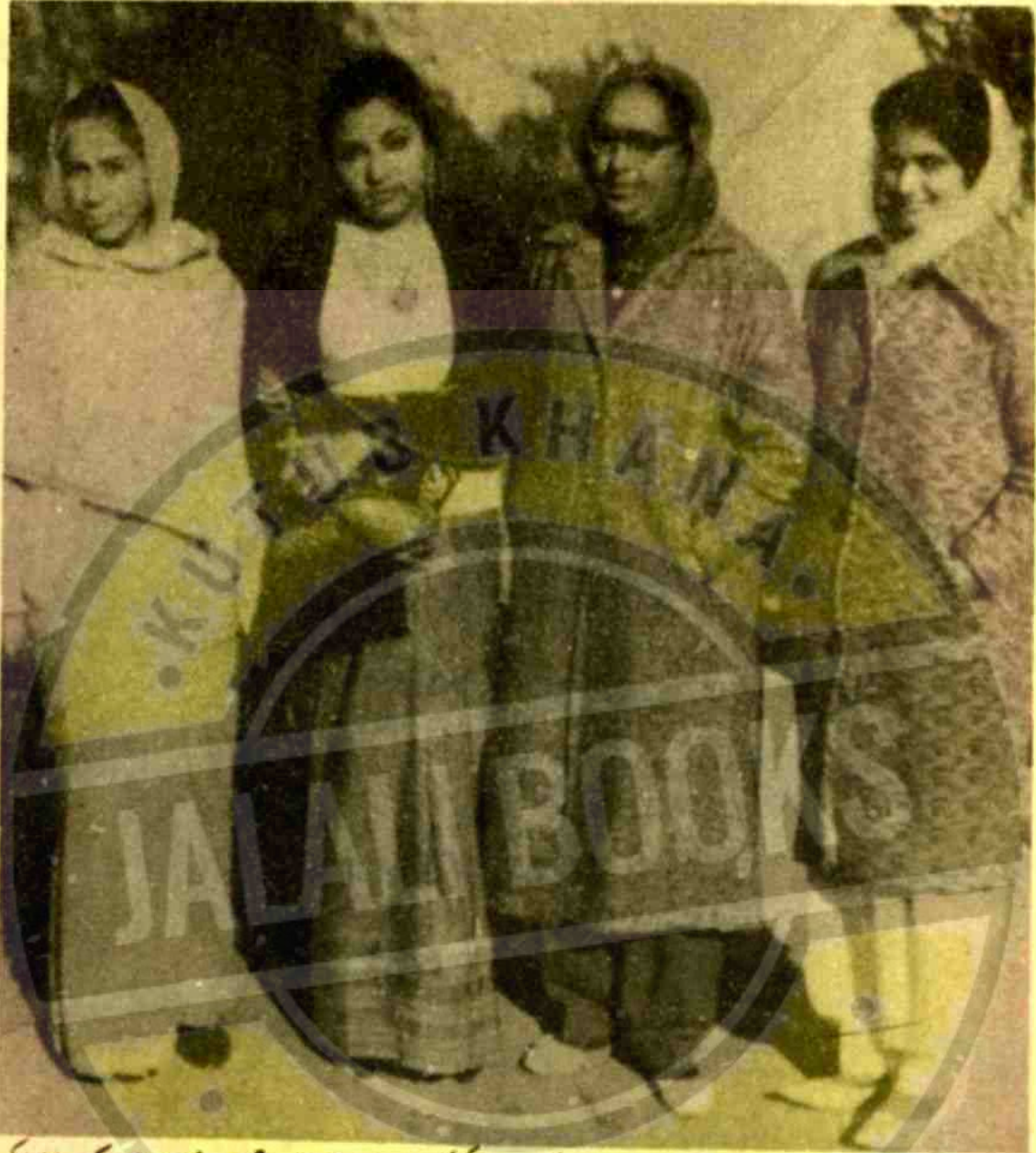
شادی کمیٹی اراکین. مس فخر منیر مس ممتاز ملک ۔ بیگم گلناز جلیل مس بیڈ یوسف جہیز کے سامان کیساتھ

جنگی بے گھروں کی شادی میں کھانے کی تقسیم

نیک مقصد کے لئے ایک کمیٹی تشکیل دی جس کا نام شادی کمیٹی رکھا گیا۔ اس کمیٹی کی صدر بیگم گلنار جلیل، نائب صدر مس ممتاز ملک، سیکرٹری مس زبیدہ یوسف اور اسسٹنٹ سیکرٹری مس عنصر منیر منتخب ہوئیں۔ یہ انتخاب ہر لحاظ سے مناسب وموزوں اور اہلیت کا پہلو لئے ہوئے تھا۔ سب عہدیداران انسانیت کا درد رکھنے والی ہمدرد، مشفق، باحوصلہ اور باوقار شخصیت کی حامل ہونے کی وجہ سے اس شادی کمیٹی کے لئے بہت سودمند ثابت ہوئیں۔ چوہدری جلیل سٹی مجسٹریٹ اسٹور کے انچارج تھے۔ فرائض منصبی کی ادائیگی کے بعد سارا وقت وہاں اسٹور میں گزارتے تھے۔ بیگم گلنار جلیل تو دنیا جہاں کو بھول گئیں۔ انہیں تو جیسے جنگی بے گھروں کی خدمت کا جنون ہو گیا تھا صبح و شام اس کام میں مصروف دکھائی دیتیں۔ ایک قلیل مدت میں انہوں نے انتھک جدوجہد سے دو شادیوں کا اہتمام کیا۔ اور تقریبات بخیروخوبی سرانجام پائیں۔ ساری تقریبات میں شادی کی ہر رسم ادا کی گئی۔ ہر موقعہ پر روایات کا حسین عکس تھا، خوش ذوقی اور خوش اخلاقی کا دلپذیر مظاہرہ تھا۔

جب بیگم الماس شادی کمیٹی کے سنٹر واقعہ پرس روڈ سیالکوٹ میں تشریف لائیں، تو اس دن چھ شادیوں کی تقریبات سرانجام پائی تھیں۔ دلہنوں کو روایتی طور پر بناؤ سنگار کی ساری آسائشیں میسر تھیں۔ خوشیوں کے سہرے باندھے دولہے ماضی کے سارے زخم بھول چکے تھے۔ یوں معلوم ہوتا تھا، جیسے کوئی دلہن غیر نہ تھی، کوئی دولہا اجنبی نہ تھا۔ وہ ہماری ہی بہنیں اور ہمارے ہی بھائی تھے۔ جیسے یہ تقریبات ہمارے اپنے ہی گھروں میں ہو رہی تھیں۔ چہروں پر وہی خوشی، وہی مسرت تھی جو اپنے گھروں میں خوشی کے کاموں کے دن ہوتی ہے۔ کوئی غیریت نہ تھیں، کوئی بناوٹ نہ تھی۔

بیگم ہارڈن صاحبہ ان تقریبات سے بے حد متاثر ہوئیں۔ انہوں نے شادی کمیٹی کی تمام اراکین کی تعریف کی، دولہا اور دلہنوں کو اپنے عزیز ترین رشتہ داروں سے بھی بڑھ کر پیار کے تحفے دیئے۔ ہر دولہا اور دلہن کو پانچ پانچ روپے سلامی کے طور پر دیئے۔

شادی کمیٹی کا ایک اور روشن پہلو یہ ہے کہ انفرادی طور پر بھی انسپکٹریس آف اسکولز اور اے ڈی۔ آئی خواتین نے مل کر چار شادیوں کا ہمدردی کے حقیقی جذبات سے اہتمام کیا۔ ان کے جہیز اور کھانے پینے کے تمام اخراجات بھی انہوں نے مشترکہ طور پر خود ادا کئے۔ اور جہیز کی تمام سلائی اور تیاری بڑی چاہت سے کی۔ یہاں بھی شادی کی ہر رسم ادا کی گئی۔ اور رخصتی کا منظر تو انتہائی قابلِ دید تھا — علاوہ ازیں شادی کمیٹی صرف مسلمان جنگی بے گھروں کی لڑکیوں کا انتظام نہیں کرتی تھی، بلکہ غیر مسلموں کو بھی وہی حقوق حاصل ہیں۔ اب تک دو عیسائی والدین کی درخواستیں موصول ہوئی تھیں۔ جن کی شادیوں کا ویسے ہی اہتمام کیا گیا تھا۔ شادی کی رسومات باقاعدہ چرچ میں پادری نے ادا کیں۔ اور اسی تعداد میں جہیز اور ضرورت کا دوسرا سامان لڑکیوں کو دیا گیا۔

آریہ قوم کی ایک ہندو لڑکی کی شادی کی تقریب نے تو شہریوں کو بے حد محظوظ کیا۔ تحصیل پسرور کے موضع بکھڑے والی کے ڈھونڈا رام کی لڑکی شکیلا دیوی کی رسومات موضع رتیاں ستیداں میں ان کے اپنے گھر میں ادا ہوئیں۔ جہاں انہوں نے جنگ کے بعد قیام کیا۔ رات کے تین بجے بھجن فضا میں سرور انگیز احساسات پیدا کر رہے تھے۔ شادی کمیٹی کی اراکین دولہا دلہن کے لاواں پھیرن

جنگی بے گھروں کی شادیوں کے دو مناظر
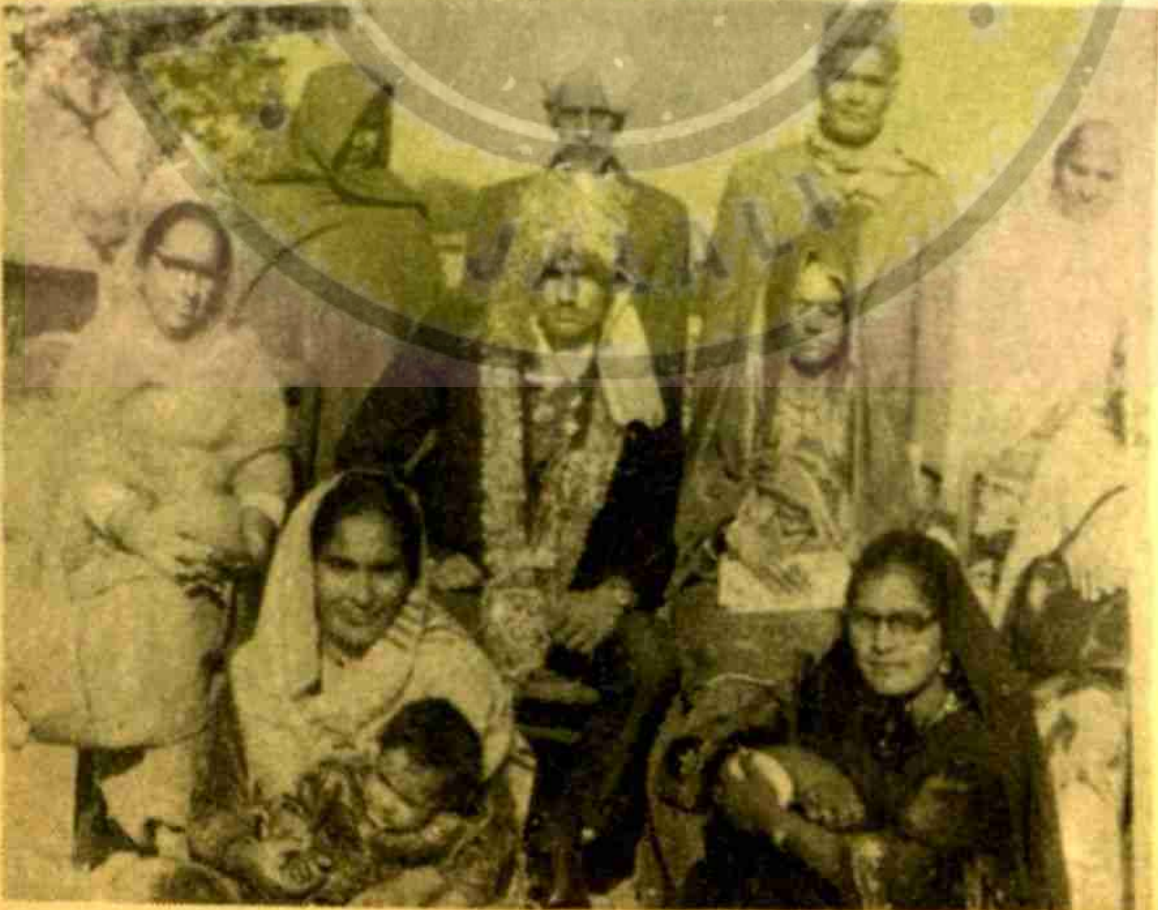
صدر ایوب میجر مسعود اختر شہید کی والدہ کو ستارۂ جرأت دے رہے ہیں۔
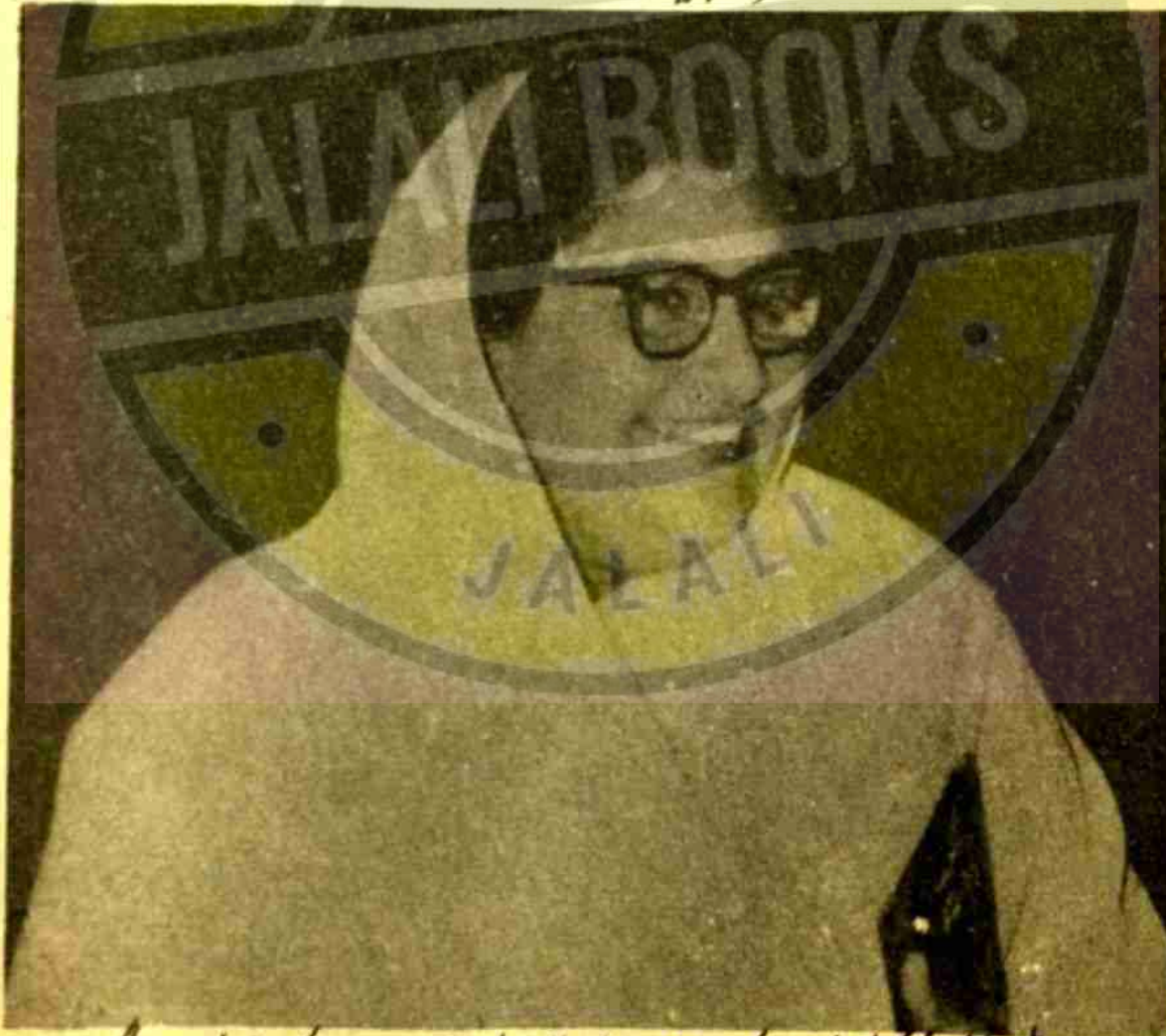
مس رحمان ڈویژنل انسپکٹرس آف سکولز جنہوں نے ملتان ڈویژن سے سیالکوٹ کے جنگی
بے گھروں کے لئے نہایت قیمتی سامان اور دفاعی فنڈ فراہم کیا۔

کے اہتمام کے لئے گھی کے چراغ روشن کر رہی تھیں۔ اور لوبان جلا رہی تھیں ۔۔ اور گاؤں کا یہ چھوٹا سا گھر ایک ہی لمحے میں خوشبوؤں کا مسکن بن گیا۔ شرماتی دلہن اور دولہا کو منڈپ میں بندھن باندھنے کے لئے لے جایا گیا۔ شادی کمیٹی کی ایک خاتون نے بڑھ کر لڑکی کی اوڑھنی کے پلو کو لڑکے کے گلے میں ڈالی ہوئی چادر سے گرہ باندھ دی اور وہ ہمیشہ کے لئے بندھن میں بندھ گئے۔ بندھن کی یہ رسم میں زندگی میں پہلی بار دیکھ رہا تھا۔ پھر پنڈت دونی چند کی موجودگی میں دولہا دولہن کے لاواں پھیرے ہوئے۔ تو یہ رسم بھی میرے لئے ایک تجربہ سے کم نہ تھی۔ اب ایک طرف کنیا دان کا ڈھیر لگنے لگا تھا۔ جس میں پانچ خوبصورت جھلملاتے سوٹ، دو گرم چادریں، سویٹر، اور دولہا کا سوٹ، ساس اور سسر کا جوڑا، بچپن برتن اور کئی دوسری چیزیں شامل تھیں۔ اس صورتِ حال کو دیکھ کر میں سوچ رہا تھا، کہ مسلمان قوم کتنی عظیم ہے۔ ایک طرف تو غیر مسلم اس قوم کا نام مٹا دینے کے ناپاک ارادے سے اپنے پورے لاؤ لشکر کے ساتھ سرحدوں پر صف آرا ہو گئے ۔۔ اور دوسری طرف اسلام کے نام لیواؤں کی انسانی ہمدردی اور غیر مسلموں سے سلوک کی اس روایت سے کائنات کا ذرہ ذرہ وجد میں آگیا۔ اور میرے دل سے آواز نکلی ۔۔ یہی تو اسلام کی تعلیم ہے۔ اور یہی انسانیت کی معراج ہے۔
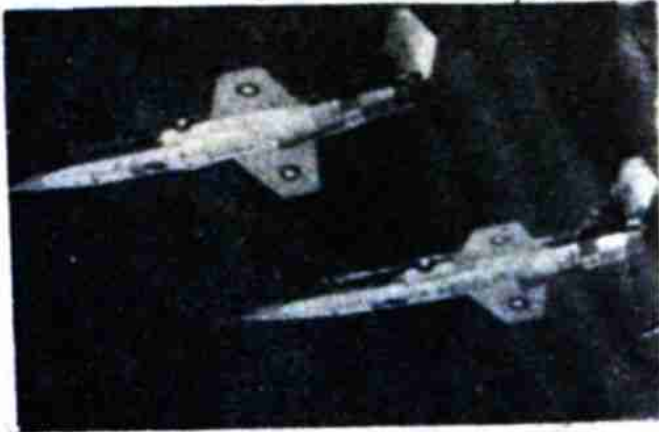
چوہدری محمد صدیق ڈپٹی کمشنر سیالکوٹ جنہیں سیالکوٹ میں ولولہ انگیز اور اعلیٰ جنگی خدمات کے صلہ میں تمغہ قائداعظم دیا گیا۔ بیگم محمود ہارون کے ہمراہ جنگی بے گھروں کی شادی کی ایک تقریب میں شمولیت کے لئے روانہ ہو رہے ہیں۔ بیگم محمود ہارون نے سیالکوٹ کے متاثرہ افراد کی ہمدردی کے دلی جذبات کے ساتھ مسلسل اور بے لوث خدمت کی اور انہیں ضرورت کا بہت سامان فراہم کیا۔
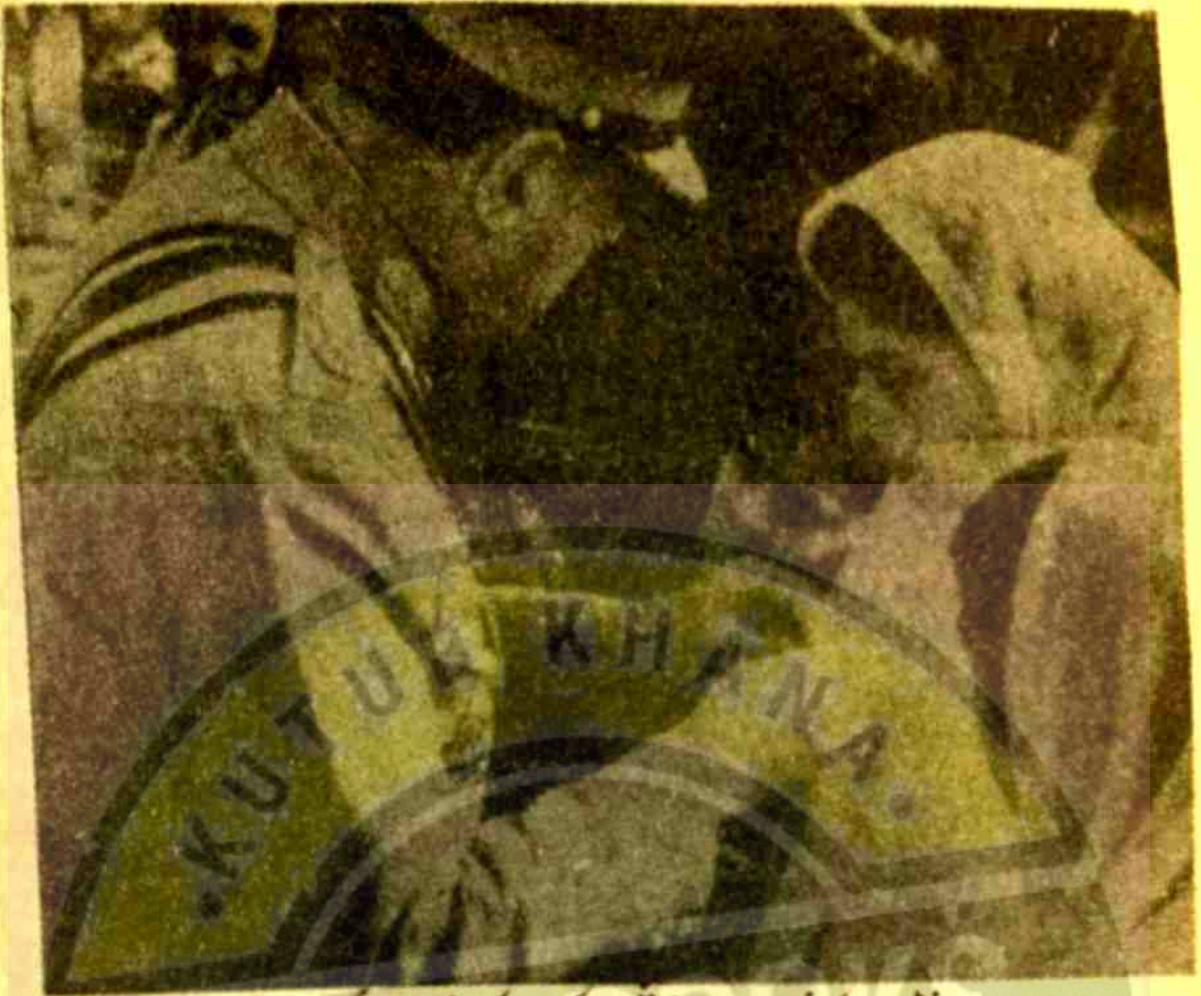
صدر ایوب لفٹننٹ کرنل عبدالرحمن شہید کی بیوہ کو ستارۂ جرأت دے رہے ہیں

مس سرفراز بخاری ہیڈ مسٹرس گورنمنٹ ہائی سکول سمبڑیال جو ترقی پا کر ڈسٹرکٹ انسپکٹریس آف سکولز کے عہدہ پر گوجرانوالہ تعینات ہیں نے سمبڑیال اور سیالکوٹ میں مجاہدین اور متاثرہ جنگی افراد کیلئے امدادی کام کے سب پروگراموں میں ہمیشہ بڑھ چڑھ کر حصّہ لیا۔

سید حسنات احمد
ڈپٹی کمشنر ۔ گوجرانوالہ
جنہوں نے جنگ کے ایام میں
سیالکوٹ کے جنگی بے گھروں کے
قیام وطعام کا بہترین انتظام کیا
اور ان کیلئے ضروریات کی اشیار
مہیا کیں اور لاکھوں روپے
دفاعی فنڈ میں جمع کئے ۔

مسٹر غلام مرتضےٰ پراچہ
ایڈیشنل ڈپٹی کمشنر ملتان
جنہوں نے سیالکوٹ کے جنگی
بے گھروں کیلئے بہت سی ضروریات
کی اشیار جمع کر کے سیالکوٹ بھجوائیں اور
دفاعی فنڈ جمع کرنے کے لئے
شب وروز کام کیا ۔

کرینگے اہلِ نظر تازہ بستیاں آباد

قوموں کے عروج وزوال کی داستانوں میں جس بات کو خاص اہمیت دی جاتی ہے وہ افرادِ قوم کا کردار ہے۔ مٹنے والی قوموں کے کردار اور ابھرنے والی قوموں کے کردار میں نمایاں فرق ہوتا ہے۔ تنگ دستی اور نامساعد حالات کے باوجود بعض قوموں نے انتھک محنت اور جانفشانی کے ایسے نقوش تاریخ کے سینے میں ثبت کئے ہیں جو ابد تک درخشاں رہیں گے۔ ہم تاریخی داستانیں پڑھا کرتے تھے اور اپنے اسلاف کے شاندار کارناموں پر حیرت کا اظہار کئے بغیر نہ رہتے تھے۔ اور جب ہمیں بھی ایک آزمائشی دور میں سے گزرنا پڑا، ہم نے بھی آگ اور خون کے سمندر کو عبور کیا، تو ماضی کی داستانوں کے نقوش ہمارے مستقبل کا ورثہ بن گئے۔ اقوامِ عالم نے ہماری اولوالعزمی کا لوہا مان لیا۔ اور تاریخ نے ہماری شجاعت کے کارناموں کو ہمیشہ کے لئے اپنے سینے میں محفوظ کر لیا۔ جنگ کے بعد جو مسائل درپیش ہوتے ہیں وہ بڑے صبر آزما اور ہمت شکن ہوتے ہیں۔ اور یہی وہ وقت ہوتا ہے جب کسی قوم کے کردار کی پرکھ کا امتحان درپیش ہوتا ہے۔ جو اس میں کامیاب ہوا، کامرانی اور سرخروئی اس کے قدم چومتی ہے۔ الحمد للہ کہ ہم اپنے اس آزمائشی دور میں بھی اپنے کردار

کو داغدار نہیں بنا سکے۔ پہلے بھی قدرتِ کاملہ نے دستگیری فرمائی اور اس نئے دور میں بھی اسی ذاتِ اقدس نے ہمارے حوصلوں میں تازگی اور ہمارے عزائم میں پختگی پیدا کی۔ قدرت نے جو وسائل مہیا کئے، ان میں سیالکوٹ کے ڈپٹی کمشنر چوہدری محمد صدیق کا کردار بھی بہت نمایاں ہے۔ چوہدری جلیل سٹی مجسٹریٹ اور تقی الدین پال اے۔ ڈی۔ ایم بھی قدم قدم پر ان کے ساتھ تھے۔ وہ پہلے سے بھی زیادہ مستعدی اور جانفشانی سے

جنگی بے گھروں کی آبادکاری

میدانِ عمل میں آئے۔ اور صوبائی وزراء جناب حبیب اللہ خان صاحب وزیر مال اور جناب ملک خدا بخش صاحب بچہ وزیر تعلیم بھی ان سب کے کردار کی بلندی سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہے۔ وزراء کا دورہ اس لحاظ سے بہت کامیاب رہا کہ ان کے سامنے پوری تفصیل سے تباہ شدہ علاقہ کے مسائل پیش کئے گئے۔ چوہدری محمد صدیق نے پاک بھارت جنگ سے متاثرہ علاقے کے لوگوں کو دوبارہ آبادکاری کے مسائل پر روشنی ڈالی، جو خاص توجہ کے مستحق تھے۔ انہوں نے اس علاقہ کے لئے منظور شدہ ۹ کروڑ روپے کی رقم کو جنگی بے گھر افراد میں تقسیم کرنے کی تفصیلات سے آگاہ کیا کہ کسان کو زمین قابلِ کاشت بنانے کے لئے -/۲۰ روپے فی ایکڑ، بیج وغیرہ کی فراہمی کیلئے -/۵۰ روپے اور ایک سو روپے فی کنبہ کاشتکاری کے اوزار خریدنے کے لئے دیتے جائیں گے۔ انہوں نے مزید فرمایا۔ کہ ہر اس کنبہ کو جس کا روزی کمانے والا شہید ہو گیا ہو -/۵۰، روپے اور گھر کے دوسرے شہداء کے لئے۔ -/۲۰۰ روپے فی کس ادا کئے جائینگے۔ چوہدری محمد صدیق کے دردمند دل کا یہ کمال ہے کہ انہوں نے ساری تجاویز

جنگی بے گھر واپس اپنے گھروں میں پہنچ رہے ہیں اور مکان تعمیر کر رہے ہیں۔

تقی الدین پال اے ڈی سی اور خان عبداللہ خاں سپرنٹنڈنٹ پولیس
سید فرید اللہ شاہ کمشنر لاہور ڈویژن کے ساتھ

تقی الدین پال اے ڈی سی جنگی بے گھروں کو بحالیات کے معاوضہ کا
طریق بتا رہے ہیں۔

کا اردو ترجمہ متاثرہ علاقوں کے علاوہ بے گھروں کے کیمپوں، ہسپتالوں اور یونین کونسلوں میں چسپاں کرادی ہیں۔ ہر کا دس میں جہاں کہیں کوئی کمرہ محفوظ رہ گیا ہے وہاں کمیونٹی ہاؤس کھول دیا ہے۔ سارے علاقے میں خوراک کے لئے ۱۰۰ ڈپو کھول دیئے ہیں۔ مطلوبہ زرعی آلات کا آرڈر دے دیا ہے۔ انہوں نے یہ بھی بتایا۔ کہ سیالکوٹ ضلع کے ۳۶۳ دیہات دشمن کی سنگدلی کا شکار ہوئے ہیں جن کی آبادی پونے دو لاکھ اور رقبہ گیارہ ہزار ایکڑ ہے۔ چند ایک علاقوں کے علاوہ باقی سب جگہ جانے کی اجازت دے دی گئی ہے۔ ان بے گھر لوگوں کے لئے ٹرانسپورٹ کا مفت انتظام کیا گیا ہے۔

وزراء کا قافلہ ظفروال روڈ پر چل پڑا۔ یہ سڑک سیالکوٹ سے شروع ہو کر رسول پور، باجرہ گڑھی اور معراج کے ہوتی ہوئی ظفروال تک جاتی ہے یہ پکی سڑک مشہور قصبات کے کاروبار کے فروغ کا ایک اہم ذریعہ تھی۔ سارا دن تانگوں اور کاروں کی آمد و رفت جاری رہتی تھی۔ لیکن جنگ شروع ہوئی تو یہ سڑک مجاہدوں کے نعروں کی ہمنوا بن گئی۔ اس سڑک نے لٹے پٹے قافلوں کو شہر تک پہنچانے میں مدد دی اور مجاہدوں کی بھاری گاڑیوں کو دشمن کی سرکوبی میں آگے بڑھنے کے لئے اپنا سینہ کشادہ کر لیا۔ یہ سترہ روزہ جنگ میں پاک سرزمین کے جانفروشوں کی شجاعت کی مکمل تاریخ ہے۔ اور دشمن کی بزدلی اور سنگدلی کو دیکھ کر اس نے قہقہے بھی لگائے ہیں۔ ہمارا قافلہ اسی سڑک پر رواں تھا۔ رسول پور کے مشہور گاؤں کے آثار نظر پڑے تو کالے سامراج کی اندرونی خباثت ننگی ہو گئی۔ بھرے پڑے گاؤں کا سارا حسن لٹ چکا تھا۔ پکے مکانوں کی اینٹیں تک سرحد سے پرلی

طرف پہنچا دی گئی تھیں۔ درختوں کے سائے بھی لوٹ لئے گئے تھے۔ دشمن نے سمجھا تھا کہ اس کی لوٹ کھسوٹ سے پاکستانی عوام کے حوصلے پست ہو جائیں گے۔ ان کی زندگی کی لگن ختم ہو جائے گی۔ لیکن یہ اس کا خیال باطل تھا۔ جس قوم نے موت کو للکار کر پچھاڑا ہو۔ وہ قوم دشمن کی استعماریت سے کب مرعوب ہو سکتی ہے۔ میں نے اردگرد نگاہ دوڑائی۔ پاک دیس کے جیالے کسان اپنے اپنے گھروں کے نشانات تلاش کر رہے تھے۔ اپنی اپنی آرزوؤں کے نئے بیج بو رہے تھے۔ اپنی اپنی جراتوں کے نئے گیت تخلیق کر رہے تھے۔ وہ بے گھر ہونے کے باوجود خود کو بے گھر نہ سمجھ رہے تھے۔ وہ پھر اپنی زمین پر سانس لے رہے تھے۔ اپنے گھروں کے نئے نقشے بنا رہے تھے۔ اور دشمن کی کمر توڑنے کے عزائم کی پرورش کر رہے تھے۔ رسول پور سے گزر کر ہمارا قافلہ باجڑہ گڑھی پہنچ گیا۔ یہ گاؤں سیاسی طور پر بہت بیدار تھا۔ کاروبار کا اہم مرکز تھا۔ اس کے بازار کی دکانیں شہر کی دکانوں کا مقابلہ کرتی تھیں۔ اس کی جامع مسجد کی شان نرالی تھی۔ اس کے اسکول کی گہما گہمی مثالی تھی۔ لیکن اب اس گاؤں کی کوئی چیز اپنی اصل شکل میں نہ رہی تھی۔ ہر چیز کا حلیہ بُری طرح بگڑ چکا تھا۔ ہر طرف ملبے کے ڈھیر تھے۔ ساری گہما گہمی ختم ہو چکی تھی۔ نہ جامع مسجد تھی نہ اسکول تھا اور نہ دکانیں تھیں۔ پھر بھی یہاں پر آتے ہوئے بے گھروں کو دیکھ کر معلوم ہوتا تھا کہ جیسے دشمن کی بدکرداری کا اس گاؤں کے مکینوں پر کوئی اثر نہیں پڑا ہے۔ وہ نئی ذمہ داریوں سے بخوبی آگاہ تھے۔ زندگی کو سنوارنے کا ولولہ جوان تھا۔ ان بے گھروں سے مل کر میرا سر فخر سے اونچا ہو گیا کہ نہتے ہونے کے باوجود دشمن کی ٹڈی دل فوج کا جس پامردی سے انہوں نے مقابلہ کیا تھا، اس لحاظ سے تو نئی زندگی کا آغاز ان کے
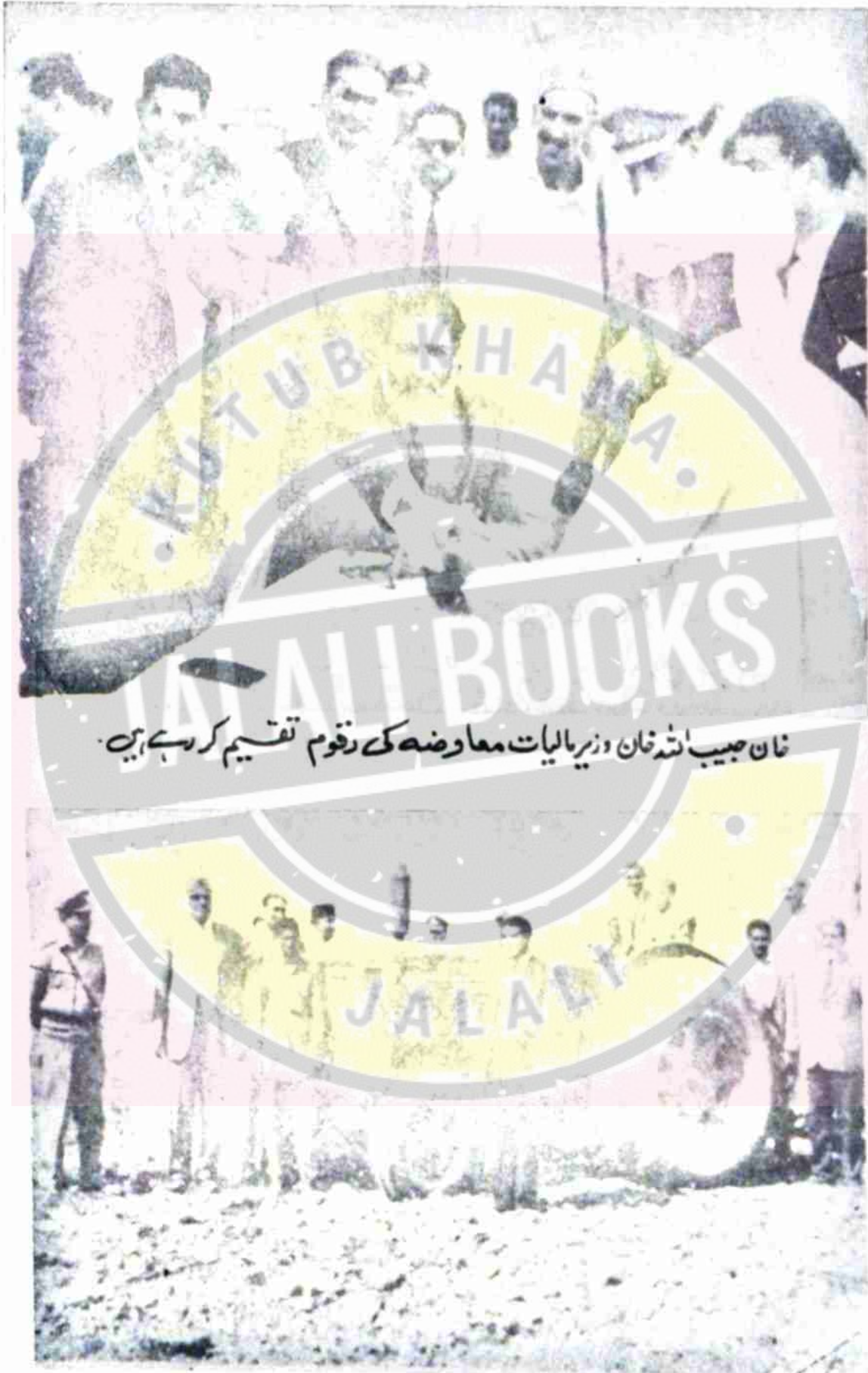
خان حبیب اللہ خان وزیر مالیات معاوضہ کی رقوم تقسیم کر رہے ہیں۔

خان حبیب اللہ خاں دشمن کے قبضہ سے حاصل کی ہوئی زمین پر کاشتکاری کے آغاز کیلئے ٹریکٹر خود چلا رہے ہیں۔
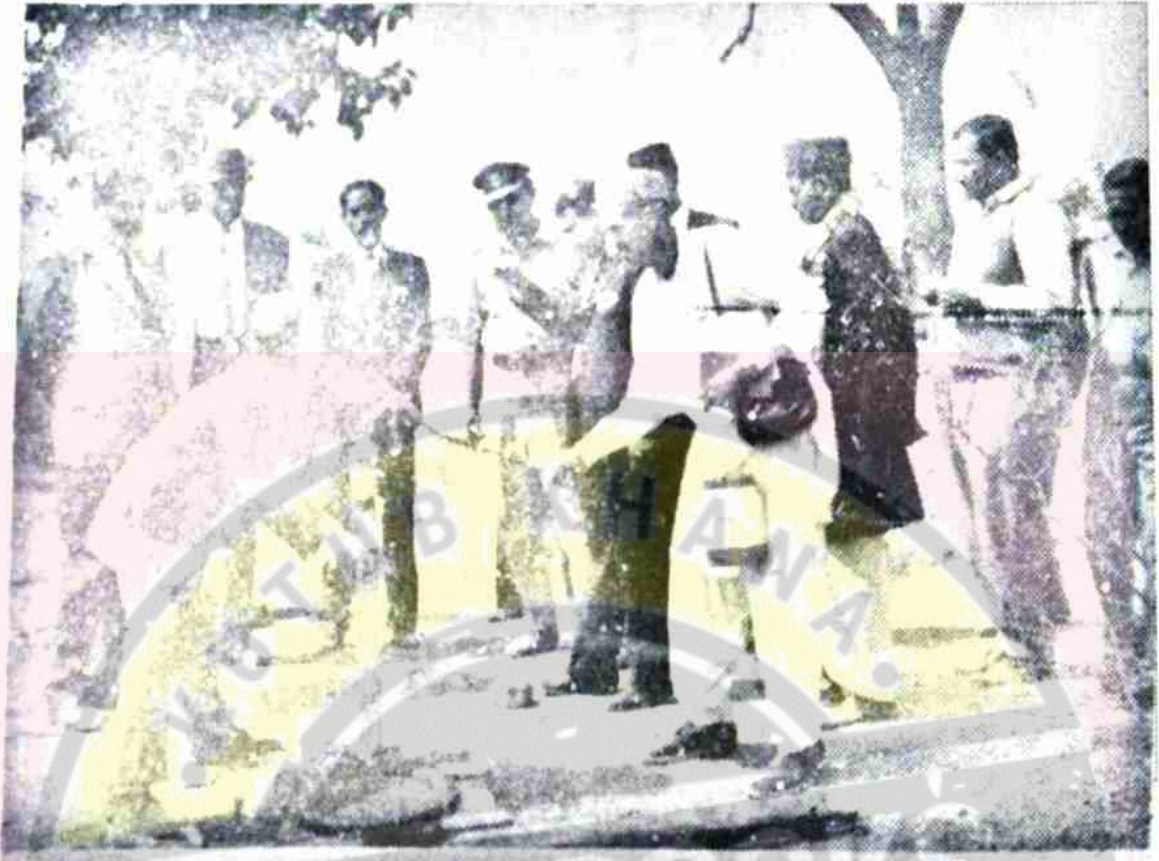
خان حبیب اللہ خان دشمن سے واپس لئے ہوئے علاقہ میں ہینڈ پمپ کا پانی ملاحظہ کر رہے ہیں۔
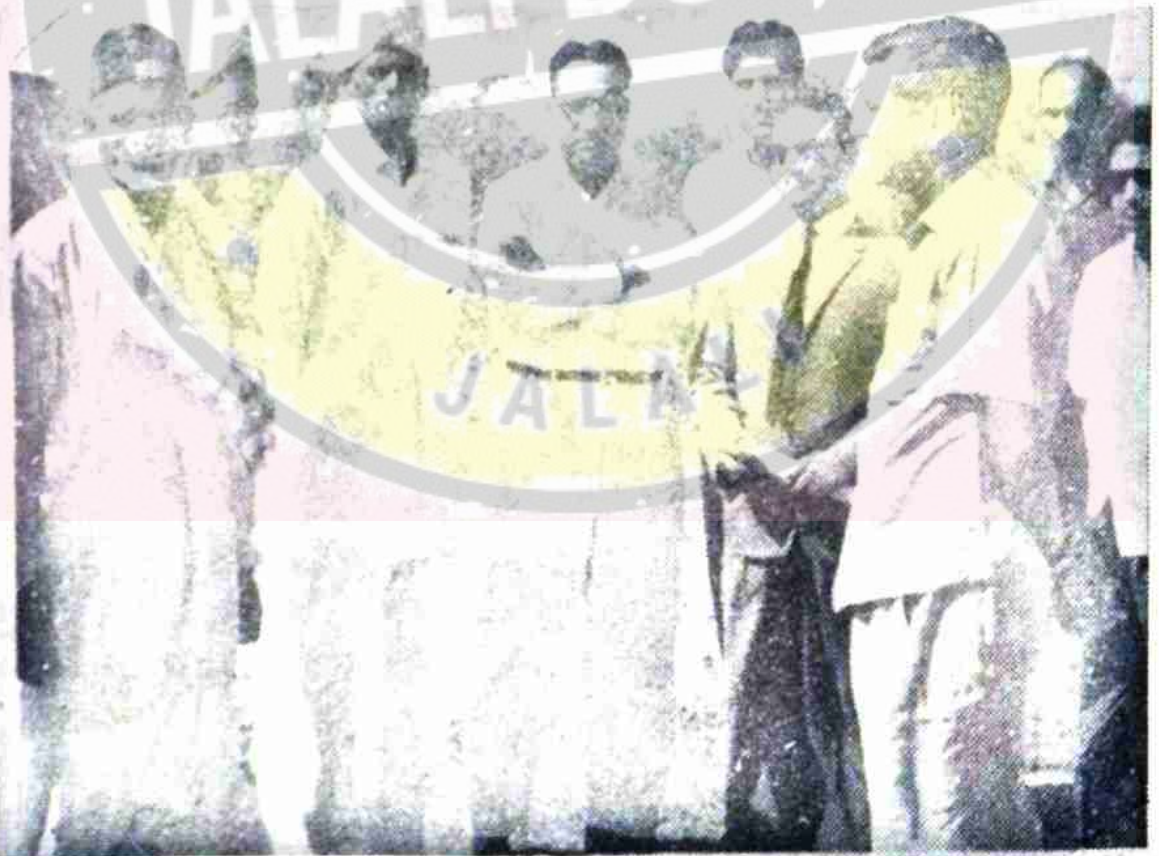
خالد احمد ڈائریکٹر بنیادی جمہوریت چوہدری اقبال کِل کے ساتھ جنگی بے گھروں کی آبادکاری کی اسکیموں کا جائزہ لے رہے ہیں۔

لئے بہت آسان ہے۔ ہماری اگلی منزل کندن پور کا گاؤں تھا۔ اس گاؤں کی بھی ساری شادابی لوٹ لی گئی تھی۔ ساری ہریالی چرالی گئی تھی۔ مکانات ملبے کا ڈھیر بن گئے تھے۔ کھیت ویران تھے۔ درختوں کا نشان تک نہ تھا۔ اس گاؤں کے تھوڑے فاصلہ پر سڑک کے کنارے وطن کی خاطر تن من دھن قربان کرنے والے لوگ زمین پر ڈیرے لگائے ہوئے تھے۔ ان لوگوں میں وزراء نے امدادی رقم تقسیم کی۔ میں لوگوں کے چہروں پر ابھری ہوئی تحریریں پڑھ رہا تھا۔ اگر وہ بے بس نہ بنا دیئے ہوتے تو آج وہ خود کو اپنی حکومت پر ایک بوجھ نہ سمجھتے۔ یونہی میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ امدادی رقم کے لئے ہاتھ پھیلانے سے کہیں ان کی غیرت مجروح نہ ہو جائے۔ لیکن یک دم دوسرا خیال ابھرا کہ یہ امدادی رقم کوئی معاوضہ نہیں کوئی خیرات نہیں بلکہ ہمدردی اور خلوص کا اظہار ہے، ایک دوسرے کے دکھ درد میں شریک ہونے کا پیمان ہے۔ اس سے غیرت مجروح نہیں ہو سکتی۔ یہاں میں نے کئی لوگوں سے ملاقات کی، ان کے دلوں کو ٹٹولا، وہ تباہ حال ہونے کے باوجود غیور تھے۔ جانی اور مالی قربانیوں کے بعد بھی باہمت تھے۔ وہ لوگ غیر نہ تھے، میرے ہی بھائی تھے۔ ان میں سے کئی ایسے تھے جو دشمن کی اذیت ناک قید سے رہا ہو کر آئے تھے۔ اور ان کی سلامتی کی دعائیں مانگنے والے بھی موجود تھے۔ بچھڑنے کے بعد جب دوبارہ ملاپ ہوا، تو والہانہ طور پر وہ ایک دوسرے سے لپٹ گئے۔ اور رب العزت کا شکریہ ادا کیا۔

سیالکوٹ کے یہ علاقے وہ مقام ہیں جہاں دفاعِ وطن کی سب سے بڑی جنگ لڑی گئی اور جہاں ہمارے شہیدوں نے اپنے خون سے پاکستان کی

تاریخ میں شجاعت کا نیا باب لکھا جہاں غازیوں نے جرأت و عظمت کا نیا باب قلمبند کیا۔ اب یہاں کئی بستیاں آباد ہوں گی۔ کھیتوں میں ہل چلیں گے۔ دھرتی پھر سبز اوڑھنی اوڑھے جھوم جھوم جائے گی۔ اور یہاں ایک ایسی آہنی فصیل تیار ہوگی جس سے آئندہ کسی بھی جارحیت کے وقت سر ٹکرا کر دشمن کا سارا غرور ہمیشہ کے لئے پاش پاش ہو جائے گا۔ کیونکہ اس زمین میں شہیدوں کے لہو کی خوشبو رچی ہوئی ہے۔ اور شہیدوں کا خون کبھی رائگاں نہیں جاتا۔

چوہدری اقبال گل اسسٹنٹ ڈائریکٹر بنیادی جمہوریت اور مسٹر سلیم شہیدوں کی قبروں پر فاتحہ پڑھ رہے ہیں

یہاں کا بھی جو نقش ہے عظیم شاہکار ہے

جب آگ اور خون کا طوفان تھم گیا تو اہل کراچی سیالکوٹ کے بہادر شہریوں کو خراجِ عقیدت پیش کرنے وفد کی صورت میں سیالکوٹ پہنچے۔ وہ متاثرہ افراد کے لیے تن من دھن کا تحفہ لے کر آئے تھے۔ وہ جاننا چاہتے تھے کہ ان سرفروشوں کی کس طرح خدمت کی جا سکتی ہے۔ وفد میں کراچی میونسپل کارپوریشن کے وائس چیئرمین حافظ حبیب اللہ، چیئرمین فائننس کمیٹی کراچی کارپوریشن ملک باغ علی، میاں محمد اختر ایم۔ پی۔ اے، حاجی محمد اقبال بلوچ، مسٹر محمد صدیق، مسٹر صابر انصاری، مسٹر تحصیل احمد خاں، میونسپل کونسلر، چوہدری اکرام الحق، مسٹر بشیر احمد ملک، حاجی وجیہ اللہ انصاری، سید شاہ محمود چیئرمین یونین کمیٹیز اور مسٹر فضل احمد صدیقی انفارمیشن آفیسر کراچی میونسپل کارپوریشن۔ بشیر الدین اسسٹنٹ انفارمیشن آفیسر اور چوہدری محمد حسین وائس چیئرمین لاہور کارپوریشن تھے۔ ایک تقریب میں حاجی حبیب اللہ نے اہل کراچی کی طرف سے زندہ دلانِ سیالکوٹ کو ہدیہ تبریک پیش کرتے ہوئے کہا۔ کہ شاعرِ مشرق علامہ اقبال کے مولد و مسکن ہونے کی وجہ سے ملتِ مسلمہ کی نشاۃِ ثانیہ کی تاریخ میں جو مقام اس شہر سیالکوٹ کو حاصل ہے، اس کے احساس سے سیالکوٹ کے لئے بے پناہ عزت و احترام کا جذبہ پیدا ہو جاتا

ہے. لیکن پاکستان کی مقدس سرزمین پر حالیہ بھارتی حملے کے دوران جہاد و جاں بازی، شجاعت و پامردی کا جو حیرت انگیز مظاہرہ محاذ سیالکوٹ پر ہوا ہے اس نے اس شہر عزیز کو نگاہِ مردِ مومن میں عزیز تر ہی نہیں بنا دیا، بلکہ بقائے دوام عطا کر دی ہے ایک ہی سحر و شام کے درمیان تاریخ کی سب سے بڑی ٹینکوں کی لڑائی اسی شہر کے مضافات میں ہوئی۔ اور بالآخر باطل نے شکست کھائی اور حق کا بول بالا ہو کر رہا۔ اس عظیم کارنامے کے سلسلے میں جہاں تائید ایزدی پر ساری قوم سربسجود ہے وہاں اہلِ سیالکوٹ کے بے مثل ایثار و شجاعت کو خراجِ تحسین پیش نہ کرنا بھی عین ناسپاس گزاری ہوگی۔

حافظ حبیب اللہ نے کہا کہ شہر کراچی کے لاکھوں بسنے والوں کی جانب سے یہ نمائندہ وفد اہل سیالکوٹ تک اپنی والہانہ عقیدت و محبت کا پیغام پہنچانے حاضر ہوا ہے اور یہاں کے مجاہدوں اور شہیدوں کے لئے سلام و ستائش کا ارمغانِ پُرخلوص لایا ہے۔ حافظ حبیب اللہ نے وائس چیئرمین بلدیہ سیالکوٹ ڈاکٹر بشیر احمد خان کو قرآن پاک کا ایک نسخہ پیش کرتے ہوئے کہا کہ اس پر عمل ہی ہماری تیغ و سپر اور ضمانتِ سربلندی ہے۔

آپ نے کہا کہ ہم نے یہ طے کیا تھا کہ سیالکوٹ میونسپل کمیٹی کے وائس چیئرمین اور ان کے اراکین کے وفود کو کراچی میں استقبالیہ دیں۔ لیکن ہمارے شہریوں نے ہمیں مشورہ دیا کہ ہم لوگ خود آپ کے پاس آ کر اہل کراچی کے پُرخلوص جذبات کا اظہار کریں، اور اس دلیری، نظم و ضبط اور اتحاد و یک جہتی کے لئے ہدیہ تبریک پیش کریں جس کا آپ نے دشمن کے حملہ کے وقت شاندار مظاہرہ کیا۔

میاں محمد اختر ایم۔پی۔اے کراچی، سید دربار علیشاہ کمشنر کراچی ڈویژن کو
جنگی بے گھروں کی امداد کے لئے چیک پیش کر رہے ہیں۔

چوہدری محمد حسین چیئرمین یونین کونسل کراچی جنگی بے گھروں کے لئے جمع کیا ہوا
سامان سید مرید حسین شاہ ایم۔این۔اے سیالکوٹ کو دکھا رہے ہیں۔

خواجہ محمد صفدر ایم۔پی۔اے سیالکوٹ کو جنگی بے گھروں کے لئے اہل کراچی کی طرف سے جمع کی گئی ایک رقم کا چیک پیش کیا جا رہا ہے۔

میاں محمد اختر ایم۔پی۔اے۔ اپنے رضا کاروں کے ساتھ جنہوں نے اہل سیالکوٹ کے لئے ضروریات کا سامان جمع کیا۔

اس سے قبل ڈاکٹر بشیر احمد خان وائس چیئرمین بلدیہ سیالکوٹ نے کراچی کے شہریوں کے وفد کا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ انہوں نے اپنے مصیبت زدہ بھائیوں کا غم دور کرنے اور انہیں ضروری امداد دینے کے لئے طویل سفر کی صعوبتیں برداشت کیں ڈاکٹر بشیر احمد خان نے حافظ حبیب اللہ کو بھارتی توپ کا ایک گولہ اور ٹینک شکن توپ کی چند گولیاں تحفہ کے طور پر پیش کیں تاکہ وہ انہیں اہل کراچی کو دکھا سکیں، کہ ان کے بھائی دشمن کے زبردست حملوں میں کس قدر دلیری سے ڈٹے رہے۔

خواجہ محمد صفدر قائد حزب اختلاف نے کہا کہ بھارت کے حملوں سے ضلع سیالکوٹ کے دو لاکھ سے زائد افراد متاثر ہوئے ہیں جن کی رہائش اور طعام کے علاوہ ان کی از سر نو آباد کاری کا کام ہمارے سروں پر آپڑا ہے۔ اس اہم ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کے لئے ضروری ہے کہ ملک کے متمول اور صاحب ثروت حضرات زیادہ سے زیادہ عطیات دیں۔ اور حکومت کی امداد کے بغیر یہ بوجھ خود اٹھائیں تاکہ حکومت ملک کے دفاع کے لئے مؤثر اقدامات کر سکے۔ انہوں نے توقع ظاہر کی کہ اہل کراچی اس معاملے میں بڑی فراخ دلی کا ثبوت دیں گے۔

سید مرید حسین شاہ رکن قومی اسمبلی نے بھی توقع ظاہر کی کہ کراچی کا صاحب ثروت طبقہ اپنے متاثرہ بھائیوں کو دوبارہ اپنے پاؤں پر کھڑا کرنے کے لئے وسیع پیمانے پر امداد دے گا۔ بلدیہ کے چیئرمین مسٹر اعجاز ملک نے بھی وفد کا شکریہ ادا کیا۔ اور کہا کہ ہم ان کی ہر ممکن امداد کے لئے چشم براہ رہینگے۔

اور چند دنوں بعد اہل کراچی نے وہ توقعات پوری کر دکھائیں جن کا ذکر ڈاکٹر بشیر احمد خان، مسٹر اعجاز ملک، خواجہ محمد صفدر، سید مرید حسین شاہ نے

اپنے خطابات میں کیا۔ میاں محمد اختر ۲۴ ارکان کی جماعت اور ۲۰ لاکھ روپے کے امدادی سامان کے ساتھ سیالکوٹ پہنچ چکے تھے۔

سیالکوٹ کے قلعہ پر گہما گہمی تھی۔ سیاسی قائدین شہری حکام بلدیہ کے کارکن اور شہر کے دوسرے معتقد لوگ اپنے کراچی کے ہمدرد بھائیوں کے چوبیس نمائندگان کے استقبال کے لئے دیدہ و دل فرش راہ کئے تھے۔ ان نمائندگان کی قیادت میاں محمد اختر ایم۔پی۔اے کراچی کر رہے تھے۔ ان کے پاس ۲۲ بھری ہوئی ویگنیں تھیں۔ جن میں تقریباً ۲۰ لاکھ روپے کا سامان تھا۔ مہمانوں کی آمد پر قلعہ کے وسیع لان میں استقبالیہ تقریب منعقد ہوئی۔ مسٹر اعجاز ملک چیئرمین بلدیہ نے صدارت کے فرائض سرانجام دیئے۔ اور ڈاکٹر بشیر احمد خان وائس چیئرمین سٹیج سیکرٹری تھے۔

اس تقریب کا پس منظر اور مہمانوں کی آمد کا باعث وہی تھا کہ بھارتی جارحانہ حملہ کے بعد پچھلے دنوں بلدیہ کراچی کے چیئرمین سیالکوٹ کے جنگی بے گھروں کی امداد کرنے اور سیالکوٹ کے جنگ کے بعد کے کوائف دیکھنے کے لئے خود آئے تو انہوں نے سیالکوٹ کے سیاسی قائدین خواجہ محمد صفدر ایم۔پی۔اے، سید مرید حسین ایم۔این۔اے، ڈاکٹر بشیر احمد خان وائس چیئرمین بلدیہ، طفیل شیرازی میونسپل کونسلر کو دعوت دی کہ وہ کراچی آکر کراچی کے عوام کو سیالکوٹ کے جنگی بے گھروں کی حالتِ زار سے آگاہ کریں۔ تاکہ زیادہ سے زیادہ ان کی امداد کا سامان ہو سکے۔ چنانچہ متذکرہ وفد کراچی گیا۔ اور واپسی پر میاں محمد اختر ایم۔پی۔اے کراچی کی قیادت میں ۲۴ آدمیوں کا ایک وفد لاکھوں روپے کا سامان

لے کر یہاں پہنچا۔ کراچی کے وفد کے استقبال کے لئے یہاں قلعہ سیالکوٹ پر ایک جلسہ عام منعقد ہوا۔ جس میں خواجہ محمد صفدر ایم۔ پی۔ اے نے کراچی کے مہمانوں کا شکریہ ادا کیا، کہ میاں محمد اختر اور ان کے رفقاء نے کراچی میں ان کی بے حد خاطر و مدارات کی انتہائی پُرخلوص محبت اور مروت سے اِن کے مطالبات کے مطابق، امدادی سامان جمع کرنے کے لئے جدوجہد کی۔ خواجہ محمد صفدر نے اپنی تقریر میں کہا، کہ سیالکوٹ کے جنگی بے گھروں کی امداد کے لئے کراچی کی ہر گلی، ہر محلہ اور ہر کارخانہ میں ایثار و قربانی اور دلی امداد کے انتہائی جذبات پائے گئے۔ اور زیادہ سے زیادہ امداد دینے کی ایک ایسی دوڑ لگ گئی کہ اس ایمان افروز منظر سے سارے پاکستانیوں پر ایک گھرانے کی مثال صادق آتی تھی۔ خواجہ محمد صفدر نے مزید کہا کہ حق و باطل کی اس جنگ کے سترہ دنوں میں صحیح معنوں میں قومیت کا جذبہ ابھرا جس کا گزشتہ اٹھارہ برس سے فقدان تھا۔ آپ نے کہا کہ کراچی کے عوام نے دلی طور پر ہماری مصیبت کو اپنی مصیبت جانا ہے۔

سید مرید حسین ایم۔ این۔ اے نے وفد کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا۔ کہ اکابرینِ بلدیہ کراچی، وائس چیئرمین بلدیہ کی قیادت میں ہماری دلجوئی کے لئے یہاں تشریف لائے۔ اور اس حد تک متاثر ہوئے کہ انہوں نے واپسی پر کراچی میں لاکھوں روپے کا سامان جمع کیا۔ آپ نے کہا۔ کمشنر کراچی کی صدارت میں وہاں ہمارے استقبال کے لئے ایک جلسہ عام کا اہتمام کیا گیا تھا۔ خواجہ محمد صفدر نے وہاں مطالبہ کیا کہ اس سامان کا خاطر خواہ فائدہ سیالکوٹ کے جنگی بے گھروں کو صرف اسی صورت میں پہنچ سکتا ہے کہ یہ سارا سامان براہِ راست سیالکوٹ بھیجا

جائے۔ کیونکہ حکومت کی وساطت سے سامان پہنچنے میں دیر لگے گی۔ اور متاثرین فوری اور صحیح فائدہ نہیں اٹھائینگے۔ چنانچہ آپ نے انکشاف کیاکہ تمام سامان سیالکوٹ پہنچ گیا ہے اور خوشگوار ابتدا نے ہمارے حق میں ایسی فضا پیدا کردی ہے کہ ایک محلہ دوسرے سے سبقت لے جانا چاہتا تھا۔ آپ نے کہاکہ جب اس امدادی سامان کے بڑے بڑے ڈھیر ہمارے سامنے آئے تو اس میں اس قدر قیمتی سامان بھی تھا، کہ محسوس ہوتا تھاکہ کراچی کے لوگوں نے قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کی طرح زیادہ قیمتی سامان امداد کے لئے پیش کیا ہے۔ اس میں نئے کپڑے، جہیز کا سامان زیورات، گھڑیاں، نئے برتن اس قدر تھے کہ جذبات سے ہمارے آنسو نکل آئے آپ نے بتایاکہ یہ سامان ۲۱ ویگنوں میں بھرا گیا۔ اس کے علاوہ آپ نے انکشاف کیاکہ باوانی ملز کی طرف سے ڈیڑھ لاکھ روپے کے کپڑے کا وعدہ کیا گیا جس سے قریبًا پونے دو لاکھ گز کپڑا آئیگا۔ اس طرح ولیکا ملز نے پچاس ہزار روپے کا کپڑا مہیا کرنے کا وعدہ کیا۔ اور اس پر سیل ٹیکس اور ایکسائز ڈیوٹی معاف کرا کر دگنا کپڑا بھیجنے کا انتظام کیا۔ سید مرید حسین نے انکشاف کیا، کہ سیالکوٹ میں متاثرہ لوگوں کی تعداد ۲ لاکھ کے قریب ہے۔ اور ان کے لئے ہمیں پچاس ہزار لحاف، اور ۱۲ لاکھ گز کپڑا درکار ہے۔

میاں محمد اختر ایم۔ پی۔ اے کراچی نے کہاکہ اس خبر سے ہمارا خون کھول اٹھاکہ بھارتی درندوں نے سوتے ہوئے نہتے مسلمانوں پر اچانک حملہ کردیا ہے۔ اور یہ اسلام کو خطرے میں ڈالنے کی انتہائی گھناؤنی بھارتی سازش تھی۔ لیکن ہمارے بہادروں نے جس بہادری، حوصلے اور ناموسِ دین کے تحفظ کے خیال سے جانبازی کا مظاہرہ

کر کے دشمن کے ناپاک ارادوں کو مٹی میں ملا دیا ہے۔ اس کی مثال تاریخ میں بھی نہیں ملتی۔ ان قربانیوں کو دیکھتے ہوئے جو سیالکوٹ کے سرحدی لوگوں نے دیں اور ملک کے اندرونی حصے کو تباہ و برباد ہونے سے قربانیاں دے کر بچا لیا ہے، ساری قوم کے لئے باعثِ فخر ہے۔ اور اس کے بدلے میں اگر ہم حسب ضرورت مالی امداد اپنے ان بہادر بے گھر بھائیوں کو نہ دے سکے تو یہ ہمارے لئے لعنت ہے۔ آپ نے کہا کہ آپ کے لیڈر جو کراچی میں ہماری دعوت پر آئے، انہوں نے دن بھر میں بیس بیس گھنٹے کام کیا۔ اور کوئی گلی کوچہ ایسا نہ تھا۔ جہاں انہوں نے آپ کے جذبات اور آپ کی خدمات کا پیغام نہ دیا ہو۔ آپ نے کہا کہ آپ ہمارے اور خدا کے دین کی حفاظت کے لئے لڑے اور ہماری جان اسی خدا کی دی ہوئی جان ہے۔ اور ہم سمجھتے ہیں کہ لاکھوں روپے کا سامان دے کر بھی وہ حق ادا نہیں ہوا۔ جو آپ کی کارکردگی کا تقاضا ہے۔ میاں محمد اختر نے اپنی تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا کہ ہمارے رضاکار اس جوش اور جذبے سے یہاں آئے ہیں کہ وہ خود دشمن کے مظالم کا مشاہدہ کریں۔ اور اگر ضرورت پڑے تو وہ اس دشمن کو جس نے ہماری عزت و ناموس کو لوٹا ہے۔ نیست و نابود کرنے کے لئے یہاں ہی رک جائیں۔ اور کراچی سے مزید مجاہدین کو بھی بلائیں۔ آپ نے کہا کہ امدادی کام اُس وقت تک تیزی سے اور اسی فراخدلی سے جاری رہے گا جب تک کہ سیالکوٹ کے لوگ خود نہ کہیں گے کہ اب ان کو مزید ضرورت نہیں ہے۔

چونڈہ محاذ پر بریگیڈیئر عبدالعلی ملک کراچی کی خاتون ایم۔ این۔ اے کو بھارتی بم کا خول تحفہ دے رہے ہیں۔
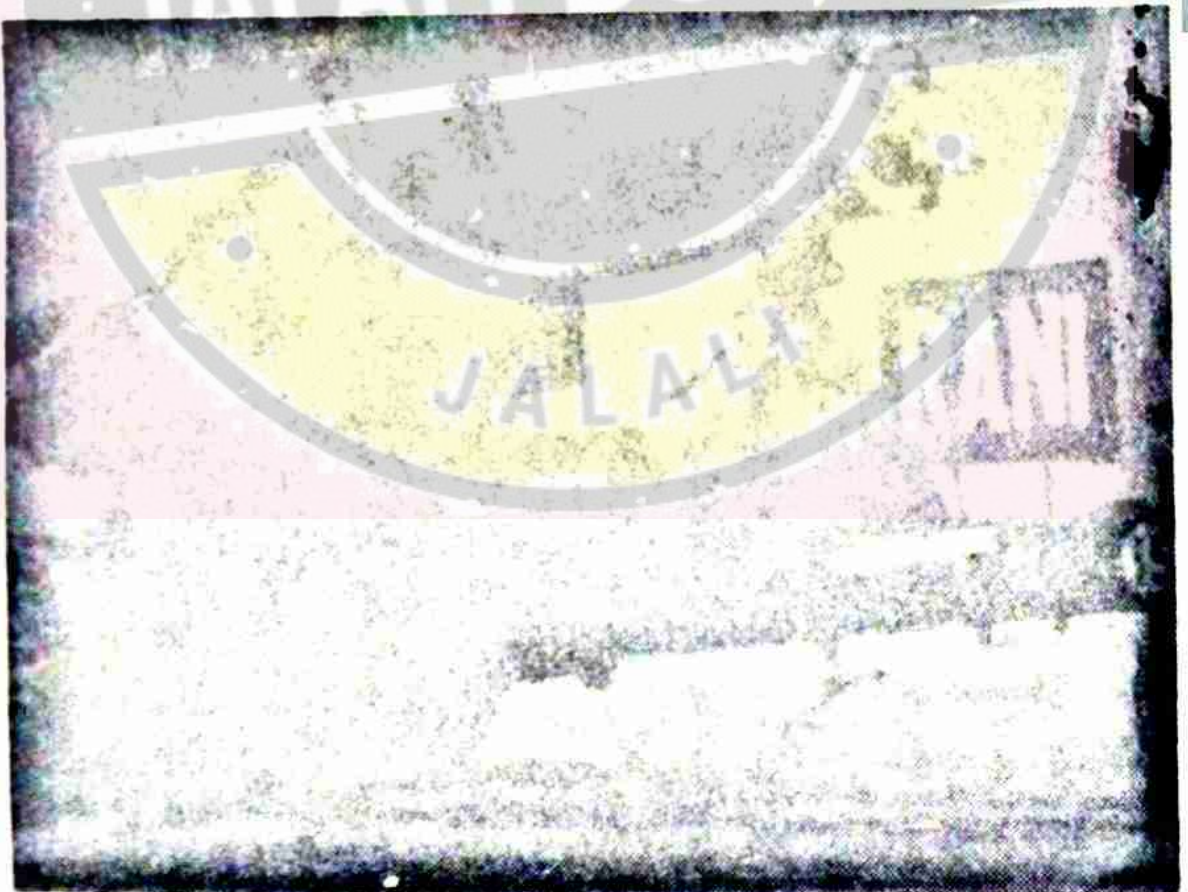
رانی شیرنی جس کی گھن گرج سے ۱۷ روز بھارتی سورماؤں کے اوسان خطا ہوتے رہے۔

ہم جو زندہ ہیں تو یہ بزمِ جہاں زندہ ہے

پاک و ہند کے درمیان حق و باطل کی خونریز جنگ میں سیالکوٹ محاذ کے شیر دل محافظ میجر جنرل ٹکا خان (ستارۂ پاکستان) اور ان کے جوانوں کی بہادری اور دلاوری کے عظیم کارناموں کو خراجِ تحسین و آفرین پیش کرنے کی خاطر بلدیہ سیالکوٹ نے ایک خاص تقریب کا اہتمام کیا۔ یہ تقریب سیالکوٹ کے تاریخی قلعہ پر جناح ہال میں منعقد کی گئی۔ چونڈہ محاذ کے فاتح بریگیڈیر عبد العلی ملک بھی تشریف لا رہے تھے۔ قلعہ کے سبزہ زار اور خوش رنگ پھولوں کے درمیان جناح ہال اپنی قسمت پر رشک کر رہا تھا۔ شہر کے معززین اپنے جیالے محافظوں کے حضور نذرانۂ عقیدت پیش کرنے کے لئے جمع ہو گئے تھے۔ ان غیور غازیوں کی زیارت اب سرمایۂ حیات بن چکی تھی۔ یہ وہ غازی تھے جنہوں نے استعماریت کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو اپنے سینے تان کر روک دیا تھا۔ جو اپنے وطن اور دینِ اسلام کی حفاظت میں فولادی انسان بن گئے تھے۔ جنہوں نے قوم کو نئی زندگی بخشی تھی ــــ!

جناح ہال کے سامنے معزز مہمانوں کی آمد پر کئی چمکیلے سنہری ہار لہرانے لگے۔ خوشی اور انبساط کے بھرپور جذبات کے ساتھ ان کا استقبال کیا گیا۔ ہر شخص جو ان کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے دیدہ و دل فرشِ راہ کئے ہوئے کھڑا تھا۔

آگے بڑھا۔ نعرۂ تکبیر۔ اللہ اکبر! پاکستان۔ زندہ باد کے فلک شگاف نعرے بلند ہوتے۔ اور معزز مہمان ہال میں مسکراتے ہوئے داخل ہو کر اپنی مخصوص نشستوں پر بیٹھ گئے۔ ان کے چہروں پر اولوالعزمی کا اجالا دمک رہا تھا۔ وہ فاتح تھے — انہوں نے ایک بہت بڑے دشمن پر غلبہ حاصل کیا تھا۔ تقریب کا آغاز پروفیسر محمد عبدالجبار نے تلاوتِ کلام پاک سے کیا۔ بلدیہ سیالکوٹ کے وائس چیئرمین ڈاکٹر بشیر احمد خان نے خطبہ استقبالیہ پیش کیا۔ انہوں نے فرمایا۔ سیالکوٹ کی تاریخ میں یہ دن بھی بڑی اہمیت کا حامل ہے کہ آج ہم پاک فوج کے ان جیالوں کی خدمت میں ہدیہ تبریک و تشکر پیش کر رہے ہیں جنہوں نے ناقابلِ تسخیر عزم فولادی ارادوں اور پر وقار کردار سے دنیا پر ثابت کر دیا ہے کہ سرزمین پاک کے محافظ نڈر اور دلیر ہیں۔ اور دشمن کے ناپاک ارادوں کو مٹانے کے لئے ہر وقت چاک و چوبند ہیں۔ جن کے مقدس خون کی حرارت سے ایثار اور اخوت کی اتنی شمعیں فروزاں ہو گئیں کہ سیالکوٹ کا نام ہمیشہ جگمگاتا رہے گا — ہماری بے مثال کامیابی عساکرِ پاکستان کی خلوصِ نیت اور حسنِ عمل کا پھل ہے کہ جن کے ہر ہر قدم پر تائید ربانی حاصل رہی — دنیا بھر کے ماہرینِ جنگ، پاکستان کی جنگی صلاحیتوں اور خداداد ہمتوں کو خراجِ عقیدت پیش کر رہے ہیں — ہم میجر جنرل ٹکا خان اور ان کے دلاور و شجاع رفقائے کار کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں کہ انہوں نے ہمیں یہ موقع دیا کہ ہم اپنے دلی جذبات کی ترجمانی کرتے ہوئے انہیں ہدیۂ تبریک پیش کریں — !

میجر جنرل ٹکا خان سپاسِ عقیدت کے جواب میں اپنے جذبات کے

سید مرید حسین شاہ ایم۔ این۔ اے، اعجاز احمد ملک، چیئرمین میونسپل کمیٹی جنرل ٹکا خان کا استقبال کر رہے ہیں۔

جنرل ٹکا خان عوام سے خطاب کر رہے ہیں۔
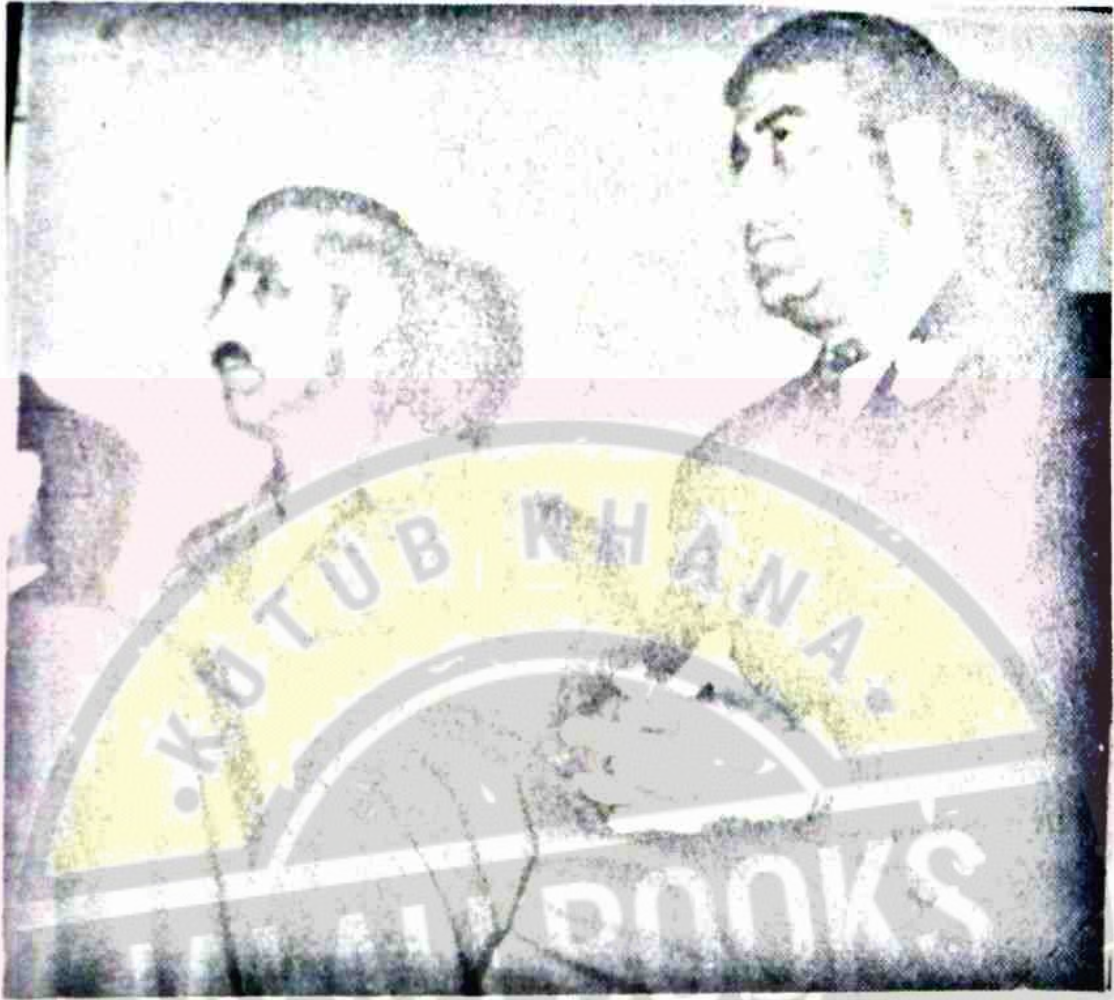
چوہدری صدیق ڈپٹی کمشنر جنرل ٹکا خاں کے ساتھ

بریگیڈیئر عبدالعلی ملک اور دوسرے فوجی افسران

اظہار کے لئے مائیک کی طرف بڑھے تو ہال پُرجوش تالیوں کی آواز سے گونجنے لگا۔ آپ نے فرمایا۔ فوج کا فرض ملک کا بچاؤ ہے اور ہمیں فخر ہے کہ خدا نے یہ فرض بجالانے میں ہمیں ہمت بخشی۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ کا درد کرتی ہوئی فوج جس جوش و جذبے سے لڑی، اس کا اندازہ آپ کی اس ہمت افزائی سے بخوبی ہو جاتا ہے۔ اور ان جذبات سے ہو جاتا ہے جس کا اظہار ملک کے بچے، بوڑھے، مرد اور عورتیں کر رہے ہیں۔ دشمن نے بزدلوں کی مانند نہتے عوام کو اپنے ظلم کا نشانہ بنایا۔ لیکن حق کے سامنے زیادہ دیر تک نہ ٹھہر سکا۔ حق و باطل کی اس جنگ میں ایک شہید کے مقابلہ میں دس بھارتی ہلاک ہوئے ہیں۔ اور سیالکوٹ وہ شہر ہے جس پر تین طرف سے حملہ ہی نہیں کیا گیا، بمباری بھی کی گئی۔ مگر ہمیں فخر ہے کہ ہم سیالکوٹ کی حفاظت میں کامیاب رہے۔ عوام کے حوصلوں میں فولادی قوت پیدا ہو گئی اور رضا کاروں نے شہر کے بچاؤ کے لئے فوج کے قدم بہ قدم بڑی تنظیم اور جانبازی کا مظاہرہ کیا۔ یہی اعلیٰ قومی جذبہ، حب الوطنی کا زندہ ثبوت ہے اور سیالکوٹ کی آئندہ نسلیں یاد کریں گی کہ ان کے بزرگوں نے ایک مکار دشمن کے بے پناہ طاقت کے غرور کو ملیا میٹ کر دیا تھا۔

آخر میں بلدیہ کے چیئرمین مسٹر اعجاز حسین ملک نے بھی محافظ افواج کے رہنماؤں کو حقیقت افروز خراج تحسین پیش کیا۔

محمود غنی خان مینجر حبیب بنک سیالکوٹ دائیں طرف سے تیسرے جنہیں ستمبر ۶۵ء کی جنگ کے دوران جبکہ شہری زندگی اپنے مقام سے ہل چکی تھی اپنے فرائض کی انجام دہی میں بنک کے کام کو باقاعدہ جاری رکھنے کے صلہ میں گورنر سٹیٹ بنک آف پاکستان نے "اعتراف خدمت" کا سرٹیفکیٹ دیا۔ ان کے ساتھ چیف مینجر گوجرانوالہ ایریا محمد عثمان علی اور دیگر سٹاف کے ممبران ہیں۔ جنگ میں بنکنگ کی اعلیٰ کارکردگی پر صدر پاکستان کی طرف سے حبیب بنک کے مینجنگ ڈائریکٹر مسٹر آر۔ ڈی حبیب کو بھی تمغۂ ستارۂ پاکستان ملا۔

اکرام میر مینجر یونائیٹڈ بنک جنگی بے گھروں میں معاوضہ تقسیم کر رہے ہیں۔

چراغ سے چراغ روشن ہے

میرے سامنے الٹر ریلوے اسٹیشن پر زندگی عجب دھج دکھا رہی تھی اس زندگی کو کچھ عرصہ پہلے میں نے ریلیف کیمپوں میں بھی دیکھا تھا۔ ان دنوں یہ زندگی ایک جوشیلا نعرہ بنی ہوئی تھی۔ مستقبل کی برفانی چوٹیوں پر آفتاب کا پہلا لمس بن کر چمک رہی تھی۔ اپنے آبائی گاؤں اور اپنی پیاری زمین کے حصول کی لگن نے اس کے عزائم کو فولادی بنا دیا تھا۔ اب وہی زندگی اعلانِ تاشقند کے تحت یہاں تک پہنچ گئی، بہت آگے تک پھیل گئی تھی۔ سب کچھ لٹ جانے پر بھی تباہی اور بربادی کے ہولناک مناظر دیکھ کر بھی۔ زمین کے پپڑائے ہونٹوں پر نظر ڈال کر بھی ناامیدیوں کے اندھیروں سے آزاد تھی۔ اس کے چہرے پر تھکن کے آثار نہ تھے۔ اسکے عزائم کی توانائی ختم نہ ہوئی تھی۔ اس کے ولولوں کو مایوسیوں نے نہ گھیرا تھا۔ اس میں اب بھی بشاشت تھی، نیا سورج بن کر ابھرنے کا شوق تھا، نئی پھبن سے سنورنے کی لگن تھی۔ یہ سب کچھ اس لئے تھا کہ یہ ایک زندہ قوم کی درخشاں علامت تھی۔ یہ موت کو کھیل سمجھتی تھی، اس نے مٹنے کی بجائے ابھرنے کا سبق سیکھا تھا۔ یہ سبق دنیا کو پڑھایا تھا، اور اس سبق کی روایات تاریخ کا حسن بن چکی تھیں۔

اس زندگی میں ربط پیدا کرنے اور نئے سرے سے جذبات اور احساسات میں بیداری کی روح برقرار رکھنے کی خاطر حکومت نے اپنی بساط کے مطابق چراغ سے چراغ روشن کرنے کا عزم کرلیا۔ یہ اسی عزم کا نتیجہ تھا کہ ضلع کے ڈپٹی کمشنر نے گاؤں گاؤں گھوم کر حالات کا بھرپور جائزہ لیا۔ اعلیٰ افسران کو نئے مسائل کی جزئیات سے آگاہ کرکے مالی امداد میں اضافہ پر مجبور کیا۔ اور بہت حد تک اس میں کامیابی بھی حاصل کرلی۔ سارے علاقہ کو مختلف سیکٹروں میں تقسیم کیا گیا ۔۔۔ سی، ایس، پی رینک کے ایک افسر کی زیر سرکردگی جنگی بے گھروں کی فوری امداد کا انتظام کیا۔ بنکوں کے تعاون سے امداد قبول کرنے والے کسانوں کی کئی الجھنیں ختم ہوگئیں۔ سیکٹر افسر سے چیک وصول کرکے موقع پر ہی ادائیگی ہونے لگی۔ لوگوں کو چیک کیش کرانے کے لئے شہر آنے کی زحمت سے چھٹکارا حاصل ہوگیا۔ اور یہ احساس رجائیت کا حامل بن گیا۔ کہ جب ملک اپنا ہو، حکمران اپنے ہوں، تو چراغ سے چراغ جلاکر زندگی اندھیروں پر فتح حاصل کرلیتی ہے۔

الہڑ، چوبارہ، بھلورہ، خان پور سیداں، ٹھروہ، گڈگور وغیرہ کے علاقوں میں امدادی رقم کی کا کام یونائیٹڈ بنک لمیٹڈ کے سپرد کیا گیا۔ یہ رقم پانچ کروڑ روپے تھی۔ یہ روپے دھرتی کے نئے سنگار کے لئے حکومت کی طرف سے دیئے گئے تھے۔ اس روپے سے کسانوں نے نئے سرے سے زندگی کی ابتدا کرنی ہے۔

یونائیٹڈ بنک کا عملہ اس زندگی کو بھرپور خلوص اور گہری چاہت سے نواز رہا تھا۔ دکھ درد کا ساتھی بھی تھا۔ اور انسانیت کا ہمنوا بھی۔ اس عملہ کے ہر آدمی کو

کو دیکھ کر محسوس ہوتا تھا کہ جیسے وہ جذبۂ جہاد سے سرشار ہو۔ یہ خاص عملہ اس کام کے لئے لاہور سے آیا ہے جو سیالکوٹ کے مینجر اکرام میر کی زیر سرکردگی اپنے فرائض احسن طریقہ سے سرانجام دے رہا ہے۔

میں پھلورہ اور چوبارہ کے کھنڈرات میں گھومتے ہوئے جب کسانوں کے پاس پہنچا تو وہ دعائیں دے رہے تھے۔ رقم حاصل کر کے وہ مستقبل کے خاکے میں حسین رنگ بھر رہے تھے۔

انسان کے لئے وہ وقت بڑا اذیت ناک ہوتا ہے جب اپنی کم مائیگی کے احساس کو وہ اپنی تقدیر سمجھ کر اپنی روایات سے منہ موڑ لیتا ہے۔ طوفانوں کا مقابلہ کرنے کی اس میں سکت نہیں رہتی۔ اور مانگے ہوئے افکار سے اپنی بزمِ خیال سجا کر اس پر خود فراموشی کی حالت طاری ہو جاتی ہے۔ زوال کی اس داستان میں الم ناکیوں کی پرچھائیاں بکھری ہوتی ہیں اور عروج کی لگن ایک طعنہ بن جاتی ہے۔ حالانکہ انسان کی صلاحیتیں اسے قدم قدم پر اکساتی رہتی ہیں۔ لیکن کوئی مرکز نہ ہونے کی وجہ سے صحیح قیادت کے فقدان کی بدولت اس میں اُبھرنے اور چھا جانے کی قوت اپنا اثر ظاہر نہیں کر سکتی۔ اور جب لمحوں کے دبیز پردے اٹھا کر زندگی میں حرارت بخشنے والی قیادت کا ظہور ہوتا ہے تو یہی انسان یوں چونک پڑتا ہے جیسے طویل بیماری کی ساری علامتیں یکدم دور ہو جائیں۔ اور صحت مندی کا احساس اس کے چہرے پر بشاشت کا رنگ بھر دے۔

سترہ روزہ جنگ سے پہلے ہمیں نا امیدوں کی دھند میں اپنا راستہ صاف دکھائی نہ دے رہا تھا۔ جو چند نقوش تھے وہ بھی مِٹے مِٹے سے نظر آرہے تھے لیکن

جب ایک مرکز حاصل ہوگیا، قیادت کی روشنی نے سارے دھندلکے دور کر دیئے تھے۔ اور کم مائیگی کا احساس مٹ گیا تھا تو ہمارے افکار میں نئی تازگی پیدا ہوگئی اپنی روایات سے پیار شدت اختیار کر گیا۔ اور اقوامِ عالم نے دیکھ لیا۔ ایک اللہ ایک رسولؐ ـــ کے شیدائی جب ایمانی جذبے کے ساتھ میدان میں آتے ہیں، تو تاریخ کا رُخ پلٹ جاتا ہے اور وقت کی طنابیں کھنچ جاتی ہیں اور بہاروں کی دلفریبی انبساط کے نئے نغمے تخلیق کرنے لگتی ہے۔

سترہ روز جنگ نے جہاں ہمیں اپنی صلاحیتوں سے آگاہ کر دیا وہاں دنیا کے کونے کونے میں ہماری شجاعت کے نقوش ثبت کر دیئے۔ ایک طرف سامراجی قوتوں کی یلغار تھی اور دوسری طرف اللہ جل شانہٗ پر کامل بھروسہ اور جانفروشی کی لگن۔ یہی وہ قوت تھی جس نے جنگی بے گھروں تک کو یہ احساس نہ ہونے دیا کہ ان کا سارا اثاثہ لٹ چکا ہے، ان کی زمینیں چھن چکی ہیں۔ ان کے عزیز و اقارب شہید کر دیئے گئے ہیں، ہر ایک اسی نشہ میں سرشار تھا کہ دشمن کو عبرتناک شکست دی جائے۔

اعلانِ تاشقند ہماری امن پسندی اور انسان دوستی کا کھلا مظاہرہ تھا۔ ہم نے اقوامِ عالم پر واضح کر دیا تھا کہ ہم کائنات کا حسن سنوارنے کے داعی ہیں اور اسی جذبے کے تحت ہم نے صلح کی پیش کش کو قبول کر لیا تھا۔ اب سب سے اہم مسئلہ جنگی بے گھروں کی بحالی کا تھا۔ ایسا مرحلہ بہت صبر آزما ہوتا ہے۔ اجڑے گھروں کو بسانے میں قوتِ ارادی اور دردِ دل کو بڑا دخل ہے۔ دنیا کی نظریں اب پھر ہم پر لگی ہیں کہ اس مسئلہ کے حل کی خاطر ہم کیسے مصائب پر

قابو پانے میں کامیاب ہوتے ہیں۔ ہم نے اس میدان میں بھی جس جرأت مندی کا ثبوت دیا ہے، اس نے ہر انجمن میں ہماری توقیر بڑھا دی ہے۔ محدود وسائل کے باوجود جنگی بے گھروں نے اپنے کھیتوں میں نئی زندگی پیدا کرنے کی خاطر ہل چلانا شروع کر دیا ہے۔ جلے ہوئے اور تباہ شدہ مکانات کی مرمت شروع ہو گئی ہے۔ کٹے ہوئے درختوں کے تنوں میں نئی شاخیں پھوٹنے لگی ہیں۔ حکومت کی طرف سے ہر ممکن امداد جاری ہے۔ اب نیشنل بنک کے حکام بھی میدانِ عمل میں آ چکے ہیں۔ سیکڑ افسران کی معیت میں بنک کا عملہ صبح سویرے سے رات گئے تک مختلف علاقوں میں امدادی رقوم کی ادائیگی کی خاطر تندہی سے مصروفِ عمل ہیں۔

میں اس وقت بھی ان دیہات میں آیا تھا جب گاؤں کے مکان مٹی کا ڈھیر بنے ہوئے تھے۔ اور میں آج پھر ان گاؤں میں گھوم رہا ہوں جب یہاں زندگی پھر سے جاگ اٹھی ہے۔ دشمن اپنے سورماؤں کی لاشوں کے ڈھیر چھوڑ کر واپس لوٹ چکا ہے۔ کندن پور کی تنگ اور کچی گلیوں سے جب میں ایک کھلے احاطے میں پہنچا تو گاؤں کے دلیر اور بہادر لوگ لائنیں بنائے کھڑے تھے۔ اور میں نے پہچان لیا۔ ایک موٹر گاڑی کے پاس نیشنل بنک آف پاکستان سیالکوٹ کے مینجر چوہدری منیر احمد ان کو معاوضہ کے چیک کی رقم دیتے ہوئے بڑے خلوص اور نئے عزم کے ساتھ نئی زندگی کا آغاز کرنے اور گاؤں کو پھر سے پُر بہار کرنے کی تلقین کر رہے تھے۔

چوہدری منیر احمد کو نیشنل بنک کی وساطت سے دس سیکڑوں، کندن پور

رسول پور، باجڑہ گڑھی، گنگال، بھاگووال، معراجکے، بلو بامناں، گمناں، پریل، اور ظفروال میں امدادی رقوم کی ادائیگی کے لئے اب پھر خدمات انجام دینے کا موقع مِلا تھا۔ بنک کا خاص عملہ ان کی ٹیم میں لاہور، جہلم، راولپنڈی، لائل پور اور سرگودھا سے آیا تھا۔ پانچ موٹر گاڑیاں گاؤں میں آمد و رفت کے لئے پشاور، راولپنڈی، لاہور، ملتان اور میانوالی سے آئی تھیں۔ وہ دردمند لوگ جو سرحد سے دور ہونے کے باوجود مجاہدین کی جدوجہد میں برابر کے شریک تھے، اب اس سرزمین کو نذرانۂ عقیدت پیش کر رہے تھے۔ جہاں شہیدوں کے خون نے ایک نئی تاریخ مرتب کی تھی۔
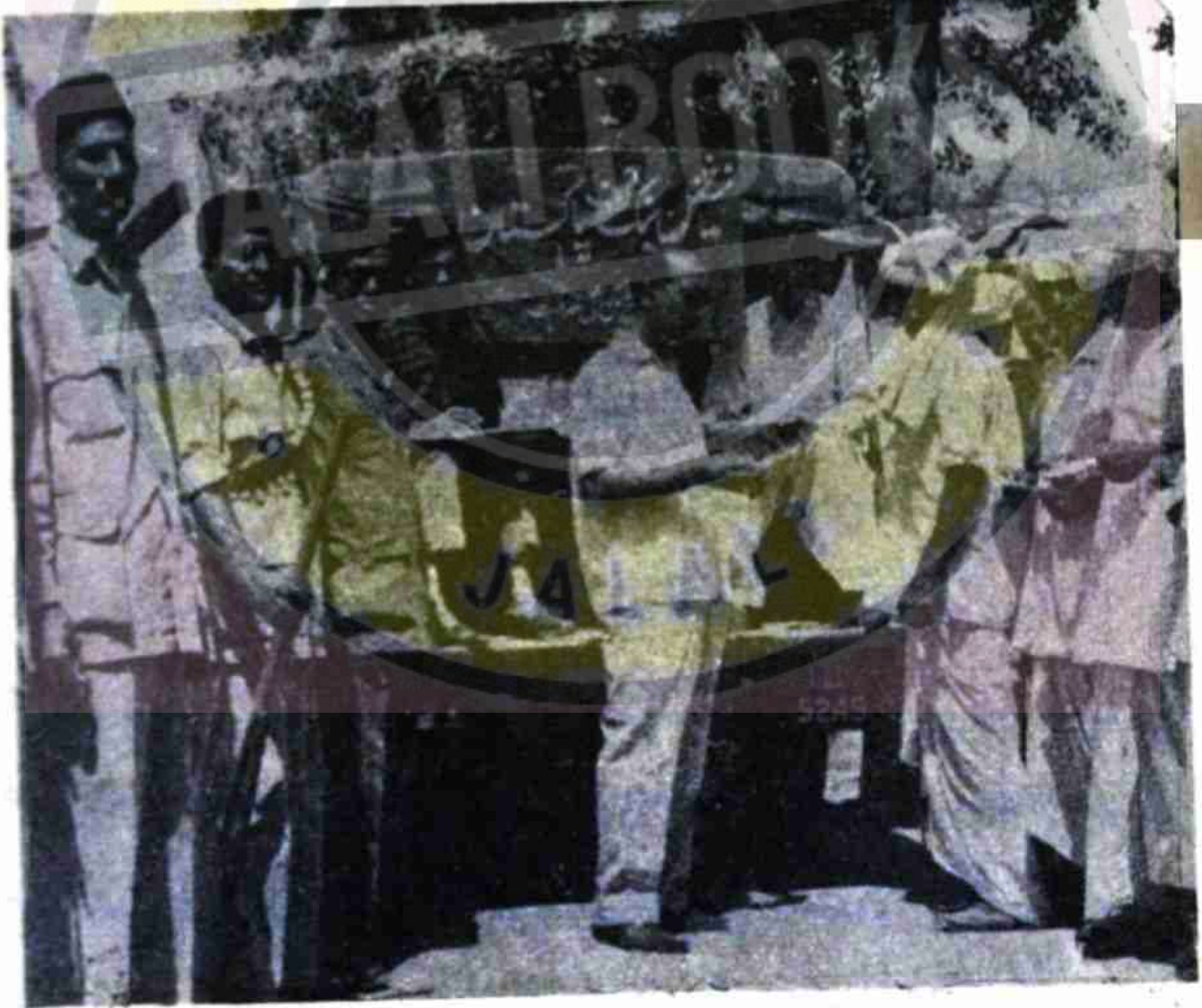
چودھری منیر احمد کندن پور کے جنگی متاثرین میں معاوضہ کی رقم کی تقسیم کے کام کی نگرانی کر رہے ہیں

جو چپ رہے گی زبانِ خنجر، لہو پکارے گا آستیں کا

گذشتہ پاک بھارت جنگ میں جب بزدل بھارتی فوج نے رات کے اندھیرے میں نہتے مسلمان دیہاتیوں پر شب خون مارا تو کچھ لوگ اپنی جانیں بچا کر اندرونی علاقوں میں آکر محفوظ ہو گئے اور کچھ بھارتی فوج نے حراست میں لے لئے تھے۔ معاہدۂ تاشقند کے بعد، قیدیوں کے تبادلہ کا فیصلہ کیا گیا۔ اس کے چند روز بعد ڈھائی بجے کے قریب اچانک ہی یہ خبر شہر میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی، کہ ایک سو تین آدمیوں کا پہلا قافلہ جو سمندری جہاز میں بمبئی سے کراچی اور پھر لاہور پہنچا تھا، بذریعہ ریل سیالکوٹ پہنچ رہا ہے۔ شہریوں کے غول کے غول دھڑکتے دلوں اور محبت و خلوص کے جذبات کے ساتھ ان کے استقبال کے لئے جوق در جوق ریلوے اسٹیشن پر پہنچنے شروع ہو گئے۔

چوہدری محمد صدیق ڈپٹی کمشنر سیالکوٹ، چوہدری محمد جلیل سٹی مجسٹریٹ، اور تقی الدین پال اے۔ ڈی۔ ایم بھی وہاں پہنچ چکے تھے۔ اسٹیشن پر ایک طرف آنے والی خواتین کے استقبال کے لئے بیگم گلناز جلیل، مس زبیدہ یوسف، بیگم خواجہ صفدر، بیگم افضل، بیگم خواجہ وحید، اور مس عنصر منیر چند دوسری خواتین کے ساتھ کھڑی تھیں۔ جونہی گاڑی ریلوے اسٹیشن پر پہنچی، ایک کہرام مچ گیا۔

سسکیاں بھرتی ہوئی عورتیں عورتوں سے گلے ملنے لگیں۔ مرد مردوں سے نمناک آنکھوں سے بغلگیر ہو گئے۔ کچھ بچے پھٹی پھٹی آنکھوں سے حیران و ششدر اس منظر کو دیکھ رہے تھے۔ اور کچھ چیخ و پکار سے اپنی داستانِ غم بیان کر رہے تھے ۔۔۔ دوسری طرف چوہدری صدیق باری باری سب کی ڈھارس بندھا رہے تھے، ان کو تسلیاں دے رہے تھے۔ وہ کہہ رہے تھے کہ مسلمان اپنے خدا کے ایک عظیم امتحان سے گزرا ہے۔ اور آپ سب نے قید و بند میں ثابت قدم رہ کر اور قوم نے دشمن کو پسپا کر کے جو حوصلہ دکھایا ہے، اس سے ہم خدا کے اور نزدیک آ گئے ہیں مصیبت کے دن ختم ہو گئے ہیں۔ اور کوئی دشمن اس عظیم بہادر اور فاتح قوم کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھے گا۔ ہم آپ کی زیادہ سے زیادہ امداد سے دوبارہ آپ کو اپنے گھروں میں آباد کریں گے۔ اور آنے والوں کی قابلِ رحم حالت دیکھ کر میرا دل خون کے آنسو رو رہا تھا۔ میرے چاروں طرف زرد اور پژمردہ چہرے گھوم رہے تھے۔ یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے آنے والے سب لوگوں کے جسموں سے خون کا آخری قطرہ تک نچوڑ لیا گیا ہے۔ پھٹے ہوئے میلے کپڑے جو حراست کے دن وہ اپنے گھروں میں ہی پہنے ہوئے تھے، آج چھ ماہ کے بعد بھی ان کے جسموں سے چپکے ہوئے تھے۔ اس مدت میں نہ تو ان کے بال ترشوائے گئے، نہ ہی ان کی داڑھی منڈائی گئی ۔۔۔ وہ بھوکوں مارے چلتے چلتے لڑکھڑا جاتے تھے۔

بیگم گلناز جلیل کو جو خواتین کی استقبالیہ کمیٹی کی انچارج تھیں، مست پور اسکول کی ہیڈ مسٹرس صدیقہ جو اس قافلہ کے ساتھ آئی تھیں، بتا رہی تھیں کہ ان کے سارے گاؤں کے مردوں اور عورتوں کے بازو پشت پر باندھ دیئے

گئے تھے۔ اور انسانیت کے تقاضوں کو بالائے طاق رکھ کر یاسب کو بھیڑ بکریوں کی طرح ہانک کر سنگینوں کے سائے میں جموں لے جایا گیا۔ پھر سانبہ جیل میں رکھا گیا۔ وہاں مردوں اور عورتوں کو الگ الگ کر دیا گیا۔ اس کے بعد انبالہ اور دہلی کی جیلوں میں رکھنے کے بعد راجستھان کے دیوی کیمپ میں نظر بند کر دیا گیا۔ آپ نے بتایا کہ کھانے کو بھوسہ ملی روٹی، اور جانوروں کے چارہ کا ساگ دیا جاتا جس کا ایک لقمہ بھی نگلنے کو دل نہ چاہتا تھا۔

اس قافلہ میں مست پور سکول کے ہیڈ ماسٹر منظور احمد بھٹی بھی تھے جو اپنے کنبہ کے پچیس افراد کے ساتھ واپس آئے تھے۔ انہوں نے بتایا کہ ایام اسیری میں ان کے شیر خوار بچے دودھ کے لئے بلکتے تھے۔ ضعیف و ناتواں بوڑھوں کے ساتھ نہایت بہیمانہ سلوک کیا گیا۔ کئی جوانوں کے اعضا ان کے سامنے معمولی باتوں کا بہانہ کر کے سنگینوں سے کاٹ دیئے گئے۔ انہوں نے کہا کہ ہم اس بات کا کبھی تصور بھی نہیں کر سکتے تھے کہ ہندوستانی بھیڑیے اچانک نہتے لوگوں پر کبھی اس طرح حملہ آور ہوں گے۔ اور ان کے دوستوں اور عزیزوں کے ان کے سامنے ٹکڑے کر دیئے جائینگے۔ آنے والوں میں بیشتر قید کے دوران مختلف قسم کی تکلیفوں اور فاقوں کے باعث دماغی توازن کھو بیٹھے تھے اور کئی مہلک امراض میں مبتلا ہو گئے تھے۔ اتنے میں بیگم جلیل نے شادی کمیٹی کے گودام سے عورتوں کے نئے کپڑے منگوا لئے تھے جو ان سب عورتوں کو پہنا دیئے گئے۔ پھر انہیں پورن نگر سنٹر میں لے جا کر پلاؤ وغیرہ کھلانے کے بعد سب کے راشن کارڈ بنائے گئے۔ رضائیاں، بستر، برتن اور دوسری اشیاء دے کر اپنے عزیزوں

کے ہاں جانے کے لئے رخصت کر دیا گیا۔

دوسرے قافلے کے استقبال اور ان کی دیکھ بھال کے لئے چوہدری محمد جلیل سٹی مجسٹریٹ نے دوسرے ہی دن اپنے کورٹ روم میں محکمہ سول ڈیفنس اور دوسرے متعلقہ افسران کی ایک میٹنگ طلب کر لی۔ آپ نے کہا کہ بھارتی قید وبند میں اسیری کے دن کاٹ کر آنے والے ساری قوم کی ہمدردیوں کے مستحق ہیں۔ ان پر یہ مصیبت اپنے کسی جرم کی پاداش میں نہیں آئی۔ بلکہ وہ قوم پر مردانہ وار نثار ہونے کے لئے اپنے اپنے علاقوں میں سینہ سپر ہو گئے۔ اور اچانک حملہ کی وجہ سے نہتے ہونے کے باعث گرفتار کر لئے گئے۔ آپ نے تاکید کی کہ ان کی ہر قسم کی طبی، مالی، اور رہائشی امداد کے لئے تمام سہولتیں مہیا کرنے کے انتظامات کئے جائیں۔

دوسرا قافلہ ۵۰۰ سے زاید افراد پر مشتمل حسینی والا بارڈر کے راستے سے لاہور پہنچا تھا۔ انہیں رنگ محل مشن اسکول میں ٹھہرایا گیا۔ اور بعد میں ان میں جو لوگ سیالکوٹ کے علاقوں کے تھے، انہیں بسوں کے ذریعے سیالکوٹ روانہ کر دیا گیا۔ اور شہر میں ایک دم اس کی خبر ہو گئی کہ آج قافلہ چھ بجے گورنمنٹ سکول میں پہنچیگا۔ وقت سے پہلے ہی ہزاروں کی تعداد میں لوگ سکول میں جمع ہو گئے۔ ڈپٹی کمشنر چوہدری محمد صدیق اور سٹی مجسٹریٹ چوہدری جلیل کے علاوہ آج محکمہ صحت کا عملہ سول ڈیفنس کا عملہ اور شہری رضا کار بھاری تعداد میں پہنچ چکے تھے۔ عین وقت پر بسوں میں لوگ نعرے لگاتے ہوئے آ گئے۔ وہ خوش تھے کہ آج اپنے وطنِ عزیز میں اپنی قوم کے درمیان آ گئے ہیں۔ یونہی وہ بسوں سے اترے اپنے لواحقین اور عزیزوں دوستوں کو دیکھ کر دھاڑیں مار مار کر رونے لگے۔ اور دردناک چیخ وپکار

دشمن کی قید سے واپس آئی ہوئی خواتین مقامی معلمات کی نگرانی میں

بیگم گلناز جلیلی، جنگی متاثرہ خواتین میں کھانا تقسیم کر رہی ہیں۔

جنگی متاثرہ خواتین روزمرہ ضروریات کی چیزیں وصول کرنے کے لئے جمع ہیں۔

سننکہ کوئی آنکھ ایسی نہ تھی جو پرنم نہ ہوتی۔ بسوں سے مردوں کو شہری رضاکار، اور سکول کے طلباء و اساتذہ اور شہری افسران بڑے احترام و عقیدت سے اتار رہے تھے اور عورتوں کی دلجوئی اور سہارا کے لئے بیگم جلیل پیش پیش تھیں۔ ان کے ہمراہ ڈسٹرکٹ انسپکٹرس آف اسکولز مس زبیدہ یوسف، مس عنصر منیر، مس خواجہ، مس قریشی، مس فرخندہ اور مس چوہدری ــــ سبھی موجود تھیں۔ علاوہ ازیں مس ممتاز ملک ہیڈ مسٹرس لیڈی اینڈرسن سکول، بیگم وحیدہ نور سکینہ اور شہر کی معروف سماجی کارکن اور اپوا کی ارکان خواتین بیگم خواجہ صفدر، بیگم افضل خان اور سوشل ویلفیئر کی خواتین بھی موجود تھیں۔ یہ سب معزز خواتین آنے والی عورتوں کو سہارا دے دے کر بسوں سے اتار رہی تھیں۔ اور میں دیکھ رہا تھا کہ آج آنے والی عورتیں اتنی کمزور اور لاغر تھیں کہ وہ بغیر سہارا چل بھی نہ سکتی تھیں۔ وہ بسوں سے اترتے ہی کھوئی کھوئی نظروں سے اپنے لواحقین کو چاروں طرف ڈھونڈتیں۔ اور جب انہیں اپنا کوئی عزیز دکھائی دیتا تو ان کی ملاقات کا دردناک منظر دیکھا نہ جاتا۔ آج سب کی آنکھوں سے ساون بھادوں کی جھڑیاں جاری تھیں۔ جن عورتوں اور مردوں کو اپنے عزیزوں کے شہید ہو جانے کا یہاں آکر پتہ چلا، ان کی حالت بیان سے باہر تھی۔ وہ بیشک شہید ہو گئے تھے، اور شہید مرا نہیں کرتے مگر وہ عزیز جن کی جدائی ایک پل کے لئے بھی کسی کو گوارا نہ ہو، اس طرح چھن جاتے تو اس کا صدمہ کس کی برداشت میں ہے۔ اس عارضی جدائی پر آج بے بہا آنسو بہائے جا رہے تھے۔ اور آج کوئی پتھر دل انسان بھی اپنے آپ پر قابو نہیں رکھ سکتا تھا۔ غم دکھاوے کی چیز نہیں، اور اس کا احساس تو اس وقت ہوتا تھا جب آنے والوں سے کوئی ان کے حالات

پوچھتا، ان کے زخمی احساس تازہ ہو جاتے اور اپنے عزیزوں کی ابدی جدائی سے ان کا احساس محرومی شدید تر ہو جاتا۔ میرے ایک اخبار نویس دوست نے ایک عورت کے انٹرویو کے لئے ایک کارکن خاتون سے کہا کہ اسے اندر لے چلو میں کچھ باتیں کروں گا۔ وہ عورت کچھ مخبوط الحواس سی تھی گویا اس پر غم کے پہاڑ ٹوٹے ہوں اخبار نویس کو قریب دیکھ کر وہ قہر و غضب سے اس پر ٹوٹ پڑی۔ وہ چلائی — تم بھی میرے پیچھے آ گئے ہو۔ میں اب اندر نہیں جاؤں گی۔ تم نے اتنے دن اندر رکھ کر میرے پاس کیا چھوڑا ہے۔ میرا سب کچھ چھین لیا ہے تم نے اور پھر وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگ گئی۔ اور اپنے قریب کھڑی کارکن خاتون کی قمیض پکڑ کر کہنے لگی — یہ پاکستان ہے۔ تم تو کہتے تھے کہ اب ہم پاکستان جا رہے ہیں۔ یہ اگر پاکستان ہے تو مجھے اندر کیوں جانے کے لئے کہتے ہیں۔ میں نہیں جاؤں گی اب اندر — اب مجھ میں طاقت نہیں ہے۔ اور یہ کہہ کر اس نے اپنے بال نوچ لئے اور خاتون کارکن آگے بڑھی، اس نے نفسیاتی تجزیہ سے اس کا دکھ جان لیا تھا۔ اس نے بڑی ہمدردی سے اس کی ہمت افزائی کی اور بڑے پیار و شفقت سے بتایا کہ یہ تو تمہارے گھر کا اندر ہے جہاں تم خود رہا کرتی تھیں۔ اندر تمہارے بھائی ہیں، تمہاری ماں ہے، تمہارا باپ ہے اور یہاں کوئی غیر نہیں آئے گا، تمہیں کوئی دکھ نہیں دے گا میرا اخبار نویس دوست اس صورتِ حالات سے سخت گھبرا گیا تھا۔ اور میں پاس کھڑا اس عورت کے حقیقی دکھ کی حقیقت کے احساس سے خون کے گھونٹ پی کر رہ گیا۔ مجھ پر سکتہ طاری ہو گیا تھا اور میں یہ سوچ رہا تھا کہ یہ عورت اہنسا کے ان پجاری برہمن درندوں کے دیس سے آئی ہے جن کے مذہب میں ایک چیونٹی کو بھی نقصان

پہنچانا حرام سمجھا جاتا ہے۔ پھر کچھ عورتوں نے ایسے ہی رونگٹے کھڑے کر دینے والے قصے بیان کئے۔ ایک خاتون نے تُلسی پور کے ایک معزز گھرانے کی لڑکی کی داستان بیان کرتے ہوئے کہا کہ ہر روز ہندو، نیپالی اور مرہٹے بھارتی درندے اس کی بولی لگاتے تھے اور اس سے انسانیت سوز سلوک کرتے تھے۔ اس نے بتایا، کہ پانچسو روپے سے اس کی بولی شروع ہوئی۔ اور بالآخر ایک مسلمان آفیسر کو اس کی خبر ہوئی تو اس سے برداشت نہ ہو سکا۔ اس نے دو ہزار روپے میں اس کی بولی دے کر اسے حاصل کر لیا اور کیمپ میں بھجوا دیا۔ ان عورتوں نے سکھ سپاہیوں کی تعریف کی اور کہا کہ وہ جہاں کہیں پہرے پر ہوتے ___ کہتے ___ تم ہماری عزت ہو، تم پر دراز دستی کرنے والے ہماری لاشوں پر سے گزر کر آئینگے۔ نورا گاؤں کی ایک لڑکی کلثوم نے جس کے والد کا نام خادم علی ہے بتایا کہ اُن کے گاؤں کے لوگوں کو حصار جیل میں رکھا گیا تھا۔ اور انہیں جو کھانا دیا جاتا تھا وہ بدبودار ہوتا تھا جس کی طرف دیکھا نہ جاتا تھا۔ چائے میں گندگی ہوتی تھی اور صبح و شام کھانے کو صرف ایک چھان ملی روٹی ملتی تھی، اور تھوڑا سا پانی، جس سے نہ بھوک مٹتی نہ پیاس بجھتی ـــــ

باجوڑہ گڑھی کی ایک عورت صفدر بی بی نے بتایا کہ جیل میں بہت عورتوں کے ہاں بچے پیدا ہوئے جو ماؤں کے فاقوں کی وجہ سے اکثر پیدا ہوتے ہی فوت ہو گئے یا پھر اس قدر کمزور پیدا ہوئے کہ ان کے اعضا میں تناسب نہ تھا۔ اس نے بتایا کہ ان کو طبی امداد بھی مہیا نہ کی جاتی تھی۔ اور نہ ہی دودھ وغیرہ دیا جاتا تھا۔ اس نے بتایا، کہ دہلی میں عورت قیدیوں کی نمائش بھی کی گئی۔ اور انہیں رسوا کیا گیا۔ ہندو عورتیں ان کے بال نوچتی تھیں۔ اس نے بتایا کہ جیل میں روٹی کے ساتھ چارہ کاٹنے کی

مشین سے جانوروں کا چارہ کاٹ کر اور اس میں گوبھی کے ڈنٹھل ملا کر نمک مرچ لگا کر کھانے کے ساتھ دیا جاتا تھا۔ کنگرا گاؤں کے ایک شخص عبداللہ نے بتایا کہ بھارتی درندے نوجوان لڑکوں کو بیماری سے بچنے کے بہانے سے ٹیکہ لگاتے تھے۔ اور جن جن کو ٹیکہ لگتا تھا وہ دوسرے دن زندہ نہ بچتا تھا۔ اس طرح اسیروں میں تمام نوجوان لڑکے ہلاک کر دیئے گئے تھے۔ اس کے علاوہ اس نے بتایا کہ ایک دن دو نوجوانوں کو بھارتیوں نے جے ہند کا نعرہ لگانے کے لئے کہا مگر ایک نے جوش و جذبہ میں آکر نعرۂ تکبیر کہا اور دوسرے نے اللہ اکبر کی آواز بلند کی تو اسی لمحہ فوجیوں کی گولی ان کے سینے سے پار ہو گئی۔ ایک دوسری عورت نے بھارتیوں کے وحشتناک سلوک کی داستان بیان کرتے ہوئے کہا کہ اس کا خاوند، ساس اور سسر تھے مگر سپاہیوں نے انہیں الگ الگ کمروں میں ڈال دیا۔ اور کچھ دیر بعد ایک فوجی نے آکر دست درازی کرنی چاہی مگر اس نے بتایا کہ وہ ایک شیرنی کی طرح جھپٹی اور اسے زخمی کر دیا۔ پھر ایک اور فوجی نے آتے ہی بالوں سے پکڑ کر گھسیٹا اور دیوار سے جا ٹکرایا۔ اس نے بتایا کہ اس سے ہاتھا پائی میں بھی اس نے فوجی پر قابو پا لیا۔ اور جب وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوا تو اسے دوسرے کمرے میں جہاں سرکنڈوں کا ایک ڈھیر لگا ہوا تھا، دھکا دے کر اسے گرایا اور خود کمرہ بند کر کے بھاگ گیا۔ اس نے آنسو بہاتے ہوئے کہا کہ اس کے سارے جسم میں سرکنڈے پھنس کر ٹوٹ گئے تھے اور درد سے اس کی حالت غیر ہو گئی تھی اور وہ گھنٹوں بیٹھ کر سرکنڈے نکالتی رہی اور روتی رہی۔ اس نے بتایا کہ دوسرے دن ہم سب کو کٹھوعہ جیل میں لے جا کر بند کر دیا گیا۔ میرے چاروں طرف بھارتی بربریت اور ظلم و ستم کی منہ بولتی تصویریں تھیں۔ اب موضع کجل

کا ایک شخص ابراہیم مجھے اپنے ہاتھ دکھا رہا تھا۔ اس کی ہر انگلی پر زخم تھے۔ اس نے بتایا کہ اس کے سب ساتھی مردوں کے ناخنوں میں کیل ٹھونک دیئے گئے تھے اور کئی دن سارے نوجوان ساتھی تکلیف کی تاب نہ لاکر بیہوش رہے۔ اس نے بتایا کہ ابھی تک اس کے زخم اچھے نہیں ہوئے ہیں۔ بگیاں کی ایک نوّے سال کی ضعیف عورت سردار بی بی نے کہا کہ ان کے قافلے میں تمام مردوں اور پانچ سال سے زاید عمر کے بچوں کو ان کی ماؤں سے جدا کر دیا گیا تھا۔ اس نے کہا کہ وہ منظر جبکہ بچوں کو ماؤں سے چھینا جا رہا تھا اور مردوں کو دھکے دے کر الگ کیا جا رہا تھا، میں زندگی میں کبھی نہیں بھول سکتی۔ سردار بی بی نے بتایا کہ اس کی شادی گاؤں کے نمبردار سے ہوئی جو فوت ہو گیا اور جس سے ایک لڑکا اللہ دین ہے۔ اس کی دوسری شادی محمد شفیع سے ہوئی جس سے ایک لڑکا محمد نذیر اور ایک لڑکی ہے اسے اپنے خاوند، دونوں لڑکوں اور لڑکی کا کوئی علم نہیں۔ اس بے سہارا عورت کو مقامی لیڈی اینڈرسن سکول کی ہیڈ مسٹرس مس ممتاز ملک اپنے سکول کے ہوسٹل میں لے گئیں کہ جب تک اس کے عزیز نہیں ملتے اسے وہاں ہی رکھا جائے گا۔ اب شام ہو رہی تھی۔ سرکاری طور پر مہمانوں کے لئے پلاؤ اور زردہ وغیرہ پکایا گیا ہوا تھا۔ میں نے اسکول میں ایک پلاؤ کی دیگ باہر سے بھی آتی دیکھی۔ معلوم ہوا کہ یہ ایک نیک دل خاتون بیگم لودھی نے ان آنے والوں کی محبت میں سرشار ہو کر اپنے خلوص اور ہمدردی کا ایک نذرانہ بھیجا تھا۔ اور یہ نذرانہ ایک بیگم کی طرف سے نہ تھا، روزانہ کئی گھروں سے ایسے نذرانے آ رہے تھے۔ میری نظریں جونہی ڈپٹی کمشنر چوہدری صدیق، تقی الدین پال اے۔ ڈی۔ ایم، اور چوہدری جلیل سٹی مجسٹریٹ کے چہروں پر

پڑیں۔ مجھ سے دیکھا نہ گیا۔ وہ بھی المناک داستانیں سن کر غم کی تصویر بنے تھے۔ وہ ہر ایک کی ڈھارس بندھا رہے تھے ـــ سب کو گزرے دنوں کے دکھ بھول جانے کی تلقین کر رہے تھے۔

شہری رضاکاروں نے محبت بھرے جذبات سے مہمانوں کی خوب خدمت کی اور عورتوں کی خاطر و مدارات میں، بیگم جلیل، مس زبیدہ یوسف، مس ممتاز ملک، اور دوسری سب خواتین نے مہمان نوازی کا حق ادا کر دیا۔ پھر ان سب کے راشن کارڈ مفت راشن کے لئے بنائے گئے۔ اور ان میں بستر، رضائیاں، کپڑے، برتن، وغیرہ تقسیم کئے گئے۔ دوسرے دن صبح ہی صبح منہ اندھیرے مس یوسف ڈسٹرکٹ انسپکٹرس آف اسکولز چھوٹے بچوں کے لئے تازہ دودھ اور بسکٹ اور عورتوں کے لئے نہانے اور کپڑے دھونے کا صابن اور کنگھیاں لے کر اپنی تمام اے۔ ڈی آئیز خواتین کے ساتھ پھر آگئیں۔ انہوں نے ایک ایک عورت کے پاس بیٹھ کر اس کی دلجوئی اور ہمت افزائی کی باتیں کیں۔ ان کو نہلایا دھلایا اور یہ احساس دلایا کہ ان کا غم سب کا غم ہے۔ وہ برابر ان کے دکھ درد میں شریک ہیں۔

تیسرا قافلہ اب اگلے روز ۳۲۵ آدمیوں کا اور آگیا۔ اس قافلے کے زیادہ لوگ اپاہج تھے، بوڑھے اور ضعیف تھے۔ ان میں غیر مسلم بھی آئے تھے۔ کئی عورتیں اور مرد ایسے بھی تھے جن کو گولیاں لگی تھیں اور ان کے نشان ابھی تک باقی تھے۔ ان کے استقبال میں آج بھی وہ تمام سرکاری افسران اور سماجی کارکن خواتین موجود تھیں جنہیں گذشتہ روز بھی میں نے دیکھا تھا۔ وہ سب آج بھی اسی انہماک اور ہمدردی سے مہمانوں کے سارے کام سرانجام دے رہے تھے۔ آج بھی دکھ اور درد کی دہ

فضا تھی، اسی طرح در و دیوار سوگوار تھے اور اسی چاہت و عقیدت سے ان کے راشن کارڈ بن رہے تھے اور ان میں کپڑے، بستر، برتن تقسیم ہو رہے تھے۔ کھانے میں آج بھی پہلے دنوں کی طرح سرکاری طور پر اعلیٰ انتظام تھا اور ان لوگوں کو آج مہینوں بعد پیٹ بھر کر کھانا نصیب ہوا تھا۔

میں سوچ رہا تھا یہاں دکھ درد کی ایک کہانی نہیں ایک ہزار ایک کہانیاں ہیں ہر ایک کی کہانی مختلف ہے، ہر ایک کا دکھ مختلف ہے۔ ہر کہانی میں بھارتی درندے جارحیت اور تشدد کے گھناؤنے روپ میں نظر آ رہے تھے۔ اب مجھ میں اور لوگوں سے ملنے کی اور ان سے باتیں کرنے کی ہمت نہیں رہی تھی۔ میں دور خلاؤں میں گھورتے ہوئے اپنے اس خدائے عظیم سے ہمکلام ہو گیا تھا جس کے قبضہ قدرت میں ہماری سب کی جان ہے۔ میں گویا تھا۔۔ اے خدا! تو جو رحیم و کریم ہے تو بڑی عظمت و حکمت والا ہے، تو نے زمین و آسمان، چاند اور ستارے بنائے ہیں، تو نے یہ ساری مخلوق پیدا کی ہے، تیرے نام لیوا تیرے نام کی برتری کے لئے، تیرے نام کی عظمت کے لئے، تیرے نام کو زندہ رکھنے کے لئے دعوے کے میں وحشت و بربریت کا شکار ہو گئے تھے۔ کفار نے رات کے اندھیرے میں تیرے نام کو مٹا دینے کے لئے شبخون مارا تھا، مگر تیرے جاں نثاروں نے تیرے نام پر آنچ نہیں آنے دی اور دنیا میں تیرے وقار اور تیری سربلندی کو ثابت کر دیا۔ تیرے وجود کو تسلیم کرا لیا گیا تو ان پر کئے گئے ظلم کا بدلہ نہیں لے گا۔
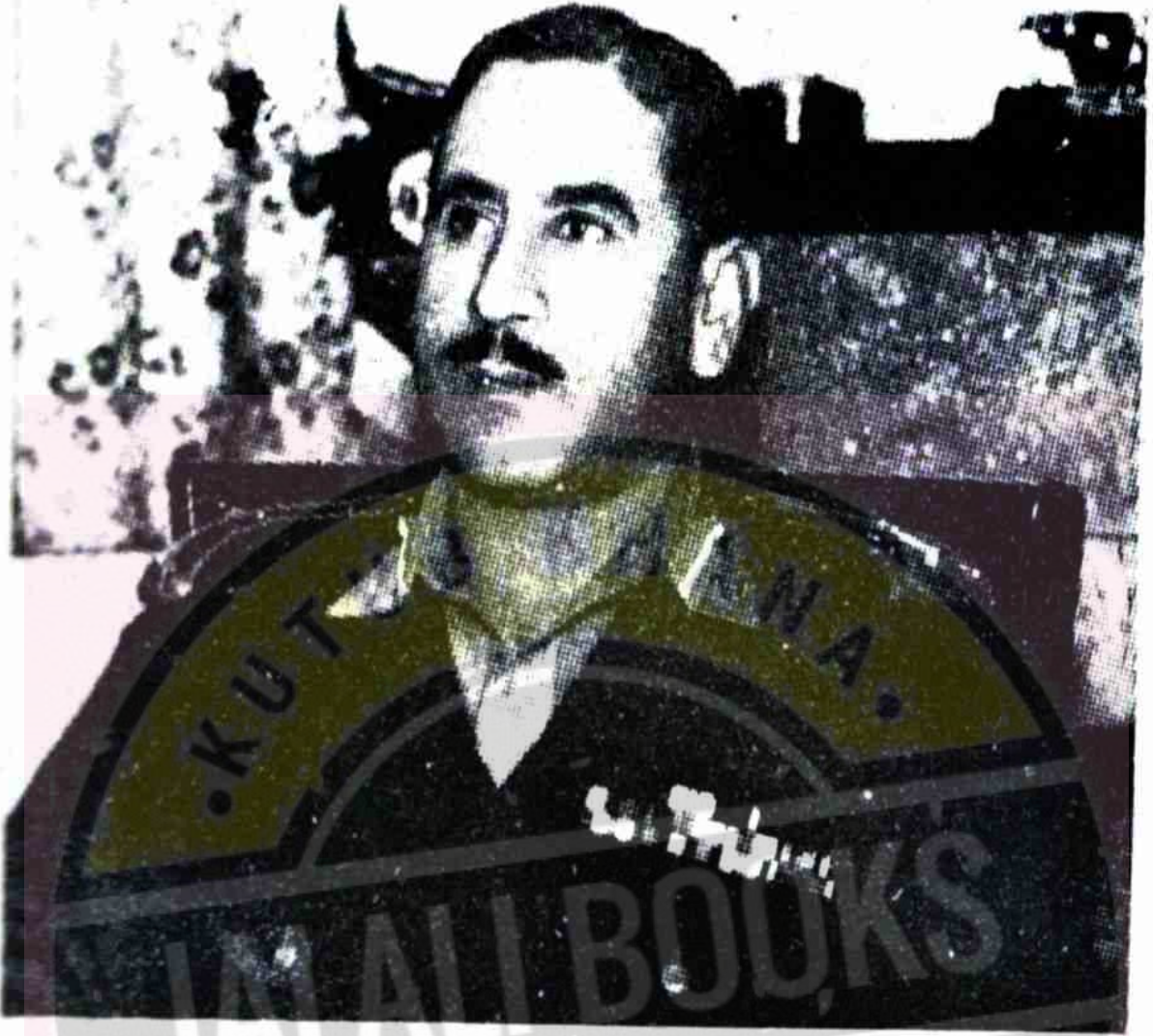
جنرل ٹکا خان۔ پبلک سکول کے طلبا کے ساتھ۔
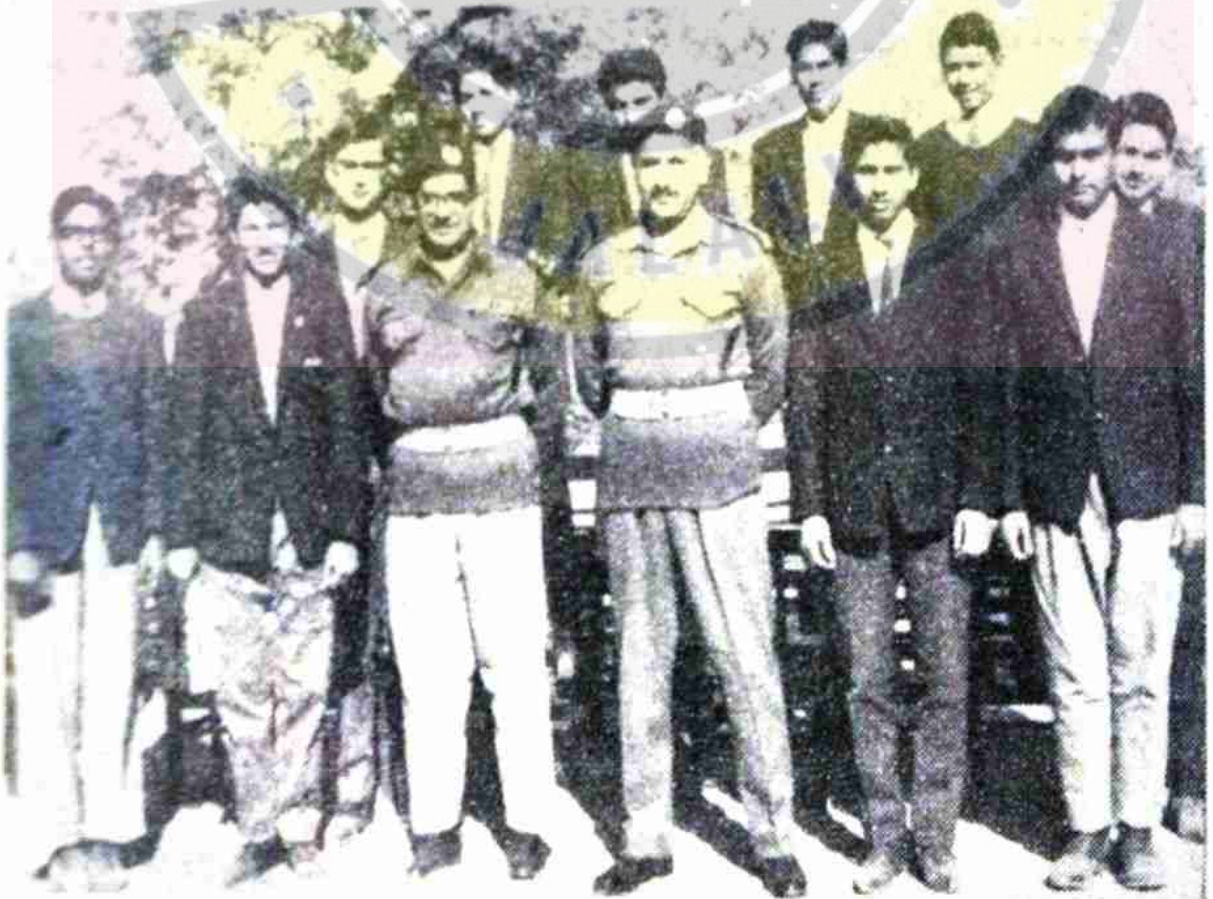
میجر جنرل ٹکا خان

سیالکوٹ جب آزمائش کی گھڑی میں آگ اور خون کا دریا بن گیا تھا، پاک فوج کے جوان اپنی ہتھیلیوں پر جانیں رکھ کر دشمن کا سر کچل دینے کے لئے سرگرمِ عمل تھے تو اچانک جنرل ٹکا خان کی سیالکوٹ میں آمد کی سرگوشیاں سیالکوٹ کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک عزم اور مسرت کی بنیاد بن گئیں۔ لوگوں کے چہروں پر پھیلی ہوئی نقوش کی ہر پرچھائیں طمانیت میں ڈھل گئی۔ اہل سیالکوٹ کے پاؤں جم گئے۔ جنرل ٹکا خان جس راستے سے گذرے، عورتوں، مردوں اور بچوں نے ایڑیاں اٹھا اٹھا کر اس سمت کو دیکھا۔ اور ہر راستے پر نعرۂ تکبیر اللہ اکبر، اور جنرل ٹکا خان زندہ باد اور پاک فوج زندہ باد کے نعرے فضا میں مسلمانوں کی جرأت و ایمان کی قندیلیں روشن کر دیتے۔ میجر جنرل ٹکا خان کا نام تاریخ اسلام کے ان جرنیلوں کی روایتی بہادری کی علامت بن چکا ہے جنہیں بیان کرتے ہوئے لوگوں کے حوصلے بلند ہو جاتے ہیں اور قومی کردار شجاعت کا نشان بن جاتا ہے

پاکستان پر بھارت کے وحشیانہ حملہ سے بہت پہلے جب رَن کچھ کے میدان میں بھارتی فوجیں لاشوں کا انبار چھوڑ کر پسپا ہوئیں تو چاٹگام سے پشاور تک جنرل ٹکا خان کا نام عوام میں عقیدت و محبت کا مرکز بن گیا۔ اور ایسی کہانیاں سنائی دینے لگیں، جن کا مرکزی کردار ٹکا خان تھے۔ جہاں کہیں بھی رَن کچھ کی لڑائی کا ذکر ہوتا۔ ان کا نام ضرور لیا جاتا۔ اور پر جوش عوام عقیدت و احترام کا اظہار کرتے ہوئے کہتے جنرل ٹکا بڑا بہادر ہے اور یہ نام سُنکر بھارتی فوجوں پر تو لرزہ طاری ہو جاتا۔

وہ اپنے سپاہیوں کے دوش بدوش لڑتے ہیں اور دشمن کی فوجوں کو گھیرے میں لے کر تباہ و برباد کر دیتے ہیں۔ وہ رن کچھ میں شدید زخمی ہو گئے تھے لیکن پھر بھی محاذ پر ڈٹے رہے۔

جب بھارت نے اچانک لاہور پر حملہ کر دیا، اور سرحدوں پر خون ریز جنگ شروع ہو گئی تو جنگ کے دوسرے روز ہی لاہور کے بڑوں بچوں میں یہ بات مشہور ہو گئی کہ ٹکا خان لاہور آ گئے ہیں۔ چنانچہ اس روز جنگ کا پانسہ پلٹ گیا۔ دشمن پیچھے ہٹ گیا۔ اس شکست کا بدلہ لینے کے لئے بھارت نے سیالکوٹ پر حملہ کر دیا۔ اور جنرل ٹکا خان اب سیالکوٹ میں دشمن کا سر کچلنے کے لئے پہنچ گئے تھے۔ جنرل ٹکا خان کا نام جہاں پاکستانی عوام کے عزم و حوصلہ میں استحکام کا نقیب تھا۔ وہاں بھارتی عوام کے دلوں میں دہشت بن کر بیٹھ چکا تھا۔ بھارتی فوجی قیدی بتاتے تھے کہ جنرل ٹکا خان کو زندہ یا مردہ گرفتار کرنے والے کے لئے بھارتی حکومت نے دس لاکھ روپے کے انعام کا اعلان کر رکھا تھا۔ سیالکوٹ پر بھارت کے حملہ پر تبصرہ کرتے ہوئے یورپ کے فوجی ماہرین نے کہا کہ سیالکوٹ ناقابلِ تسخیر

ہے۔ کیونکہ اس کا دفاع جنرل ٹکا کر رہے ہیں۔

میجر جنرل ابرار حسین (ہلالِ جرأت)

میجر جنرل ابرار حسین ہلالِ جرأت کو دشمن کے اس بڑے حملے کو روکنے، اور دشمن کو تباہ کرنے کا کام سونپا گیا تھا۔ جس کا سیالکوٹ اور چونڈہ کے درمیان اس نے آغاز کیا تھا۔ یہ حملہ دشمن نے ایک پورے بکتر بند ڈویژن، ایک پہاڑی ڈویژن اور ایک پیدل ڈویژن کے بہترین حصہ کے ساتھ کیا تھا۔ دشمن کا مقصد ہر قیمت پر پاکستانی افواج کی مورچہ بندی کو توڑنا تھا جس کے لیے اس نے اپنے تمام تر وسائل اس محاذ پر جھونک دیئے۔ میجر جنرل ابرار حسین نے نہ صرف دشمن کو مؤثر طریقہ سے اس علاقہ میں روکا بلکہ اپنی کاری ضربیں لگا کر اس کے حملہ کی طاقت ختم کردی۔ اور اس کی قوت پاش پاش کردی۔ دشمن کی یہ زبردست تباہی انہی کی رہینِ منت ہے اور اس کی جارحانہ قوت کو کچل دینے کا سہرا انہیں کے سر ہے۔ انہوں نے نہایت بہادری، بہترین منصوبہ بندی، غیر معمولی قیادت، اعلیٰ صلاحیت اور عزمِ صمیم کے ساتھ اپنا کام پورا کیا۔ اور یہ عظیم معرکہ سر کیا اور کامیاب و کامران رہے۔ انہوں نے دشمن کے دانت کھٹے کر دیئے۔ ان کی دلیری، ہمت اور فرض سے اس دشوار کام میں بہترین کارکردگی کے باعث فوری طور پر انہیں ہلالِ جرأت کا اعزاز دیا گیا۔

بیگم جنرل ابرار حسین بھی اس دوران قومی خدمات میں انتہائی جرأت کا مظاہر

کرتے ہوئے پیش پیش رہیں۔ جب تمام فوج محاذ کی جانب کوچ کر گئی تو نوشہرہ چھاؤنی میں جہاں وہ ان دنوں مقیم تھیں، صرف عورتیں ہی عورتیں رہ گئیں۔ ڈویژن کے افسروں، جونیئر کمیشنڈ افسروں اور جوانوں کی بیویاں اچانک اپنے مردوں کے اس طرح چلے جانے سے ہراساں ہو گئیں۔ اور یہ بالکل قدرتی بات تھی۔ چنانچہ آپ نے اِن خواتین کی ہمت بڑھانے اور انہیں مصروف رکھنے کے لئے فوراً عملی کام شروع کر دیا۔ انہوں نے تمام خواتین کو کلب میں مدعو کیا اور انہیں بتایا کہ اس قسم کے حالات میں مسلمان خواتین کے فرائض کیا ہونے چاہئیں، اور ماضی میں مسلمان عورتوں نے حالتِ جنگ میں جو شاندار کارنامے انجام دیئے ہیں ہمیں ان کو اپنے لئے کس طرح مشعلِ راہ بنانا چاہیئے۔

بیگم ابرار حسین نے رضا کار خواتین کے گروپ بنائے۔ ان خواتین کا کام تھا، کہ وہ افسروں اور جوانوں کے گھروں میں جا کر ان عورتوں اور بچوں کی دیکھ بھال کیا کریں جن کے سرپرست محاذِ جنگ پر ملک کی حفاظت کا فرض ادا کر رہے تھے۔ اس تحریک سے تمام خواتین میں زندگی کی نئی اور پُرعزم لہر دوڑ گئی۔ اور وہ سب ہی مجاہدین اور کشمیری مہاجرین کے لئے کپڑے، بستر اور ادویات وغیرہ کی فراہمی میں انکا ساتھ دینے لگیں۔ آخر وہ دن آگیا جب سیالکوٹ کے محاذ پر ٹینکوں کی تاریخی جنگ لڑی گئی۔ جنگ کی شدت میں روز افزوں اضافہ ہو رہا تھا۔ چنانچہ آپ نے اپنی رضا کار خواتین کے ساتھ اپنی خدمات فوجی ہسپتال کو پیش کر دیں۔

بیگم ابرار حسین نے جنگ سے متعلق اپنے تاثرات بتلاتے ہوئے کہا — میں نے اپنے شوہر کو بڑے حوصلے اور اطمینان کے ساتھ محاذِ جنگ کے لئے رخصت کیا

میجر جنرل ابرار حسین

ہلال جرأت

بریگیڈیئر عبدالعلی ملک

ہلال جرأت

میجر مسعود اختر کیانی

ہلال جرأت

کیپٹن حمید اللہ سنبل

ہلال جرأت

تھا۔ کیونکہ مجھے معلوم تھا کہ وہ اپنے ملک کے دفاع کے عظیم مقصد کو دل میں لئے اپنا فرض ادا کرنے جا رہے تھے۔ آپ نے کہا، مجھے فخر ہے کہ اس جنگ میں سب سے پہلا ہلالِ جرأت میرے شوہر کو عطا کیا گیا مجھے فخر ہے کہ چونڈہ اور ظفروال کے علاقے میں ہونے والی ٹینکوں کی سب سے بڑی خوفناک تاریخی جنگ میں وہ کامیاب کمانڈر ثابت ہوئے۔

بریگیڈیئر عبد العلی ملک (ہلالِ جرأت)

۷ستمبر کو فضا میں طیاروں کی گڑگڑاہٹ سنائی دی۔ اور ساتھ ہی توپوں کے دھماکوں سے سرزمین سیالکوٹ لرز اٹھی۔ بھارت نے جموں کی طرف سے اپنی ساری فوج کو چونڈہ کے مقام پر لڑائی میں جھونک دیا۔ اور چونڈہ مغربی پاکستان سے کٹ گیا۔ تمام مواصلاتی ذرائع ختم ہو چکے تھے۔ ۱۲ستمبر تک یہی عالم رہا۔ اور قصبہ دشمن کے گولوں کی زد میں آ چکا تھا۔ حفاظتی اقدامات کے تحت شہر خالی ہو رہا تھا۔ اور دوسری صبح تک چونڈہ دوسری جنگِ عظیم کے بعد ٹینکوں کی سب سے بڑی جنگ کا میدان بن گیا۔

سیالکوٹ کے کامیاب دفاع پر جن کمانڈروں اور جرنیلوں کو خراجِ عقیدت پیش کیا جاتا ہے۔ ان میں عبد العلی ملک کا ذکر ہمیشہ زندہ رہے گا۔ فوجی ماہرین جنگ کا کہنا ہے کہ اتنی زبردست گولہ باری میں کسی بھی فوج کے لڑنے کی صلاحیتیں جواب دے سکتی ہیں۔ لیکن بریگیڈیئر عبد العلی ملک نے کمال جرأتِ ایمانی سے اپنی

فوجوں میں فولادی عزم کے ساتھ قربانی کا جذبہ پیدا کر دیا تھا۔

بریگیڈیئر عبدالعلی ملک کا کارنامہ یہ ہے کہ اس نے عہدِ حاضر کے مہلک ترین ہتھیاروں سے مسلح بھارتی فوجوں کے ایک ڈویژن کے حملے کو روکا۔ اور اس ترتیب سے اپنے دستوں کی پوزیشنیں قائم کیں کہ دشمن چند گھنٹوں میں اس وہم میں مبتلا ہو گیا کہ وہ ایک زبردست فوج کے گھیرے میں آ چکا ہے۔ دونوں طرف زبردست گولہ باری جاری تھی۔ فضا دھماکوں سے گونج رہی تھی، کہ دشمن کے پاؤں اکھڑ گئے۔۔۔ اس کے چھ سو سپاہی موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے اور دشمن کی بھاگتی ہوئی فوج اپنے ہی سورماؤں کی لاشوں کو روندتی ہوئی چلی گئی۔

اس لڑائی میں بریگیڈیئر عبدالعلی ملک کے ایک بھی سپاہی کو خراش تک نہ آئی۔ پسرور کو چونڈہ سے جو سڑک ملاتی ہے اس کے پانچویں سنگِ میل پر دشمن نے قبضہ کرنے کی بار بار کوشش کی۔ دشمن کا جو دستہ حملہ آور ہو رہا تھا، اس کے کمانڈر سے بار بار کہا جاتا تھا کہ مہاویر چکر جو سب سے بڑا فوجی بھارتی اعزاز ہے، تمہیں پانچویں سنگِ میل پر مل جائے گا۔ لیکن یہ ترغیب بھی بے کار ثابت ہوئی۔ اور مہاویر چکر کی خواہش میں پاکستانی فوجوں سے ٹکرانے والا کمانڈر چکر کی حسرت دل میں لئے لقمۂ اجل بن گیا۔ اور پاکستانی بہادر فوج نے فسٹ انڈین آرمرڈ ڈویژن کو مکمل طور پر تباہ کر دیا۔ اس ڈویژن کو فخرِ ہند کے نام سے بھی پکارا جاتا ہے۔

بھارت کے "سیاہ ہاتھی" کے ٹکڑے بھی چونڈہ کے لئے تاریخی امتیاز کی حیثیت رکھتے ہیں۔ دشمن نے یہ فوج سیالکوٹ پر حملہ کرنے کے لئے جھانسی سے منگوائی تھی۔ لیکن پاکستانی بہادر فوجوں نے اس کے بھی پرخچے اڑا دیئے۔ اس محاذ

پر ۷، ۸ ستمبر کو رات کے دس بجے چاروہ اور معراجکے کی طرف سے حملہ کیا گیا تھا۔ دشمن نے اس حملہ میں ۵۰ ٹینک، توپخانہ کی ۴ رجمنٹیں اور ۶۵ ہزار پیدل فوج استعمال کی۔ پاکستانی فوج کے جانبازوں نے جن کی تعداد دشمن کے مقابلے میں بہت کم تھی، تمام رات دشمن کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ اور اسے اپنے مورچوں تک نہ آنے دیا۔ دوسری سمت پاکستانی فوجوں نے جوابی حملہ کیا۔ اور دشمن کو ۴، ۵ میل پیچھے دھکیل دیا۔ ۱۶ ٹینک تباہ کیے، تین پر قبضہ کر لیا۔ اور ایک ٹینک میں سے دشمن کے منصوبے کے متعلق اہم دستاویزات برآمد ہوئیں۔ جن کے مطابق ان کی پہلی منزل چونڈہ تھی۔ لیکن بریگیڈیئر عبدالعلی ملک کی جنگی صلاحیتوں نے اس کو سولہ روز کی زبردست جنگ کے باوجود اس منزل تک نہ آنے دیا۔ بریگیڈیئر عبدالعلی ملک نے اس جنگ کا تجزیہ کر کے کہا کہ بھارتی فوج کے ٹینکوں نے بھارتی فوج کے ساتھ وہی کچھ کیا۔ جو پورس کے ہاتھیوں نے اپنی فوج کے ساتھ کیا تھا۔ یہ ٹینک روشنی کے گولے پھینکتے تھے اور پھر گولیاں چلاتے تھے۔ مگر اس روشنی نے انہیں مغالطے میں ڈالا اور انہوں نے اپنے ہی فوجیوں کو ہلاک کر دیا۔ اس محاذ پر شکست خوردہ دشمن نے ایک مرتبہ پھر قسمت آزمائی کی۔ اور ۱۹ ستمبر کو رات کی تاریکی میں چونڈہ پر حملہ کر دیا۔ یہ حملہ بھی چار روز کی خوفناک جنگ کے بعد بُری طرح پسپا کر دیا گیا۔ اس لڑائی میں دست بدست جنگ بھی ہوئی۔ بہت گھمسان کا رن پڑا۔ اور صبح کو لاشیں شمار کی گئیں تو یہ کم و بیش چھ سو تھیں۔ جنہیں بھارتی فوج مسلسل آٹھ روز تک اٹھاتی رہی۔

بریگیڈیئر عبدالعلی ملک علم و ادب کا گہرا مطالعہ رکھتے ہیں، جنگ، امن، معاشیات مذہب، سائنس تاریخ، صحافت اور تعمیر نو کے علوم میں دسترس رکھتے ہیں۔

بریگیڈیئر امجد علی خان (ہلالِ جرأت)

چونڈہ سیکٹر میں ڈویژنل اپریشن کے دوران توپ خانہ کو رنے اپنی فوجوں کی نہایت مؤثر طریقہ سے اعانت کی. توپ خانہ کی مؤثر اعانت کے باعث ہی دشمن کی فوجوں کے زبردست حملے کا مقابلہ کر کے اسے بھاری نقصان پہنچاتے ہوئے پسپا کیا گیا. ٹینکوں اور بکتر بند گاڑیوں کی فولادی دیواروں کے پرخچے اڑانے کا سہرا بریگیڈیئر امجد علی خان کے سر ہے جن کی ذاتی مثال بہترین قائدانہ صلاحیتیں اور فرض سے دلی وابستگی کے سبب ہی سے نہ صرف دشمن کے حملے پسپا کیے گئے، بلکہ پورے دستے میں آخر دم تک لڑنے کا حوصلہ اور جذبہ پیدا کیا. اسی فرض سے غیر معمولی شغف اور بہادری کے عوض انہیں ہلالِ جرأت کا اعزاز دیا گیا. دشمن نے جیسے ہی اس محاذ پر حملہ کیا، پاکستانی گنرز بریگیڈیئر امجد علی خان کی قیادت میں ایک آہنی دیوار بنا کر کھڑے ہو گئے. اس سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ سارے گنرز بھارتی توپچیوں کے مقابلہ میں تربیت، مہارت اور کارکردگی کے اعتبار سے بہت بہتر ہیں. وہ زیادہ جرأت مندی سے دشمن کے مقابلہ میں مؤثر لڑائی لڑ سکتے ہیں۔

بریگیڈیئر امجد علی خان کا کہنا ہے کہ ہماری فتح خدا پر یقینِ کامل اور مادرِ وطن کی سلامتی کے لئے لڑنے کے پُر خلوص عزم کا نتیجہ ہے.

لیفٹیننٹ کرنل نثار احمد (ستارۂ جرأت)

چونڈہ کا دفاع کرنے والوں میں لیفٹیننٹ کرنل نثار احمد خان (ستارۂ جرأت)

کی زیرکمان ان کی رجمنٹ نے بھی بہادری کے کارہائے نمایاں دکھائے۔ انہوں نے دشمن کے ایک بکتربند دستے کو روکا۔ اور دشمن کی مسلسل گولہ باری کو برداشت کیا۔ اِن کی ذاتی دلیری اور بہادری کی مثال اور جراُت آمیز قیادت کے باعث انکی رجمنٹ ایک عمدہ مربوط جنگی مشین کی طرح لڑتی رہی اور دشمن کو ایسی خوفناک ضربیں لگائیں کہ اس کا زبردست نقصان ہوا۔ اس غیر معمولی بہادری کے کارنامہ پر ان کو ستارۂ جراُت کا اعزاز دیا گیا۔

لیفٹیننٹ کرنل چوہدری عبدالرحمٰن شہید

(ستارۂ جراُت)

پاکستانی فوج کے جاں باز، جاں نثار اور مجاہدینِ صف شکن نے اپنی جان کی بازی لگا کر صرف پاکستان ہی کا نہیں اہل اسلام کا وقار بھی دوبالا کر دیا ہے۔ اور ان مجاہدین نے جراُت، دلیری اور جاں نثاری کی جو نادر مثالیں قائم کی ہیں، اُن سے قرونِ اولےٰ کے کارناموں کی یاد تازہ ہو گئی ہے۔

پاکستان کے انہیں جیالے اور ہونہار نوجوانوں میں لیفٹیننٹ کرنل چودھری عبدالرحمٰن ستارۂ جراُت کا اسم گرامی بھی تاریخ پاکستان میں زریں عنوان کی حیثیت سے ہمیشہ زندہ و تابندہ رہے گا۔ آپ نے قائدِ ملت خان لیاقت علی خان کے زمانہ اقتدار میں بھی آزادی کشمیر کے سلسلہ کی پہلی جنگ میں جراُت اور دلیری کی شاندار مثال قائم کرکے حکومت سے سندِ امتیاز حاصل کی۔ اور جب بھارتی درندوں نے اعلان

جنگ کئے بغیر اپنی پوری فوجی قوت چونڈہ کے محاذ پر پاکستان کے خلاف استعمال کی اور ہماری فوج کے جن جاں نثار اور جوان ہمت سپاہیوں نے شاہین کیطرح جھپٹ جھپٹ کر وہ تابڑ توڑ حملے کئے کہ دشمن کے تمام منصوبے خاک میں مل گئے۔ اور ان جیالے فوجیوں میں لیفٹیننٹ کرنل چوہدری عبدالرحمٰن شہید کی دلیری شجاعت اور جواں مردی کے کارنامے رہتی دنیا تک یاد رہیں گے۔

چوہدری عبدالرحمٰن اپنے ماموں اور سسر آغا مظہر علی ایڈیشنل ایس۔پی سے ملنے کے لئے لائلپور تشریف لائے۔ انہوں نے آخری ملاقات کے دوران بتایا کہ ہندوؤں نے پاکستان کی سالمیت پر حملہ کر کے ہماری جرأت اور غیرت کو للکارا ہے۔ یہ سودا انہیں مہنگا پڑے گا۔ پاکستانی فوج کا ایک ایک سپاہی جذبۂ جہاد اور شوقِ شہادت سے سرشار ہے اور خدا کی نصرت اور امداد سے وہ اپنی قابلِ قدر اور قابلِ صد افتخار اسلامی روایات کو دنیا میں پائندہ و تابندہ کرنے کی ضرور شاندار مثالیں قائم کریں گے۔ اور پھر اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کو جو شرف بخشا ہے وہ دنیا کی کسی قوم کو نصیب نہیں ہوا۔ جہاد میں ایک مسلمان زندہ رہ جائے تو غازی اور مر جائے تو شہید۔ شہید کا رتبہ کتنا بلند ہے کہ اسے کفن سے بے نیاز کر دیا گیا ہے۔ وہ جس لباس میں شہید ہو اسی لباس میں اس کی تدفین کا حکم دیا گیا ہے۔

آغا مظہر علی نے بتایا کہ وہ اس دن کچھ اس انداز سے گفتگو کر رہے تھے، کہ ہم سب اہل خانہ محوِ حیرت تھے۔ ہمیں "خدا حافظ" کہہ کر وہ سیالکوٹ چلے گئے۔ ۱۱ر ستمبر کو ٹیلیفون کی گھنٹی بجی، ریسیور اٹھایا تو چودھری عبدالرحمٰن کی شہادت کی خبر سنی۔ پروگرام کے مطابق جنازہ گجرات لایا گیا۔ شہید کے جنازے کی خبر ضلع بھر میں

کرنل رحمان شہید اور بیگم شیریں

ان کا سوگوار بیٹا۔ اور بیٹی شبانہ
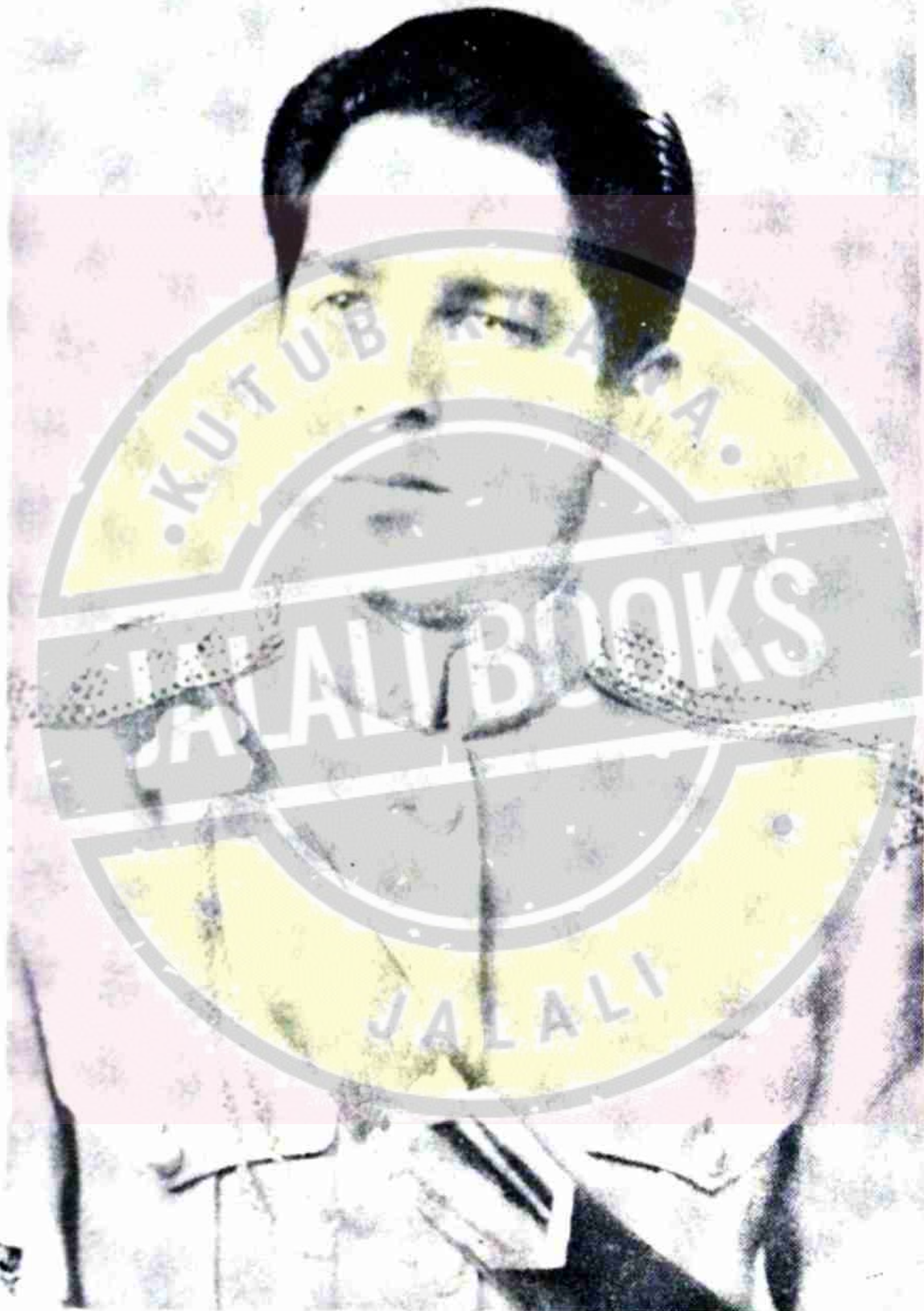
میجر ضیاء الدین عباسی شہید
جو معرکہ چونڈہ میں سب سے آگے تھے!

آناً فاناً پھیل گئی۔ دور دور سے لوگ ہزاروں کی تعداد میں شہید کے رخِ انور کو یک نگاہ دیکھنے کی سعادت حاصل کرنے کے لئے کشاں کشاں گجرات پہنچے۔ آغا صاحب نے بتایا کہ جہاد میں شریک چوہدری عبدالرحمٰن کے ساتھیوں میں سے میجر عزیز نے بتایا ہے کہ چوہدری عبدالرحمٰن دشمن کے بھرپور حملہ کا منہ توڑ جواب دیتے ہوئے اور ہندوستانی فوج کے کئی ٹینک تباہ کرتے ہوئے اور فوجیوں کو موت کے گھاٹ اتارتے ہوئے بہت آگے نکل گئے۔ بڑی گھمسان کی جنگ لڑی جارہی تھی۔ چوہدری صاحب اپنے ساتھیوں کو ہمت اور جواں مردی کی تلقین کر رہے تھے۔ ہمارا توپ خانہ دشمن پر آگ برسا رہا تھا۔ آپ اپنے توپ خانے کو ہدایت دینے کے لئے دشمن کی اگلی صفوں تک پہنچ گئے اور ذاتی حفاظت سے بے نیاز ہو کر دشمن پر گولہ باری کرتے رہے۔ اور جب وہ ہدایات دینے کے بعد واپس آرہے تھے تو دشمن کا ایک گولہ ان کی جیپ پر آکر گرا۔ اور وہ شہید ہو گئے۔ لیکن اس وقت تک ان کا مشن پورا ہو چکا تھا۔ دشمن کے ٹینکوں اور بکتر بند گاڑیوں کے پاکستانی توپخانہ کی گولہ باری سے پرخچے اُڑ چکے تھے۔ لیفٹیننٹ کرنل عبدالرحمٰن شہید کو ان کی بے مثال جرأت پر ستارۂ جرأت کا اعزاز دیا گیا۔

لیفٹیننٹ کرنل جمشید (ستارۂ جرأت)

۸ ستمبر کو لیفٹیننٹ کرنل جمشید کو اپنے بریگیڈیئر کمانڈر کی طرف سے حکم ملا، کہ وہ بٹالین لے کر چونڈہ پہنچیں۔ اور دشمن کے خلاف کارروائی کریں۔ جب وہ

چونڈہ پہنچے تو دشمن کی توپیں، ٹینک، اور پیدل فوج کے متعدد دستے پھلورا اور اس کے شمال میں پھیلے ہوئے تھے۔ نیز معلوم ہوا کہ دشمن نے گڈگور میں مضبوط مورچے بنا لئے ہیں۔ لیفٹیننٹ کرنل جمشید نے فوراً حملہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ اور ان کے جوان نعرۂ حیدری لگا کر دشمن پر ٹوٹ پڑے۔ تھوڑی دیر بعد دشمن کی گڈگور کی مضبوط پوزیشن تباہ ہو چکی تھی۔ اور وہ پیچھے ہٹ رہا تھا۔ بعد ازاں دشمن کی پیدل فوج اور توپ خانہ نے دو دن اور دو رات تک آگے بڑھنے کی مسلسل کوشش کی لیکن پاکستانی فوج تعداد میں کم ہونے کے باوجود لوہے کی دیوار بن گئی۔ لیفٹیننٹ کرنل جمشید ۲۲ ستمبر تک چونڈہ کے محاذ پر اپنی دفاعی پوزیشن کے انچارج رہے۔ انکی دلیری اور شاندار قیادت پر انہیں ستارۂ جرأت ملا۔

میجر ضیاء الدین عباسی۔ شہید

(ستارۂ جرأت)

سیالکوٹ چونڈہ کے محاذ پر میجر ضیاء الدین عباسی کو حکم ملا کہ وہ دشمن کے مقابلے کے لئے آگے بڑھیں۔ چنانچہ وہ اپنے ماتحت اسکویڈرن کی معیت میں صف آرا ہوتے۔ انہوں نے پیش قدمی سے قبل اپنے ساتھیوں کو وائرلیس پر پیغام دیا۔

”میرا اسکویڈرن اس طرح ایڈوانس کرے گا جس طرح دنیا میں کسی سکویڈرن نے پیش قدمی نہ کی ہوگی۔“

اور اس کے بعد ٹینکوں کی وہ خوفناک جنگ شروع ہو گئی جس کی مثال عہد حاضر میں ناپید ہے۔ میجر عباسی کے سکوڈرن کے دائیں بائیں دو اور سکوڈرن بھی تھے۔ وہ درمیان میں سب سے آگے تھے۔ اور اپنے ٹینک پر کھڑے تھے۔ دوسرے کمانڈروں کو ہدایات دے رہے تھے۔ چاروں طرف آگ اور خون کی بارش ہو رہی تھی، دشمن کو اپنی طاقت اور اسلحہ پر گھمنڈ تھا۔ پاکستانی افواج کو اپنے ایمان کی صداقت پر بھروسہ تھا بھارتی سنچورین ٹینک پورے محاذ پر اتنی وافر مقدار میں اس طرح موجود تھے کہ ان سے ایک فصیل بن گئی تھی۔ آگے بڑھنے اور دشمن کو پیچھے دھکیلنے کی کوئی راہ دکھائی نہ دیتی تھی ۔۔ ایسے موقعہ پر میجر عباسی نے بے پناہ قوتِ ارادی اور جراتِ رندانہ کا مظاہرہ کیا۔ اور دشمن کے مرکزی حصے پر ایک بھرپور حملہ کیا۔ دشمن جو اپنی فتح کے یقین سے سرشار تھا، اس غیر متوقع ضرب سے بوکھلا گیا۔ اور بائیں دائیں منتشر ہونے لگا۔ میجر عباسی نے اپنی قائدانہ صلاحیت کو بروئے کار لاتے ہوئے اپنی گائیڈ کیولری رجمنٹ کے ٹینکوں کو بڑی ذہانت کے ہمراہ دائیں بائیں منتقل کر دیا اور دشمن کی توپوں کی زبردست یلغار سے بے نیاز اپنا ٹینک دشمن کے قلب میں لگا دیا۔ دشمن کی توپیں آگ اُگل رہی تھیں اور ایک مردِ مومن تمام خطرات سے بے نیاز اپنے ساتھیوں کے ہمراہ چند ٹینکوں کے ساتھ آگے بڑھ رہا تھا۔ میجر عباسی بدستور اپنے ٹینک پر کھڑے تھے۔ ان کے ٹینک کا ڈھکن کھلا ہوا تھا۔ وہ دشمن کے قلب میں آگے بڑھتے گئے دشمن کی صفوں میں خوف و بے یقینی پیدا ہو گئی اور اس کا بکتر بند ڈویژن سراسیمگی کے عالم میں پیچھے ہٹنے لگا۔ میجر عباسی اپنے سکوڈرن کے ہمراہ ۸ میل آگے بڑھ گئے۔ اسی اثنا میں بھارتی کمانڈر انچیف جنرل چوہدری کی خاص فخرِ ہند کی کمر توڑ دی

گئی تھی۔ اور اس کا غرور خاک میں مل چکا تھا۔ دفعتاً دشمن کا ایک گولہ میجر عباسی کے ٹینک پر آ کر لگا۔ اور ٹینک کے کھلے ہوئے ڈھکن کے اندر جا کر پھٹ گیا۔ قدرت شاید میجر عباسی سے کام لے چکی تھی۔ اور ان کی حیاتِ مستعار کا وقت ختم ہو چکا تھا۔ ایک دھماکے سے سرزمین وطن ان کے خون سے لالہ زار ہو گئی۔ اقبال کے مردِ مومن کا انجام اس سے زیادہ اور کیا ہے۔

کہ شہادت ہے مطلوب و مقصودِ مومن!

جرأت، شجاعت اور جذبۂ حب الوطنی کے پیکرِ مجسم میجر ضیاء الدین عباسی شہید ہو گئے تھے۔ انہوں نے بانیٔ پاکستان کی سولہویں برسی کے دن جامِ شہادت نوش فرمایا۔ اور قدرت کی معجزہ کاریاں دیکھئے، کہ شہادت کا یہ طالب اس سرزمین مقدس کی حفاظت کرتا ہوا شہید ہوا جہاں تصورِ پاکستان کے خالق شاعرِ مشرق علامہ اقبال پیدا ہوئے۔

میجر عباسی کی شادی اس کی شہادت سے کوئی چار ماہ قبل ہوئی تھی۔ اس وقت وہ سٹاف کالج کوئٹہ میں پروفیسر تھے۔ انہوں نے اپنی بیوی کے نام آخری میں لکھا۔

— چاندنی رات میں میں ایک پیڑ کے نیچے بیٹھا تمہیں ایک خط لکھ رہا ہوں۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان کی عزت پر کٹ مرنے کا وقت آ گیا ہے اور میں یوں محسوس کرتا ہوں کہ شاید میں اسی دن کا انتظار کر رہا تھا۔ مجھے یقین ہے کہ میں اسی دن کیلئے پیدا کیا گیا تھا۔ میں بارہ سال سے جس فرض کی ادائیگی کے لئے مصروف کار تھا، خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ وہ دن قریب آ گیا۔ اور یہ فرض سب سے مقدم ہے۔ قیامِ پاکستان سے پہلے کی ایک تحریر ان کی ڈائری میں لکھی تھی۔ کہ۔ "مجھے اداس ہو کر

مرنے کا نہیں سوچنا چاہیئے۔ ابھی تو پاکستان بننا ہے۔ پھر میرے وطن کو میری قربانی کی ضرورت ہوگی۔" شہید کی جواں سال بیوہ کو اہل سیالکوٹ اور ساری قوم خراجِ عقیدت پیش کرتی ہے جس نے اپنی محبت قربان کر کے اپنے محبوب خاوند کو اس کی عظیم خواہش پوری کرنے کے لئے قوم کے ہاتھوں میں سونپ دیا۔ اس نے ان بے مثال بیویوں کا سا کردار ادا کیا جس سے تاریخ اسلام ہمیشہ جگمگاتی رہی ہے۔ مئی ۱۹۶۶ء کو صدر مملکت نے کراچی کی ایک خصوصی تقریب میں بیگم شاکرہ عباسی کو شہید موصوف کا اعزاز ستارۂ جرأت عطا کیا تو وہ شدتِ جذبات سے دھاڑیں مار مار کر رونے لگیں۔ اس کے صبر کا بندھن تار تار ہو گیا۔ صدرِ مملکت انہیں تسلی دے رہے تھے مگر خود ان کی آواز بھی بھرائی ہوئی تھی۔

شہید موصوف کے ضعیف العمر لیکن جواں ہمت والد جناب محی الدین عباسی کا ضبط و عزم، اور رضائے خداوندی پر صبر و شکر دیدنی تھا۔ وہ جواں سال فرزند کی شہادت پر پوری طرح صابر و شاکر ہیں اور اپنے قابلِ فخر فرزند کی شہادت کی خاک فریضۂ حج کے موقعہ پر مقدس مقامات تک پہنچا کر اتنے پُرسکون ہیں گویا ایک اہم فرض سے سبکدوش ہو چکے ہیں۔ آج میجر عباسی نہیں رہے لیکن ان کے عزم و حوصلہ اور جاں بازی نے جس تاریخ کو جنم دیا ہے اس کی بدولت آنے والی نسل سے سینکڑوں عباسی پیدا ہوں گے جو وطنِ عزیز کے دفاع اور استحکام کے ضامن بنیں گے۔

میجر راؤ تجمّل حسین (ستارۂ جرأت)

چونڈہ کے محاذ پر جس دن دشمن نے جارحانہ کاروائیاں شروع کیں، میجر راؤ تجمل حسین کے زیرِ کمان توپ خانہ مسلسل برسرِ پیکار تھا۔ جب بھی ہماری بھاری توپیں گولہ باری کرتی تھیں تو دشمن کے طیارے حملہ کرتے تھے۔ میجر تجمل حسین کے زیر قیادت توپ خانہ نے نہ صرف ہمارے بھاری توپ خانے کا تحفظ کیا بلکہ اسقدر بہادری اور بے جگری سے گولہ باری کی کہ صرف ایک درمیانی درجہ کی توپ کے علاوہ ہمارے بھاری توپ خانہ کو دشمن کے طیارے کوئی نقصان نہ پہنچا سکے۔ توپ خانہ نے نہ صرف بھاری توپوں سے دشمن کے طیاروں پر بمباری کی بلکہ قریباً ایک درجن دشمن کے طیارے مار گرائے۔ توپ خانہ کی کمان کرتے ہوئے انہوں نے اپنے ذاتی تحفظ کی پرواہ نہیں کی اور غیر معمولی جرأت اور دلیری سے فرائض انجام دیئے۔ اِن کی ہمت افزا لیڈر شپ اور فرائض منصبی سے شغف کے باعث اس یونٹ نے غیر معمولی کارنامے انجام دیئے۔ ان کے انہیں بہادرانہ کارناموں پر انہیں ستارۂ جرأت ملا۔

میجر دوست محمد حیات (ستارۂ جرأت)

سات اور آٹھ ستمبر کی درمیانی شب کو چاردہ پر دشمن کے ایک بریگیڈ نے پوری طاقت سے حملہ کیا۔ رات کے دس بجے دشمن کا پہلا گولہ ہمارے مورچوں پر گرا۔ گولہ باری کے ساتھ ہی دشمن نے ٹینکوں کی فائرنگ کے ساتھ آگے بڑھنا

پاکستانی مجاہد اگلے مورچوں پر دشمن کا سر کچلنے کے لئے ڈٹے ہوئے ہیں
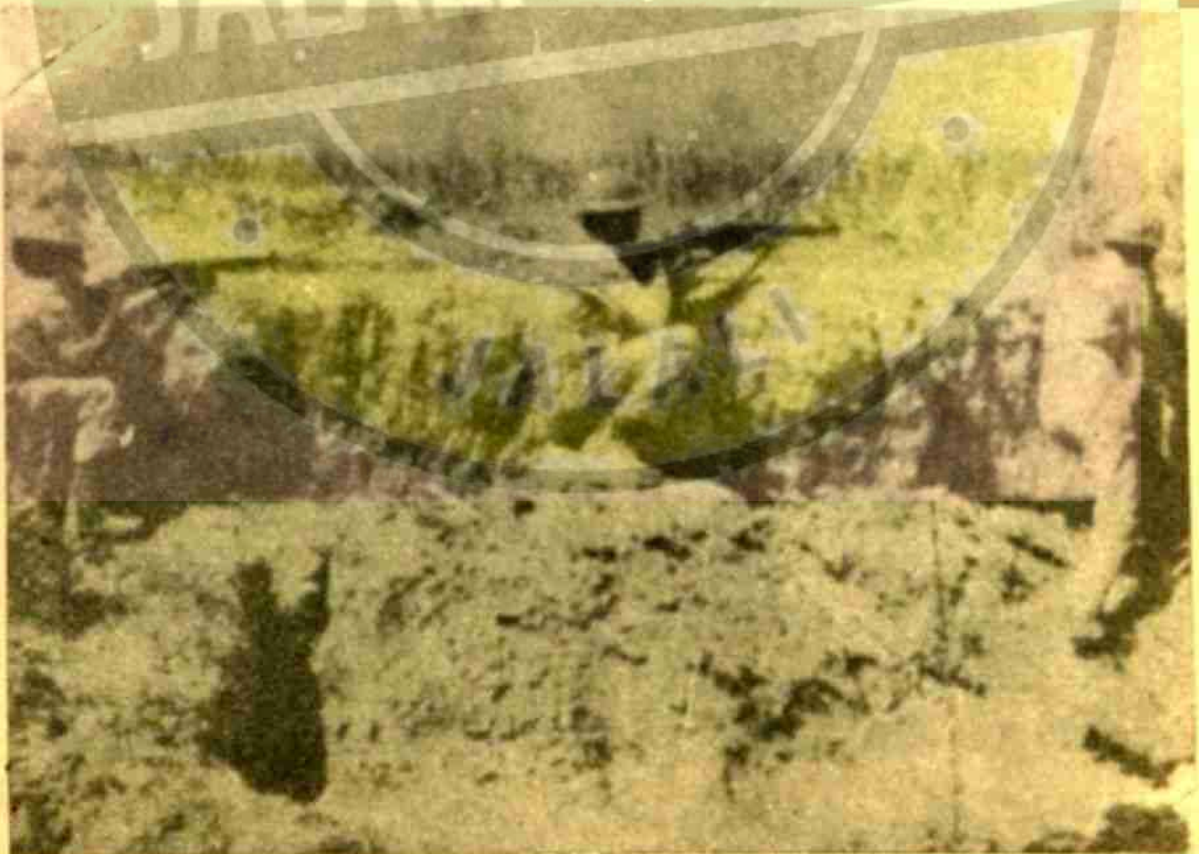
جنرل ٹکا خان، کرنل سعید احمد کو تمغۂ قائداعظم اور لیفٹیننٹ کرنل علی مسعود اکرم کو تمغۂ پاکستان دے رہے ہیں

جنرل ٹکا خان، میجر عبدالقیوم کو تمغۂ قائداعظم اور میجر نصرت جہاں بیگ کو تمغۂ قائداعظم دے رہے ہیں

شروع کر دیا۔ لیکن میجر دوست محمد حیات نے عزم و ہمت سے جوابی کارروائی کی اور دشمن کی پیش قدمی روک دی۔ تمام رات دونوں طرف سے گولہ باری ہوتی رہی۔ ہماری نفری ۸۰ جوانوں سے زیادہ نہ تھی۔ لیکن تائید ایزدی اور ہمارے جوانوں کی ہمت اور جرأت نے پورے ایک بریگیڈ کو روکے رکھا۔ انہوں نے دشمن کے مقابلہ کے لئے یہ تجویز کی کہ ایک پوزیشن چھوڑ کر دوسری پوزیشن پر جم جاتے۔ اس طرح دشمن کو ہمارے مورچوں اور نفری کا قطعاً اندازہ نہ ہو سکا۔ صبح چھ بجے تک مقابلہ ہوتا رہا۔ اور میجر دوست محمد حیات کو بے مثال جرأت، بہادری اور شجاعت کا مظاہرہ کرنے پر ستارۂ جرأت دیا گیا۔

میجر دلاور حسین بٹ (ستارۂ جرأت)

میجر دلاور حسین بٹ ستارۂ جرأت ظفروال کے علاقہ میں پیدل بٹالین کے ساتھ توپ خانہ سے دشمن کا مقابلہ کر رہے تھے۔ انہیں جب گولہ باری کا حکم ملا، تو دشمن حملہ کر چکا تھا۔ چنانچہ ان کے جوانوں نے پوزیشن سنبھالنے کے ساتھ ہی ساتھ میدان میں کھڑے ہو کر توپوں سے فائرنگ شروع کر دی اور پہلے ہی حملہ میں دشمن کے سات ٹینک تباہ کر دیئے۔ اس کے بعد انہوں نے دشمن کے حملوں کو ناکام بناتے ہوئے زبردست گولہ باری سے دشمن کے سولہ ٹینک اور تباہ کر دیئے۔ انہوں نے غیر معمولی جرأت اور حاضر دماغی کا مظاہرہ کیا جس کے باعث مادی طور پر بٹالین کے مورچوں کا زبردست دشواریوں کے بعد تحفظ ہو سکا۔ دشمن نے پہلے حملہ کی ناکامی کے

بعد دو مزید حملے کئے مگر دونوں بار ذلت آمیز شکست کھائی۔ ان کی اسی دلیری اور بہادری پر ان کو ستارۂ جرأت دیا گیا۔

میجر محمد حسین ملک (ستارۂ جرأت)

۸ ستمبر کو جب کہ دشمن مکاری اور چالاکی سے چونڈہ کے قریب پہنچ چکا تھا، تو میجر محمد حسین ملک کے سپرد یہ کام کیا گیا تھا کہ وہ ٹینکوں کی مدد سے دشمن پر جوابی کارروائی کر کے اسے پسپا کر دیں۔ چنانچہ اس مرد مجاہد اور اس کی کمپنی کے بہادر جوانوں نے اشارہ پاتے ہی جوابی کارروائی شروع کر دی اور اُسے گھیر کر گڈگور تک دھکیل دیا۔ اور اس کی صفوں میں بھگدڑ مچا دی۔ دشمن اپنے پیچھے آٹھ ٹینکوں کے علاوہ جن میں دو بالکل ٹھیک حالت میں تھے، بے شمار اسلحہ اور اپنے سپاہیوں کی کافی لاشیں چھوڑ گیا ایک بار ان کی فوج کا ایک دستہ دشمن کے ٹینکوں میں گھر گیا، مگر انہوں نے نعرہ حیدری بلند کیا تو دشمن کے سپاہی محض نعروں کی آواز سے گھبرا گئے۔ اور اپنے مضبوط مورچوں اور ٹینکوں سے نکل کر بھاگ کھڑے ہوئے، اس موقع پر دشمن کے بہت سے سپاہی گولیوں کا نشانہ بنے۔ میجر محمد حسین ملک کو اسی بہادری کے صلہ میں ستارۂ جرأت کا اعزاز دیا گیا۔

میجر رضا خاں (ستارۂ جرأت)

دشمن نے پوری طاقت سے چونڈہ پر ایک بار پھر حملہ کیا تھا۔ ایک پیدل بٹالین

کے علاقہ پر قبضہ کر کے چونڈہ، پسرور راستہ پار کر لیا۔ اور پورے علاقہ پر انتہائی زبردست گولہ باری کی۔ اور ایک مرحلہ ایسا آیا تھا کہ صورتِ حال بہت نازک ہو گئی تھی۔ میجر رضا خاں ستارۂ جرأت نے جن کا اسکواڈرن اس علاقہ میں تعینات کیا گیا تھا۔ صورتِ حال پر اپنی حسنِ تدبیر سے فوراً قابو پایا۔ اور پہلے ہی حملے میں دشمن کے ۵۰۰ سپاہی ہلاک کر دیئے اور اپنے اسکواڈرن کے حملے کی قیادت کرتے اور اپنی جان کی پرواہ تک نہ کرتے ہوتے کامیابی سے دشمن کو پیچھے دھکیل دیا۔ انہوں نے اپنی جان کی پرواہ نہ کرتے ہوئے عزم مصمم کے ساتھ کارروائی کی۔ اور اسی باعث دشمن کا حملہ اسے بھاری جانی نقصان پہنچا کر پسپا کر دیا۔ اس بہادرانہ کارنامہ پر انہیں ستارۂ جرأت کا اعزاز عطا کیا گیا۔

میجر شاہ بہرام خٹک (ستارۂ جرأت)

آرمڈ کور کے میجر شاہ بہرام خٹک (ستارۂ جرأت) ایک اسکواڈرن کی قیادت کر رہے تھے۔ انہوں نے چونڈہ کے کچھ فاصلہ پر موضع جسرط کے شمال مغرب کے علاقے میں دشمن کا مقابلہ کیا۔ ان کے اسکواڈرن پر دشمن بکتر بند دستوں سے زبردست دباؤ ڈالتا رہا۔ دشمن بار بار حملہ کرتا رہا کہ اس علاقے پر قدم جمائے اور سیالکوٹ پسرور سڑک کاٹ دے۔ میجر شاہ بہرام خٹک نے اپنی دلیری اور بے مثال قیادت کے باعث دشمن کے مسلسل حملے پسپا کئے۔ ان کا اسکواڈرن تمام میدان میں ڈٹا رہا۔ اور دشمن کو زبردست جانی نقصان پہنچاتا رہا۔ جرأت اور عزم صمیم کا یہ مظاہرہ ان کا غیر معمولی

کارنامہ ہے۔ ان کی اس بہادری پر انہیں ستارہ جرأت کا اعزاز دیا گیا۔

میجر مسعود اختر کیانی شہید

میجر مسعود اختر ۲۳ ستمبر کو سیالکوٹ کے محاذ پر داد شجاعت دے رہے تھے کہ دشمن کے گولوں کی زد میں آ گئے۔ اور بُری طرح جھلس گئے۔ انہیں دو دن کھاریاں رکھا گیا۔ اور اس کے بعد راولپنڈی علاج کے لئے لایا گیا۔ لیکن وہ شہید ہو گئے اور قوم کو زندگی دے گئے۔

قومی خدمت کا جذبہ میجر مسعود کو ورثہ میں ملا تھا۔ جانثاری انہیں اسلام کی تعلیم نے بخشی تھی۔ انہیں قرآن سے عشق تھا۔ اور قرآنِ حکیم کا نسخہ ہمیشہ ان کے ساتھ ہوتا تھا۔

۱۳ ستمبر کو جنگ جب ایک طوفانِ بلا بنی ہوئی تھی، میجر مسعود کے بھائی نے جو لاہور رہتے تھے، ان سے پوچھا کہ صورتِ حال تشویشناک تو نہیں، کیا سامان اور بچوں کو کوئٹہ بھیج دیں — اور میجر مسعود کا جواب تھا۔ آپ کوئٹہ والوں کو بھی لاہور بلا لیں۔ ہم آپ کی دعا سے لوہے کی دیواریں ہیں۔ ہماری لاشیں بھی لوہے کی دیواریں ثابت ہوں گی۔ بھارت کی فوجیں لاہور کی مقدس سرزمین کو چھو بھی نہیں سکتیں۔

کیپٹن حمید اللہ سنبل شہید

کیپٹن حمید اللہ سنبل شہید میانوالی کے ایک فوجی گھرانے کے چشم و چراغ تھے
ان کے والد عطاء اللہ خاں سنبل عرصہ دراز تک وطن عزیز کے محافظ رہے۔ حمید اللہ
سنبل نے بی۔ اے میں داخلہ لیتے ہی کپتان کے لئے اپنے آپ کو پیش کر دیا۔ تربیت
مکمل کرنے کے بعد آپ توپ خانے میں شامل ہوئے اور امریکہ میں مواصلاتی سکول
میں تربیت کے لئے بھیج دیئے گئے۔ شاندار کامیابی کے بعد واپس لوٹے۔ یہاں تک کہ
امریکی اخبارات نے بھی آپ کے اعزاز کا ذکر کیا۔ اور لکھا کہ پاکستان آرمی کے کیپٹن
حمید اللہ سنبل پاکستانی جنگجو جوانوں کی قابلِ فخر روایات کے مظہر ہیں۔

ستمبر کی جنگ کے دوران کیپٹن سنبل شہید سیالکوٹ کے تاریخی محاذ پر تھے۔
جسڑ کا پل فتح کرنے میں پیش پیش رہے اور اس میں کامیابی حاصل کی۔ وہ جب پل
کی دوسری طرف پہنچے تو دشمن سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر بھاگ چکا تھا۔ ایک آٹومیٹک گن
اور چند دیگر چیزیں بکھری پڑی تھیں۔ کیپٹن شہید نے گن اٹھائی اور کہا۔ کتنے بز دل
ہیں ہمارے دشمن۔ اپنے ہتھیار بھی استعمال نہیں کرتے۔

اپنی بہن کے نام ایک خط میں آپ نے لکھا۔ جنگ ایک ہولناک چیز ہے پہلے
سنتے تھے اب دیکھ رہے ہیں۔ میلوں تک پرندے بھی نظر نہیں آتے۔ گاؤں اُجڑے
نظر آتے ہیں۔ آپ گھبرائیں ہرگز نہیں۔ ہم جلد ہی مکمل فتح پالیں گے۔ اب ان کی
بہن عمر بھر یہ خط پڑھتی رہے گی۔ ان کی ماں اس خط کو بیٹے کی عظیم یادگار سمجھے گی۔
اس کے بھائی اسے قابلِ فخر ورثہ تصور کریں گے۔ مگر سچ یہ ہے کہ یہ قوم کی امانت

ہے۔ قوم کے جانباز سپوت کی تحریر اس کے عزم و ارادے کی ترجمان ہے۔ یہی قوموں کا اصل سرمایہ ہوا کرتا ہے۔

کیپٹن سنبل کا مزار نوجوانانِ وطن کے لئے روشنی کا مینار ہے۔ انکی قربانی کا سن کر آج کے بچے کل کے دلیر فوجی افسر اور جوان بنیں گے۔ شہیدا پنی ہونے والی دلہن کا سہاگ اجاڑ کر وطن کی ہزاروں دلہنوں کے سہاگ سنوار گئے۔ قوم انہیں ہمیشہ یاد رکھے گی۔

۱۰ ستمبر شام کے وقت کیپٹن سنبل نے نماز عصر ادا کی اور پھر ایک درخت کے نیچے کھڑے ہو کر دشمن کی نقل و حرکت دیکھ رہے تھے۔ ان کے پاس ہی ان کا اردلی بھی کھڑا تھا۔ دونوں کے درمیان آکر ایک بم پھٹا۔ دھواں چھٹا تو کیپٹن سنبل اردلی کا حال پوچھ رہے تھے۔ حالانکہ وہ خود شدید زخمی ہو چکے تھے۔ اردلی کو معمولی زخم آئے۔ ایک سچے مسلمان کی یہی شان ہے کہ کمانڈر ہو کر، خود مصیبت میں ہونے کے باوجود اپنے ماتحت کی تکلیف کو زیادہ محسوس کرے۔ انہیں سیالکوٹ ہسپتال پہنچا دیا گیا۔ راستے میں ان کے سینے سے خون بہتا رہا۔ مگر ان کے ہونٹوں پر تبسم تھا۔ وہ اپنے فرض سے بخوبی عہدہ برآ ہو چکے تھے۔ آخر گیارہ ستمبر کو کیپٹن سنبل نے اپنی جان جانِ آفریں کے سپرد کر دی اور شہادت سے ہمکنار ہو گئے۔ آخری وقت میں انہوں نے اردلی سے کہا تھا۔ مجھے میانوالی ضرور پہنچانا۔ پیدائشی مٹی سے انہیں ابدی اور لافانی پیار تھا۔ دوسرے دن شہید کی میت میانوالی پہنچا دی گئی۔ لوگ دیدار شہید کے لئے ٹوٹ پڑے۔ ان کے چہرے پر مقصد پا جانے کی شگفتگی اور فتح کا عزم عیاں تھا۔ پھر ایسا جنازہ اٹھا کہ میانوالی کی ساٹھ سالہ تاریخ میں آج تک کسی آنکھ نے نہیں

دیکھا۔ کیپٹن سنبل شہید کی شادی عنقریب ہونے والی تھی۔ سہرا تو بہر صورت ان کے ماتھے پر باندھا گیا۔ مگر یہ سہرا شادی کا نہیں شہادت کا تھا۔ جو شادی کے سہرے سے کہیں زیادہ عظیم تر ہے۔

کیپٹن شفیق احمد (ستارہ جرأت)

چونڈہ کے محاذ پر ۱۸۔۱۹ ستمبر کی درمیانی شب کو دشمن کی ایک ہزار نفری نے حملہ کیا۔ کیپٹن شفیق احمد کے ساتھ صرف ایک سو نوجوان تھے جنہوں نے دشمن کے پہلے حملے کو پسپا کر دیا۔ پیدل فوج کے ناکام حملے کے بعد دشمن نے صبح ۹ بجے ٹینکوں کی مدد سے پیش قدمی شروع کر دی کیپٹن شفیق اپنے شیر دل جوانوں کو لے کر دشمن کے ٹینکوں کا شکار کرنے روانہ ہو گئے۔ اس اثنا میں دشمن کی ایک بہت بڑی نفری نے ایک جانب سے دوبارہ حملہ کرنے کی کوشش کی۔ کیپٹن شفیق احمد جوانوں کے ساتھ اپنے موروچوں سے نکل کر دشمن پر ٹوٹ پڑے اور دشمن کے ٹینکوں کی فائرنگ کی پرواہ نہ کرتے ہوتے دشمن کی فوج کو پسپا کر دیا۔ کیپٹن شفیق نے دشمن کے ایک افسر لیفٹیننٹ چوہان کو گرفتار کر لیا جو نمبر ۵ جے اینڈ کے بٹالین سے تعلق رکھتا تھا۔ اس کے بعد چوہان فرار ہونیکی کوشش میں ہلاک ہو گیا۔

لیفٹیننٹ فرید احمد بخاری (ستارہ جرأت)

لیفٹیننٹ فرید احمد بخاری پاکستانی فوج کے اس ہراول دستے کے راہ نما

تھے جس نے سیالکوٹ سیکٹر میں ۸ ستمبر کو دوپہر دو بجے کے قریب بھارتی فوج کے ان دستوں کو تباہ کن نقصان پہنچایا جو ٹینکوں، توپوں اور بکتر بند گاڑیوں کے ساتھ پاک سرزمین پر یلغار کر رہی تھی۔ انہیں یہ حکم ملا تھا کہ وہ اپنی پلاٹون لے کر دشمن کے مورچوں کے پیچھے چلے جائیں۔ انہوں نے اس حکم کی تعمیل میں خود کو دشمن کے عقب میں پہنچا دیا۔ جہاں دشمن کی فوجیں ٹینکوں کے ساتھ پاکستانی مورچوں کی طرف بڑھ رہی تھیں انہوں نے دشمن کی یلغار روکنے کے لئے ایسا راستہ اختیار کیا جو گنے کے کھیتوں میں سے ہو کر دشمن کی فوج کے تلب میں نکلتا تھا۔ جب وہ اپنے جانباز سپاہیوں کے ساتھ چھ میل کا چکر کاٹ کر وہاں پہنچے تو دشمن کے کئی ایک ٹینک آگے بڑھ آئے تھے اور دشمن اپنا توپ خانہ نصب کرنے کے لئے خندقیں کھود رہا تھا۔

لیفٹیننٹ فرید نے ایک پہلو سے پہلا وار کیا۔ دشمن کی فوج کے سپاہی ہزاروں کی تعداد میں تھے اور ان کی پلاٹون میں صرف ۴۵ سپاہی تھے۔ لیکن ان جیالوں نے دشمن کی طاقت کی پرواہ نہ کرتے ہوئے پہلا حملہ ایسا کیا کہ دشمن کی ۵ توپیں، اور ۵ ٹینک تباہ ہو گئے۔ اور اس کی رسد کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ اس کے بعد اور ایسے حملے کئے کہ دشمن کی یلغار رک گئی۔ اور جن توپوں کو نصب کرنے کے لئے دشمن خندقیں کھود رہا تھا وہ تباہ کر دیں۔ دشمن توقع نہیں کر سکتا تھا کہ اس پہلو سے بھی حملہ ہو سکتا ہے۔ اور وہ اچانک اس حملہ سے بوکھلا گیا۔ اور اس سراسیمگی کے عالم میں اپنے ہراول دستہ کے ٹینکوں سے بھی محروم ہو گیا۔ لیفٹیننٹ فرید نے دوسرا حملہ دشمن کی بکتر بند گاڑیوں پر کیا۔ اور چند لمحوں میں زبردست دھماکے سنائی دیئے اور اسلحہ سے بھری ہوئی دو گاڑیوں کو خوفناک آگ لگ گئی۔ یہ شعلے میلوں دور سے
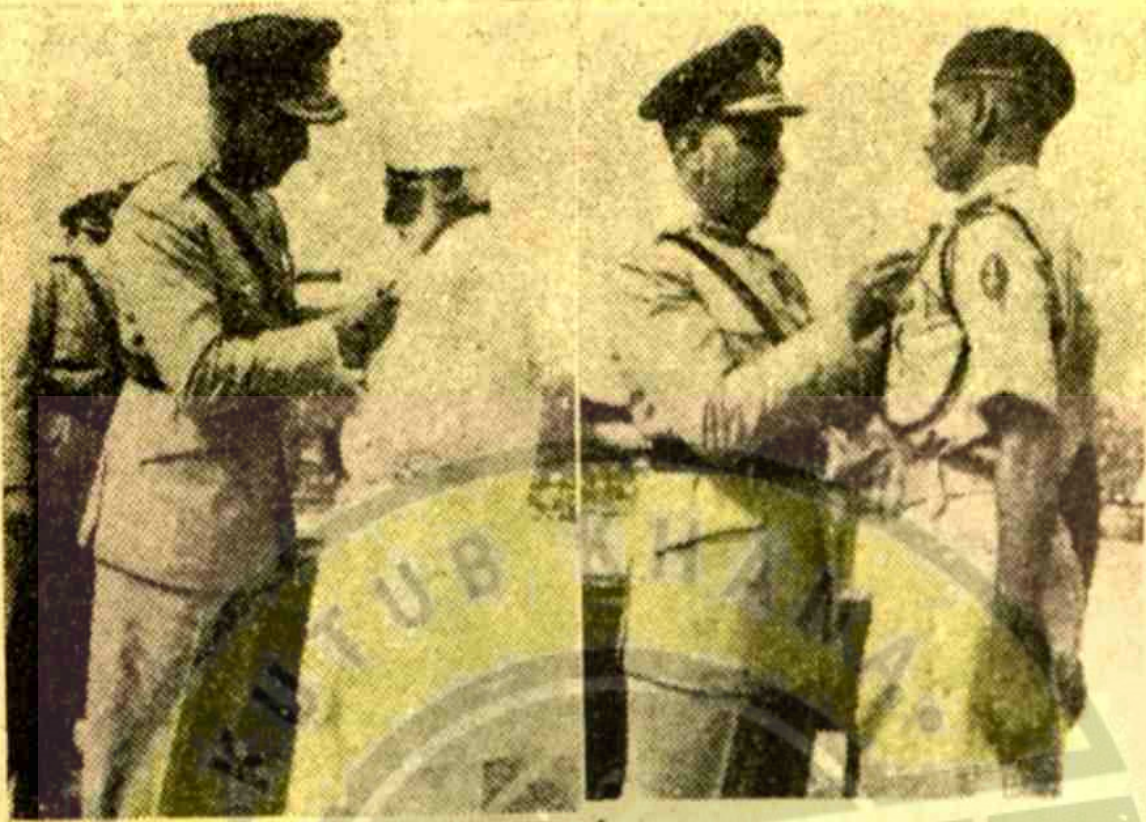
جنرل ٹکا خان
حوالدار محمد شریف کو تمغہ جرأت اور حوالدار افضل شہید کے والد کو تمغہ جرأت دے رہے ہیں۔

سیالکوٹ کے محاذ پر دادِ شجاعت دینے والے پاکستانی فوج کے مجاہدین

لیفٹیننٹ کرنل نثار احمد۔ (ستارۂ جرأت)

دکھائی دے رہے تھے۔ اچانک دشمن کی توپ کا ایک گولہ فرید بخاری کی گردن پر لگا۔ اور وہ بُری طرح زخمی ہو گئے۔ لیکن دشمن کی صفوں میں کھلبلی مچ چکی تھی۔ اور اس کی یلغار رُک گئی تھی۔

لیفٹیننٹ فرید احمد بخاری زخمی حالت میں اپنی جیپ پر اپنے مورچوں کیطرف روانہ ہو گئے۔ جب انہیں جیپ سے اتارا گیا تو ان کے ہاتھ میں ایک دستی بم تھا۔ جو انہوں نے اس لیئے پکڑ رکھا تھا کہ اگر کوئی دشمن انہیں گرفتار کرنے کی کوشش کرتا تو وہ اسے موت کے گھاٹ اتار دیتے۔ لیفٹیننٹ فرید احمد تین ہفتے تک زیر علاج رہے۔ حکومت نے ان کی ہمت اور بہادری کے اعتراف میں انہیں ستارۂ جرأت کا اعزاز دیا۔

لیفٹیننٹ طارق (ستارۂ جرأت)

چونڈہ کی جنگ جب خوفناک حدود تک پہنچ چکی تھی تو اس وقت کیپٹن شفیق کی بٹالین کے ہیڈ کوارٹر میں کمانڈنگ آفیسر لیفٹیننٹ کرنل محمد اکبر صدیق کے ساتھ لیفٹیننٹ طارق موجود تھے۔ ان کے پاس صرف پندرہ بیس جوان تھے انہوں نے فوراً پوزیشن سنبھال کر جوابی کارروائی شروع کر دی اور حملہ پسپا کر کے دشمن کا ایک میجر، ایک لیفٹیننٹ، ایک جونیئر کمشنڈ آفیسر اور ۴۵ دوسرے فوجی گرفتار کر لئے۔ لیفٹیننٹ طارق کو ان کے اس کارنامہ پر ستارۂ جرأت کا اعزاز ملا۔

لیفٹیننٹ محمد حسین بنگش (ستارۂ جرأت)

اسی محاذ پر جب دشمن شدید گولہ باری کر رہا تھا تو لیفٹیننٹ محمد حسین بنگش کھلے میدان میں کھڑے تھے۔ اس وقت پوزیشن سنبھالنا ممکن نہیں تھا۔ وہ اپنے شہید اور زخمی ہونے والے ساتھیوں کو مورچوں سے نکال کر پیچھے لے جاتے اور زخمیوں کی مرہم پٹی کرتے۔ ان گولوں کی بارش کے دوران اس دلیرانہ کارکردگی پر انہیں ستارۂ جرأت ملا ہے۔

لیفٹیننٹ کلیم محمود شہید

لیفٹیننٹ کلیم محمود سیالکوٹ کے گاؤں جسڑ کے مقام پر اپنے وطن کی حفاظت کر رہے تھے۔ یہاں دشمن کا دباؤ انتہائی سخت تھا۔ اس کے باوجود آپ نے اپنے دستے کو پیش قدمی کا حکم دیا اور دریا کی دوسری طرف بڑھ کر دشمن سے نبرد آزما ہوئے۔ وہ ڈیرا بابا نانک روڈ کی طرف پیش قدمی کر رہے تھے۔ وہ مسلسل تیرہ گھنٹوں سے دشمن سے برسرِ پیکار تھے وہ اپنے ساتھیوں کے مشورے پر پیش قدمی روک کر کسی قسم کا آرام کرنے کو تیار نہ تھے۔ دشمن کا دباؤ چاروں طرف سے بڑھ رہا تھا لیکن وہ ایک والہانہ جذبے سے بے خوف و خطر بڑھتے چلے گئے۔ اچانک وہ دشمن کے ایک مورچہ پر پہنچ گئے۔ دشمن نے ان کے گرد گھیرا ڈال لیا۔ وہ گھبرائے نہیں بلکہ ان پر دستی بم پھینکنا چاہتے تھے۔ لیکن بم

کی ایک پن اٹک گئی۔ اور اس اثنا میں دشمن نے ان کا سینہ چھلنی کر دیا اور وہ جامِ شہادت نوش کر گئے۔ اور وطن پر نثار ہو گئے۔

لیفٹیننٹ عابد مجید شہید

۱۷ ستمبر کو چونڈہ میں جب حق و باطل کے درمیان مقابلہ ہو رہا تھا۔ ایک طرف تو فخرِ ہند پر فخر کرنے والے تھے۔ اور دوسری جانب مومنین تھے جن کے سینے ایمان کی روشنی سے منور تھے۔ اور جو تصور پاکستان کے خالق علامہ اقبالؒ کے خواب کو حقیقت میں بدل رہے تھے۔ میدانِ کارزار پوری طرح گرم تھا۔ ٹینکوں کے چلنے کا مہیب شور تھا۔ توپوں کے دہانے کھلے تھے۔ چاروں طرف آگ اور تباہی تھی۔ اس قیامت کے سمے مجاہدینِ اسلام اللہ تعالےٰ کے حضور میں ایمان کی آزمائش سے گزر رہے تھے۔ ایک پاکستانی ٹینک کا ڈھکنا اوپر کو اٹھا۔ اور اندر سے ایک خوبرو جواں مرد برآمد ہوا۔ اور انتہائی بے باکی اور دلیری سے میدانِ جنگ کا معائنہ کرنے لگا۔ اس نے پھر اپنے جوانوں کو صحیح صحیح نشانہ لگانے کی جگہ بتائی۔ اور متوقع نتائج دیکھ کر اس کا سینہ تن گیا۔ پھر وہی ہوا جس کے نتائج خطرات سے کھیلنے والے ہی جانتے ہیں۔ دشمن کی مشین گن کی ایک باڑھ کام کر گئی۔ ماں کی ممتا کا مرکز، بھائی بہنوں کی خوشیوں کا ساتھی اور اللہ تعالےٰ کا ایک مجاہد شہادت کا بلند ترین اعزاز حاصل کر کے زندہ جاوید ہو گیا۔

دشمن کے قدم اب اکھڑ چکے تھے۔ سرزمین پاک اب محفوظ تھی۔ یہ شہید سیکنڈ لیفٹیننٹ عابد مجید تھا جس کی عمر اکیس سال تھی۔ یہ اکیس برس کا عرصہ

ایک ایک لمحہ اور ایک ایک گھڑی سے مل کر بنا تھا۔ ان لمحوں کی ایک تصویر بن گئی۔ ایسی تصویر جس میں اس شہید کے آغاز سے منزل تک کا تمام منظر ایک ہی وقت میں سامنے آگیا۔ ابھی کل کی بات ہے جب عابد مجید لاہور چھاؤنی میں پیدا ہوئے۔ ابھی پوری طرح باتیں کرنا نہ سیکھے تھے، کہ کہنے لگے۔ میں دشمن کو ماروں گا۔ اور اس شوق میں تعلیم کے بعد فوج میں بھرتی ہوگئے۔ یہ سب منزلیں اسی سرعت اور کامیابی سے طے ہوگئیں۔ اس رنگ و بو کی دنیا میں انہیں تفریح کا صرف ایک شوق تھا کہ وہ لڑائی کے متعلق کبھی کبھار فلم دیکھ لیتے تھے۔ عابد مجید اپنی جان، اپنے وطن اور قوم پر نچھاور کر گئے تاکہ پاکستان سلامت رہے، ان کی قوم زندہ رہے۔ اس قربانی کا کوئی عوضانہ یا صلہ نہیں دیا جا سکتا۔ لیکن عابد مجید کے والدین شہید کا نام زندہ رکھنے کے لئے ہر کوشش کر رہے ہیں۔ ایک لاکھ روپے کے ذاتی سرمایہ سے وہ اپنے آبائی گاؤں پسرور (سیالکوٹ) میں ایک ہسپتال تعمیر کرا رہے ہیں۔ حکومت کی طرف سے دی گئی تمام پنشن اور گریجوٹی کی رقم، ان کا بیمہ اور جائداد میں سے حصہ یہ سارا روپیہ ان کے نام پر قوم کی بھلائی کے کاموں کے لئے خرچ کرنے کے انتظامات ہو رہے ہیں۔

صوبیدار سلطان سکندر خان۔ ستارۂ جرأت

۸ اور ۹ ستمبر کی رات کو جب پنجاب رجمنٹ کو دشمن کے خلاف کارروائی کا حکم ملا، تو صوبے دار سلطان سکندر خان کی پلاٹون سب سے آگے تھی۔ اس پلاٹون نے دشمن کے گڈگور مورچے پر کاری ضرب لگائی اور اسے دھکیل کر چوبارہ تک لے گئی۔
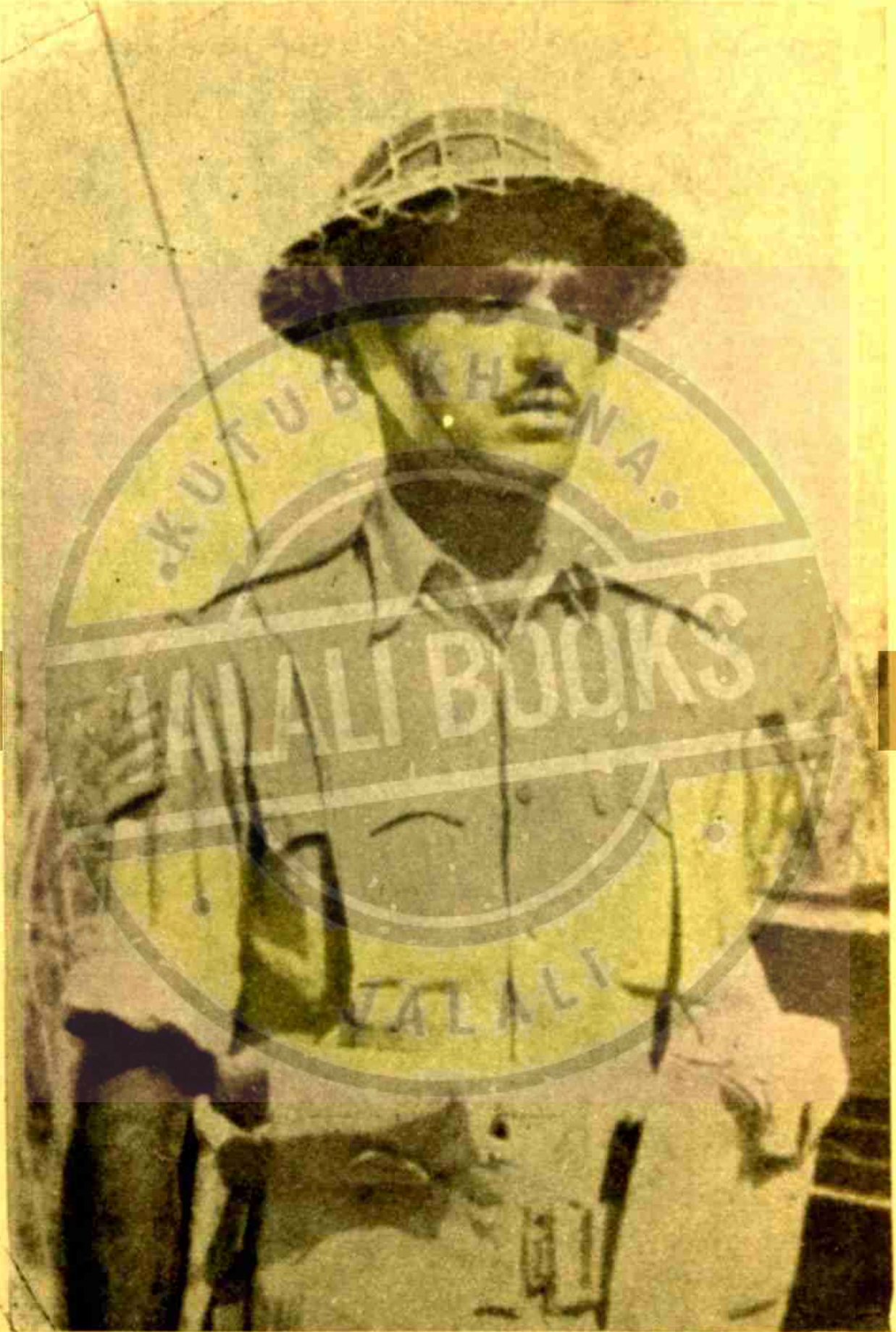
حوالدار اکبر الدین۔ ستارۂ جرأت

رسالدار ریاض الحسن (ستارۂ جرأت)

اس جگہ دشمن کے ٹینکوں نے پلاٹون کو گھیر لیا۔ لیکن پاکستان کے جاں باز بہادروں نے زور سے نعرۂ حیدری لگا کر ٹینک شکن توپوں سے زبردست گولہ باری اور دشمن کو پسپا کر دیا۔ صوبے دار سکندر خان کو بہادری اور جرأت کے اس عظیم مظاہرے پر ستارۂ کا اعزاز ملا۔

صوبیدار محمد گل۔ ستارۂ جرأت

صوبے دار جناب محمد گل میجر دوست محمد حیات کے اس ہراول دستے میں شامل تھے جس نے ۷ اور ۸ ستمبر کی رات کو دشمن پر ایک کاری ضرب لگانے کے بعد اپنی پوزیشن بدل دی اور جب دشمن ان کی پہلی پوزیشن پر پہنچا تو اس پر جوابی حملہ کر دیا۔ دشمن افراتفری کے عالم میں بہت زخمی سپاہی اور لاشیں چھوڑ کر پسپا ہو ہوگیا۔ صوبے دار محمد گل نے اس کاروائی کے دوران انتہائی دلیری کا مظاہرہ کیا۔ جس پر انہیں ستارۂ جرأت ملا ہے۔

لانس نائیک غلام علی۔ ستارۂ جرأت

۱۶ اور ۱۷ ستمبر کی رات کو دشمن گڈگور اور گلو والی میں جمع ہو رہا تھا۔ لیکن اس کی صحیح طاقت اور پوزیشن کا پتہ نہیں چل رہا تھا۔ لانس نائیک غلام علی نے پلاٹون کمانڈر کیپٹن اجمل کے حکم پر دشمن کی فوج میں گھس کر اس کی پوزیشن معلوم

کی اور اپنے کمانڈر کو آگاہ کیا۔ اور پلاٹون کی راہ نمائی کرتے ہوئے اسے دشمن کے قریب لے گئے۔ کمانڈر نے اپنے جوانوں کو موزوں جگہوں پر متعین کر کے ایسا حملہ کیا کہ دشمن کی بہت بڑی تعداد اور گولہ بارود کی تین گاڑیاں تباہ ہو گئیں۔ لانس نائیک غلام علی کو اس کارنامہ پر ستارۂ جرأت کا اعزاز دیا گیا ہے۔

حوالدار ریاض الحسن۔ ستارۂ جرأت

جب حوالدار ریاض الحسن کے دستے کو دشمن کے خلاف جوابی کارروائی کا حکم ملا تو انہوں نے سامنے اور بائیں طرف سے حملہ کیا۔ اور تعداد میں بہت کم ہونے کے باوجود دشمن کے ٹینکوں اور پیدل فوج کی بہت بڑی تعداد کو نقصان پہنچا کر پسپا کر دیا۔ ان کو اس کارنامہ پر ستارۂ جرأت دیا گیا۔

حوالدار محمد تاج۔ تمغۂ جرأت

۱۹ ستمبر کو حوالدار محمد تاج کی پلٹون چونڈہ ریلوے اسٹیشن کا دفاع کر رہی تھی۔ کہ اچانک رات کے ایک بجے دشمن کے توپ خانے نے ان کے مورچوں پر گولہ باری شروع کر دی جس کے باعث تار کٹ گئے اور ان کی پلٹون اور کمپنی ہیڈ کوارٹر کے درمیان پیغام رسانی کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ پلاٹون کمانڈر نے حوالدار تاج کو ہدایت کی کہ وہ پیغام رسانی کا سلسلہ بحال کرے۔ چنانچہ تاج نے شدید

گولہ باری کے دوران پیغام رسانی کا سلسلہ ٹھیک کیا۔ اور کمپنی ہیڈ کوارٹر کو اطلاع دی اس کے بعد وہ اپنے مورچے میں جا کر فائر کرواتا رہا۔ دریں اثنا معلوم ہوا کہ دشمن ایک بریگیڈ کی طاقت سے حملہ کرنے والا ہے۔ حوالدار تاج کی پلٹون نے حکم ملتے ہی دشمن پر ایک زبردست جوابی حملہ کیا کہ اسے شکست کھا کر پسپا ہونا پڑا۔ دشمن کے بہت سے سپاہی قیدی بنا لیے گئے جن میں سے چار کو حوالدار تاج نے گرفتار کیا۔ تاج کو اس بہادری پر تمغۂ جراُت ملا ہے۔

نائب رسالدار عبدالحق۔ ستارۂ جراُت

سیالکوٹ سیکٹر میں ظفروال کے علاقے میں ان کے ٹینک پر دشمن کے چار ٹینکوں نے حملہ کر دیا۔ نائب رسالدار عبدالحق نے بے مثال دلیری اور بہادری کا مظاہرہ کرتے ہوئے دشمن کے تین ٹینک تباہ کر دیئے اور چوتھے کو فرار ہونے پر مجبور کر دیا۔ ان کے اس دلیرانہ کارنامے پر انہیں ستارۂ جراُت کا اعزاز دیا گیا ہے۔

حوالدار خلاص خاں۔ (تمغۂ جراُت)

حوالدار خلاص خاں نے دشمن کے طیاروں کی بمباری کے وقت نعرۂ تکبیر اور نعرہ حیدری بلند کرتے ہوئے گولہ باری جاری رکھی اور بالکل پریشان نہ ہوئے ان کے اس کارنامہ پر انہیں تمغۂ جراُت دیا گیا۔

توپچی حوالدار اکبر دین (تمغہ جرأت)

توپچی حوالدار اکبر دین اپنی رجمنٹ کی بھاری توپوں اور مورچوں کی حفاظت کر رہے تھے کہ شام کے وقت دشمن کے طیاروں نے ان پر راکٹ برسانے شروع کر دیئے۔ حوالدار اکبر دین نے اپنی توپ کا دہانہ کھول دیا۔ ان کی تقلید میں دوسری توپیں بھی گولے برسانے لگیں۔ اور دشمن کے طیارے کوئی نقصان پہنچائے بغیر فرار ہو گئے۔ توپچی حوالدار اکبر دین کو اس کارنامہ پر تمغۂ جرأت ملا ہے۔

حوالدار محمد افضل پہلوان۔ تمغۂ جرأت

حوالدار محمد افضل پہلوان نے چونڈہ سیکٹر میں چوبارہ کے قریب توپوں کے گولوں اور مشین گنوں کے گولوں کی بارش میں ستلج رینجرز کے ایک زخمی حوالدار کی جان بچائی۔ حوالدار محمد افضل، نائب صوبے دار سلطان سکندر خاں ستارۂ جرأت کی پلاٹون میں تھا۔ جب اس پلاٹون کے جوان دشمن پر جوابی حملہ کر کے اسے پسپا کرتے ہوئے چوبارہ کے قریب پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ تین سو گز کے فاصلے پر ستلج رینجرز کے ایک حوالدار شدید زخمی پڑے ہیں۔ پلاٹون کمانڈر نے نوجوانوں سے مخاطب ہو کر کہا۔ "کون بہادر ہے جو اس وقت زخمی جوان کو اٹھا کر لا سکتا ہے۔" حوالدار محمد افضل نے اپنے آپ کو پیش کیا۔ وہ مورچے سے نکل کر رینگتے ہوئے زخمی حوالدار کے پاس پہنچے۔ اور اسے اٹھا لائے۔ یہ حوالدار تین روز سے وہاں پڑا

ہوا تھا۔ محمد افضل فوج میں کشتی کے چیمپئن بھی ہیں۔

نائیک غفران شاہ۔ تمغۂ جرأت

اسی دستے میں نائیک غفران شاہ بھی شامل تھے۔ انہوں نے دشمن پر مشین گن کا فائر کھول دیا اور اسے زبردست نقصان پہنچایا۔ ایک موقعہ پر دشمن نے انہیں للکارا تو وہ اپنے مورچہ سے باہر نکلکر دشمن پر گولیاں برسانے لگے۔ نائیک غفران شاہ لاپتہ ہیں انہیں ان کی اس بے مثال دلیری پر تمغۂ جرأت کا اعزاز دیا گیا ہے۔

نائب رسالدار محمد خالق شہید۔ ستارۂ جرأت

نائب رسالدار محمد خالق ۱۰ ستمبر کو سیالکوٹ سیکٹر میں گروپ کمانڈر کی حیثیت سے لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔ یہاں انہوں نے دشمن کے حملے کو نہ صرف پسپا کیا بلکہ اسے بھاری نقصان پہنچایا۔ محاذ پر جاتے ہوئے انہوں نے گھر والوں سے کہا کہ آج ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے ہم پھر کبھی نہ مل سکینگے۔ محاذ سے بھی خط لکھتے رہے۔ ان میں بھی یہی لکھا کہ میرے لئے دعا کرنا کہ اللہ تعالےٰ کفر کے خلاف لڑتے ہوئے میرا حوصلہ بلند رکھے۔ شوق شہادت ان میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ وہ اتنے نڈر تھے کہ ٹینک سے باہر آکر لڑا کرتے تھے۔ وہ اپنے ساتھیوں کی مدد کے لئے خطرناک سے خطرناک صورت میں بھی دریغ نہ کرتے تھے۔ ۵ روز بعد وہ دشمن کے متعدد ٹینک تباہ کر چکے تھے۔ مگر ٹینک کے بارود کو آگ سے بچانے کی کوشش میں شہادت کے درجہ کو پہنچے۔ ان کے اس دلیرانہ کارنامہ پر ستارۂ جرأت کا اعزاز دیا گیا۔

ایل۔ ڈی غضنفر خان۔ تمغۂ جرأت

چونڈہ کے محاذ پر ایل۔ ڈی غضنفر خان اپنی جان کی پرواہ کئے بغیر دشمن کے علاقہ میں جا کر ان کا ایک سنچورین ٹینک لے آئے جن سے قیمتی دستاویزات بھی برآمد ہوئیں۔ چنانچہ اس کارنامہ پر انہیں تمغۂ جرأت کا اعزاز دیا گیا۔

اے۔ ایل۔ ڈی سلیم اختر شہید۔ ستارۂ جرأت

اے۔ ایل۔ ڈی۔ سلیم اختر شہید ستارۂ جرأت نے سیالکوٹ کے محاذ پر اپنے ٹینک پر سوار ہو کر دشمن پر اوپر تلے چار حملے کئے۔ انہوں نے بار بار حملے کے دوران ۸ بھارتی ٹینک تباہ کئے۔ اور اپنے ٹینک کی توپ سے چار ہوائی جہاز مار گرائے۔ مسلسل لڑائی کے دوران افسران نے انہیں آرام کرنے کا مشورہ دیا لیکن وہ دیوانہ وار پھر ایک بار دشمن پر لپکے اور کئی کفار کو واصل جہنم کر کے واپس لوٹ رہے تھے کہ ہندوستانی ہوائی جہاز کے گولے سے شہید ہو گئے۔ سلیم اختر کی ماں نے اپنے بیٹے کی شہادت پر اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے صبر و استقلال کے ساتھ اپنے سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا — میرے بیٹے نے میرا دودھ پیا تھا۔ اور اس نے مادر وطن کی حرمت کی لاج رکھ لی۔ گو میرا بیٹا اب اس دنیا میں نہیں لیکن میں خوش ہوں کہ قیامت کے روز وہ رنگے ہوئے کپڑوں میں ملبوس ہو کر مجھ سے بغلگیر ہو گا۔ اس کے تین لڑکے اور ایک لڑکی میرا دل بہلانے کے لئے کافی ہیں۔

ہر ہنر کی آزمائش ہے کھلے میدان میں

فضائی جنگوں کی تاریخ میں پاکستان ایئر فورس کے جنگی کارناموں کی مثال ملنا مشکل ہے۔ انہوں نے نہایت مختصر وقت میں اس طرح فیصلہ کن کارنامے سرانجام دیئے کہ دنیا کی چند بہترین فضائی طاقتوں میں اس کا شمار ہونے لگا ہے۔ فضائیہ کے برق رفتار اور جان باز ہوابازوں کو مادر وطن کی حفاظت کے ساتھ اپنے بلند قومی مقصد پر بھی ایمان تھا۔ اللہ کی مدد پر بھروسہ تھا۔ اور موت سے انہیں کوئی خوف نہیں تھا۔ جب تعداد اور اسلحہ کے لحاظ سے ان کا بہت بڑے دشمن سے سامنا ہوا اور کٹھن مراحل آئے تو ان کی راہ میں کوئی جھجک، کوئی خوف حائل نہ ہوا۔ وہ براہِ راست دشمن پر حملہ کرنے کی خواہش رکھتے تھے۔ یہی وہ جذبہ تھا جس نے انہیں دشمن کی فضائی طاقت کو نیست و نابود کرنے میں ثابت قدم رکھا جس نے انہیں ناممکن کو ممکن کر دکھایا، اور عزت و عظمت کا شاندار مقام دینے کا اہل بنایا۔ فضائی جنگ میں حملہ کا آغاز کر کے دشمن نے جو برتری حاصل کرنے کی کوشش کی تھی، اسے ناکامی میں بدل دیا گیا۔ اگلے روز دشمن کے ۸ طیاروں نے سیالکوٹ کے علاقہ پر پروازیں کیں اور ان میں سے تین طیارے تباہ کر دیئے گئے۔ اور قدم قدم پر اپنی بری افواج کو مدد پہنچا کر جس تنظیم کا ثبوت دیا، ساری دنیا نے اس کی تعریف کی ہے۔

پاک فضائیہ کے جیالے ہوابازوں نے ایک جیالے، نرالے اور سرفروشانہ انداز میں مختلف محاذوں پر دشمن کے لاتعداد ٹینک اور بے شمار بکتر بند گاڑیاں اور اسلحہ سے لدے ہوئے ٹرک تباہ کر کے اس کی سپلائی لائن کا نظام درہم برہم کر دیا۔ فضا اور زمین کی جنگ کے ہر مرحلہ پر دشمن کو زبردست نقصان پہنچا کر انہوں نے اپنی برتری کو تسلیم کرا لیا۔ چونڈہ کی جنگ میں نام پیدا کرنے والے کمانڈر بریگیڈیئر عبدالعلی نے ایئر مارشل نور خان کو ایک خط میں لکھا۔ ہماری فضائیہ نے ہمیں جتنی بھرپور اور شاندار مدد دی ہے، اس پر ہم زبردست خراج تحسین ادا کرتے ہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ چھمب میں پاک فضائیہ کی اولین کارروائی کے بعد ہی ہم پر یہ حقیقت واضح ہو گئی تھی کہ ہمیں دشمن کی فضائیہ کے متعلق فکر کرنے کی ضرورت نہیں جنگ کا رخ اس لمحے متعین ہو گیا تھا۔ ہم وہ منظر بھی کبھی نہیں بھولیں گے۔ اس نے ہمارے حوصلے بلند کر دیئے اور ہمیں ایک اچھا آغاز ملا۔

آپ نے مزید لکھا کہ میں ذاتی طور پر یہ محسوس کرتا ہوں کہ ہمارے ہوابازوں نے بھارتی فضائیہ کی زبردست پٹائی کرنے کے علاوہ ان کے دلوں میں جو خوف پیدا کیا، وہ بھی بہت زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔ میں یہ بات اس لئے جانتا ہوں کیونکہ دشمن نے ہماری بھاری توپوں کی پوزیشنوں پر بار بار حملے کئے لیکن ان کے ہواباز ہماری فضائیہ سے اس قدر خوف زدہ تھے کہ جلد از جلد اپنے راکٹ اور بم پھینک کر فرار ہو جاتے تھے جس سے ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچتا تھا۔ چونڈہ کی سترہ روزہ جنگ کے دوران انہوں نے صرف اتنی کامیابی حاصل کی کہ ہماری ایک ہلکی گاڑی اور ایک چھوٹی طیارہ شکن توپ کو نقصان پہنچایا۔ اپنی

فضائیہ کی شاندار کارکردگی کی بنا پر جنگ بندی کے وقت ہماری تمام ہلکی اور بھاری توپیں صحیح سلامت رہیں۔ جو اس حقیقت کی منہ بولتی تصویر ہیں کہ آپ نے ہمارے لئے ساری جنگ میں شاندار کام کیا۔ ہم دن کے وقت پوری آزادی سے نقل و حرکت کرتے تھے۔ اور یہ ایک ایسی بات تھی جس کا ہم دشمن کی فضائیہ کی موجودگی میں تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔ آپ نے لکھا کہ ان شاندار کارناموں پر ہم اس عظیم فضائیہ پر فخر کرتے میں حق بجانب ہیں۔

صدر پاکستان نے پاک فضائیہ کو زبردست خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے کہا۔ کہ فضائیہ کے شاندار کارنامے ایک یادگار واقع کی حیثیت سے تاریخ میں ہمیشہ زندہ رہیں گے۔ انہوں نے اپنے سے چھ گنا بڑی فوج کا دلیری سے مقابلہ کیا اور دشمن کی فضائی طاقت مفلوج کر کے رکھ دی۔ یہ ایک بے مثال کارنامہ ہے۔ اور آپ نے اس لئے انجام دیا ہے کہ آپ اپنے ملک اور اپنے مقصد پر یقین رکھتے تھے۔ آپ کو اپنے اسلحہ پر اعتبار تھا اور سب سے زیادہ آپ کو اپنے آپ پر اعتبار تھا۔ آپ کا سب سے عظیم کارنامہ یہ تھا کہ جب بھی آپ کو بلایا گیا آپ منٹوں میں میدانی فوج کی مدد کو پہنچ گئے۔ آپ کی مدد اس قسم کی نہیں تھی کہ آپ حملہ کریں اور بھاگ جائیں۔ بلکہ آپ نے ٹھیک ٹھیک نشانے لگائے اور بعض اوقات نصف گھنٹہ سے بھی زیادہ عرصہ وہاں ٹھہرے رہتے۔ جہاں آپ کی مدد کی ضرورت ہوتی تھی آپ فوراً وہاں پہنچ جاتے تھے۔

پاکستانی فوج کے کمانڈر انچیف جنرل محمد موسیٰ نے کہا۔ فضائیہ نے فوج اور ملک کے لئے جو کچھ کیا ہے، ان کی تعریف لفظوں میں بیان ہی نہیں کی جا سکتی۔

ہمارے طیارے اس قدر نیچی پروازیں کرتے تھے اور ہوا باز اپنے ذاتی تحفظ سے اس قدر بے پرواہ تھے کہ میدانی فوجیں سانس روک لیتی تھیں۔ لیکن ہر بار صحیح سلامت واپس آجاتے تھے اور واپس اگر دشمن کو تباہ کرنے کا اعادہ کرتے تھے۔

پاک فضائیہ کے جارحانہ اور مدافعانہ حملوں میں ستاروں پر کمندیں ڈالنے والے جن ہوابازوں اور افسروں نے شجاعت سے بھرپور کردار ادا کیا، ان میں اسکواڈرن لیڈر ایم۔ ایم۔ عالم، سہیل چودھری، ونگ کمانڈر نذیر لطیف، فلائٹ لیفٹیننٹ امین خان، خلیل، کمال، اسکواڈرن لیڈر اورنگ زیب، خان نجیب خان، فلائٹ لیفٹیننٹ سیف اللہ لودھی، سلیم اختر، ایس کے محمود۔ ولیم افتخار غوری، مظہر، یوسف علی علوی، تصور نقوی، ایس۔ ایم۔ سلیم، ایس۔ ایچ۔ ہاشمی وامق، اشرف۔ فلائنگ آفیسر غنیم ازار، مصطفےٰ قادر، طارق جنجوعہ اکبر، ونگ کمانڈر ایم۔ ایچ کریم۔ ریاض، اسکواڈرن لیڈر قاضی امان اللہ۔ یہ نام ان جیالے جوانوں کے ہیں جن پر فضائیہ ہمیشہ ناز کرے گی۔

ایئر مارشل نور خاں مختلف مراکز کے کامیاب حملوں سے واپس آتے ہیں

فلائٹ لیفٹیننٹ یونس شہید (ستارۂ جرأت)

سکوڈرن لیڈر معین الدین شہید ستارۂ جرأت

سکوڈرن لیڈر علیم الدین شہید (ستارۂ جرأت)

سکوڈرن لیڈر عالم صدیقی (ستارۂ جرأت)
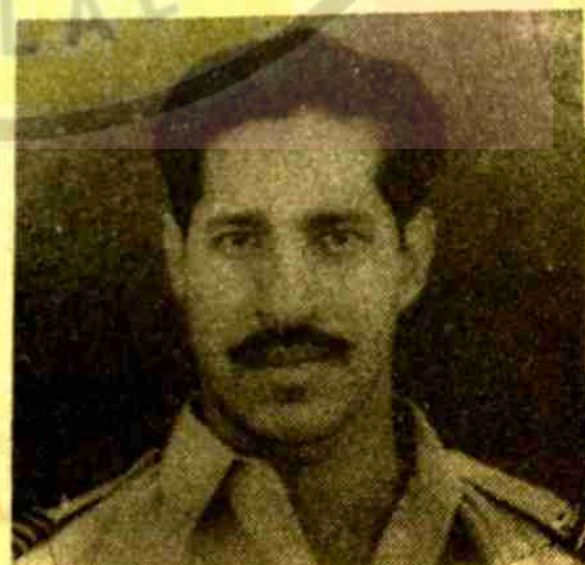
کہنی ہمیں ہے خلق خدا غائبانہ کیا!

کرسچن سائنٹ مانیٹر

سیالکوٹ کے جنگی محاذ پر برطانیہ کی جنگ۔ کا تذکرہ کرتے ہوئے بہت سے پنجابیوں نے مجھے بتایا کہ ہم آخر وقت تک آپ کے لئے لڑتے تھے۔ لیکن اسوقت ہماری اپنی جنگ ہے۔ اور اب ہم اس وقت تک لڑیں گے جب تک کہ دشمن کی طاقت نیست و نابود نہیں ہو جاتی۔ اور ان کے اس عزم میں حقیقت نمایاں ہے۔ دونوں فوجوں کا آپس میں خاصا فرق ہے۔ ہندوستانی سپاہی کمزور اور بزدل ہیں۔ جبکہ پاکستانی سپاہی مضبوط، طاقتور اور پُر عزم جذبہ کے مالک ہیں۔ ہندوستانی فوج غیر صلاحیت یافتہ ہے جبکہ پاکستانی فوج میں پختہ ارادہ اور فطری و طبعی جواہر موجود ہیں۔ ہندوستانی صنعت کی حالت اچھی نہیں کہ وہ ملک کو مشینری مہیا کر سکیں۔ مگر اس کے مقابلے میں پاکستان اپنے ملک کو ہر قسم کی مشینری فراہم کر سکتا ہے۔ اور یہ سب ایوب خاں جیسے دانا، مدبر اور ماہر شخص کی بدولت ہے۔ اس کے مقابلے میں بھارت کے وزیراعظم شاستری اتنے قابلِ ستائش نہیں ہیں۔ وہ بزدل ہیں۔ اور کسی فیصلے یا نتیجہ پر ذاتی رائے سے نہیں پہنچ سکتے۔ اس وقت اگرچہ بھارت کے پاس سے پاکستان کے مقابلے میں طیاروں کی تعداد زیادہ

ہے لیکن وہ ان کا منظم طریق کار نہیں جانتے۔ پاکستان کے ہوا باز بہت ذہین ہیں اور وہ بہت حد تک اپنے مسائل کو بڑے احسن طریقے سے سرانجام دے سکتے ہیں جنگ کی ابتدا ہی میں سب جان گئے تھے کہ پاکستانی ہوا باز بھارتی ہوا بازوں سے یہ جنگ آسانی سے جیت سکتے ہیں۔

نیویارک ٹائمز

ہندوستان کی کثیر تعداد کی برّی، بحری، اور ہوائی افواج کے مقابلے میں پاکستانی افواج کا اعلیٰ ضابطہ، بلند حوصلہ، اور اچھی تربیت قابلِ تعریف ہے۔ پاکستان نے اس تصادم میں ہندوستان کو بے حد ذلیل کیا۔ ہندوستان اس زبردستی کی جنگ میں پاکستانیوں کو محض فوجی طاقت کے بل بوتے پر کچلنا چاہتا تھا مگر اسے پاکستانی فوجوں کی طاقت کا صحیح اندازہ نہ ہو سکا۔

چارلس ڈگلسی نمائندہ بی۔بی۔سی

۱۹۶۲ء میں چین نے ہمالیہ کی سرحد پر ہندوستانی فوج کو شکست فاش دے کر ان کی بزدلی کو اچھی طرح واضح کر دیا تھا۔ چنانچہ اس کے بعد ہندوستان نے اپنی فوجی طاقت اور دیگر سازوسامان میں خاص ترقی کر لی لیکن ملکی انتظام ناقص ہو گیا۔ امریکی افسر پاکستانی سپاہی کے حوصلہ جنگ کے متعلق ایک زمانے سے اچھی رائے رکھتے ہیں۔ پاکستانی فوجی سپاہیوں میں لڑنے کا صحیح عزم پایا جاتا ہے۔ صدر ایوب خان جو ملک کے راہنما ہیں اعلیٰ تربیت یافتہ سپاہی ہیں۔ بھارتی فوج میں اتنی طاقت

نہیں کہ وہ کسی موقعہ پر بھی پاکستان پر غلبہ حاصل کر سکیں. ہندوستان کو تعداد میں نمایاں برتری حاصل ہے. اس کے پاس سترہ ڈویژن فوج ہے. اور مزید چار ڈویژن تیار ہو رہے ہیں۔ اس کے مقابلے میں پاکستان کے پاس صرف ۸ ڈویژن یعنی ۸ لاکھ آدمیوں کے مقابلہ میں ۳ لاکھ آدمی تھے. اس طرح چار سو جنگی طیاروں کے مقابلے میں پاکستان کے پاس صرف دو سو جنگی طیارے ہیں.

جکارتہ اخبار

پاکستان کی قلیل فوج کا معیار تربیت ہندوستانی فوج سے زیادہ بلند ہے. ہندوستان کا مدعا یہ تھا کہ وہ بار بار حملے کر کے پاکستان کی چھوٹی سی فوج کو تتر بتر کر دیں. مگر پاکستان کی جانباز اور بہادر فوج نے بھارتی فوج کے منصوبے خاک میں ملا دیئے.

اقوام متحدہ کے افسران

پاکستان نے اپنی کمال فہم و فراست کے ساتھ کئی علاقے فتح کر لئے. پاکستان نے اپنی پانچ روزہ جنگ کے دوران نہ صرف بھارتی حملے کا منہ توڑ جواب دیا، بلکہ انتہائی تیزی اور جرأت کے ساتھ بھارتی علاقے میں داخل ہو گئے اور کئی علاقوں پر قبضہ کر لیا. غیر ملکی نمائندے کا کہنا ہے کہ بھارتی حملہ پاکستانی دفاع کو کوئی بھاری نقصان نہیں پہنچا سکا. یہ بات قابلِ تعریف ہے کہ پاکستانی فوج ہندوستانی فوج کے مقابلے میں تعداد میں بہت کم ہے. مگر ان کے حوصلے بہت بلند ہیں. ان کے

عزائم پختہ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے ہندوستانی فوجوں کے مقابلہ میں بہت زیادہ فتوحات حاصل کی ہیں۔

ایجپشین میل کیرو

پاکستانی فوج کا جوش اور بہادری قابلِ تعریف ہیں۔ انہوں نے اپنے سے تین گنا بڑی طاقت کا جرأت اور دلیری سے مقابلہ کر کے اپنی برتری تسلیم کرائی ہے فضائی فوج کی کارکردگی بھی پاکستان کی فضائیہ کی عظمت کی ایک زندہ مثال ہے۔

نیویارک ٹائمز

ہندوستان نے آج اس بات کا اعتراف کر لیا ہے کہ اس کی فوجیں پنجاب کے محاذ پر سے ایک خوفناک ٹینکوں کے حملے کی وجہ سے پیچھے ہٹنے پر مجبور ہو گئی تھیں۔

چارلسن ڈگلسن۔ بی۔ بی۔ سی

گذشتہ پاک بھارت جنگ میں پاکستان کی زبردست طاقت اور دنیا کے مخالف رویہ سے ہندوستان سخت بددل ہو گیا تھا۔ اس لئے وزیر اعظم شاستری کی حکومت جنگ بند کرنے کی خواہش مند ہو گئی۔ اور اس کے جوان کا جوان سے اور دستے کا دستے سے مقابلہ کر کے دیکھا جائے تو ماننا پڑے گا کہ پاکستان کی فوج اگرچہ مختصر ہے، مگر تربیت اور کارکردگی کے لحاظ سے ہندوستان کی نسبت کہیں بہتر ہے۔

کرسچن سائنس مانیٹر

۱۰ ستمبر ۱۹۶۵ء کو امریکی محکمہ دفاع کے ماہرین کے ابتدائی اندازے کے

مطابق پاک و ہند جنگ میں پاکستانی فوج کی اعلیٰ تربیت و بہتر تنظیم اور عالی حوصلگی کا مقابلہ ہندوستان کی کثیر تعداد بری، بحری اور فضائی فوج سے ہوگیا۔ واشنگٹن میں عام خیال یہ ہے کہ پاکستان ہندوستان کو فیصلہ کن شکست دے گا۔

(۱۰ ستمبر ۶۵ء)

ٹائپ آف دی نیوز واشنگٹن

ہندوستانی فوج نے پاک فضائیہ کے طیاروں کو بڑی تعداد میں مار گرانے کے جو وعدے کئے تھے ان میں بہت مبالغے سے کام لیا گیا ہے۔ اور اس سلسلے میں پاکستان کا نقصان نہ ہونے کے برابر ہے۔ پاکستان اس لحاظ سے خوش نصیب ہے کہ اس کا صدر ایک فوجی ہے۔ اور پچھلے سات سال سے وہاں کی حکومت پر فوجی تنظیم اور اس کے طریق کار کا بڑا اثر رہا ہے۔ (۶ ستمبر)

(ایوننگ سٹینڈرڈ لندن)

دی ٹیبلٹ لندن

ایک زمانے میں یہ بات بڑے فخر سے کہی جاتی تھی، کہ سلطنت برطانیہ دنیا کی سب سے بڑی مسلم طاقت ہے۔ اس بات کے پیچھے یہی احساس کارفرما تھا کہ سلطنت برطانیہ کی عسکری طاقت کا سرچشمہ بڑی حد تک اس کی مسلمان آبادی ہے۔ یہ ماننا پڑے گا کہ مسلمانوں کا یہ عسکری مزاج آج کی مسلم حکومتوں میں بھی موجود ہے۔

(۱۱ ستمبر ۶۵ء)

ڈیلی نیوز۔ ٹوکیو

سیالکوٹ کے علاقے میں ہندوستان کے حملہ آور شہر سے دو میل کے فاصلہ

پر آگئے تھے۔ ایک لاکھ آبادی کا یہ شہر دریائے چناب کے مشرقی کنارے پر واقع ہے۔ پاکستانیوں نے جوابی حملہ کر کے انہیں پھر ہندوستانی سرحد کے قریب دھکیل دیا۔ جو سیالکوٹ سے تقریباً دس میل مشرق کی جانب ہے۔

انڈونیشن ہرلڈ

ہندوستانی افواج کو ان دس بارہ دنوں میں جو بھاری جانی اور مالی نقصان ہوا ہے اسے عرصہ تک ہندوستانی افواج اور عوام سے چھپایا نہیں جا سکتا۔ ایک ہندوستانی صحافی نے آل انڈیا ریڈیو سے تقریر نشر کرتے ہوئے ہندوستانی طیاروں کے بھاری نقصانات کا اعتراف کیا ہے۔ اور ملک کو اس سے زیادہ نقصانات کے لئے تیار رہنے کی تلقین کی ہے۔ ۱۱ر ستمبر ۶۵ء

الجمہوریہ قاہرہ

ہندوستانی فوج کا ایک منشا یہ بھی تھا، کہ مغربی طاقتوں پر یہ ثابت کر دیا جائے کہ پاکستان جنگی نقطۂ نظر سے کوئی قابلِ توجہ ملک نہیں ہے۔ لہٰذا ان کی ساری فوجی امداد صرف ہندوستان کے لئے ہونا چاہیئے۔ مگر پاکستانی فوج نے ان کے سارے عزائم کو خاک میں ملا دیا ہے۔ ۱۲ر ستمبر ۶۵ء

ڈیلی نیوز۔ ٹوکیو

سیالکوٹ پاکستان کی دفاعی صف بندی میں کلیدی مقام رکھتا ہے۔ سیالکوٹ سے تقریباً دس میل مشرق کی جانب پاکستانی فوجوں نے ہندوستان کی تین ڈویژن فوج کو گھیرے میں لے لیا ہے اور انہیں سخت نقصان پہنچا رہی ہیں۔

(۱۲ر ستمبر ۶۵ء)

نبتانگ تمور۔ جکارتہ

باوجود اس کے کہ ہندوستان کی فوجی طاقت اور جنگی سامان پاکستان سے دوگنا ہے۔ مگر پاکستان نے حملہ آوروں کا منہ موڑ دیا ہے۔ کوئی طاقت خواہ کتنی بڑی کیوں نہ ہو، کسی دوسری کو اس کے جائز مقاصد سے ہٹا کر زیر نہیں کر سکتی۔

(۱۲ ر ستمبر ۶۵ء)

مارننگ پوسٹ لندن

سیالکوٹ سے بیس میل جنوب مشرق کی طرف چونڈہ کے علاقہ میں پاکستانی اور ہندوستانی ٹینک نئی فصل سے لہلہاتے ہوئے کھیتوں کے درمیان ایک دوسرے میں گھسے ہوئے تھے۔ توپ خانہ اور ہوائی جہازوں کی مدد سے وہ فصلوں کو ٹوٹتے ہیں اور ایک دوسرے پر جوابی حملے کرتے ہیں۔ پاکستان ان ریلوں کا مقابلہ خاص طور پر ترتیب دیئے ہوئے ٹینک شکن توپوں سے کر رہا ہے۔ اور بعض اوقات پاکستانی دستے دشمن کی صفوں کے پیچھے گھس جاتے ہیں۔ اور پشت سے حملہ کر کے ہندوستانی فوج کو بھاری نقصان پہنچاتے ہیں۔ (۱۷ ر ستمبر ۶۵ء)

ڈیلی مرر۔ لندن

پاکستان کی تپتی ہوئی دھوپ میں آج موت کی باس گھلی ہوئی ہے۔ کیونکہ یہ وہ مقام ہے جہاں پاکستان نے ہندوستان کی حملہ آور فوجوں کے قدم قطعی طور پر روک دیئے تھے۔ نعروں کے شور میں پاکستانی فوجیں ہر حملہ کا منہ توڑ جواب دیتی رہیں اور بار بار ہندوستانی فوج کو پسپا کرتی رہیں اور لڑائی سے تھکے ماندے پاکستانی سپاہی جب اپنے ڈیرے پر پہنچتے، تو سب کے لبوں پر ایک ہی نعرہ ہوتا۔ "فتح"!

(۱۱ ر ستمبر ۶۵ء)

نامہ نگار امریکن براڈ کاسٹنگ کارپوریشن

مجھے صحافت میں قدم رکھے ہوئے بیس برس ہو چکے ہیں۔ مگر میں نے آج تک ان پاکستانی سپاہیوں سے زیادہ پُر اعتماد، فتح پر یقین رکھنے والے اور کامیاب سپاہی کہیں نہیں دیکھے۔ (۱۲ ستمبر ۶۵ء)

انڈونیشین ہرلڈ

سیالکوٹ میں ہندوستانی ٹینکوں کی بہت بڑی تعداد پاکستانی ٹینک شکن دستوں نے برباد کر دی ہے۔ پاکستان کی فوجوں نے ملک کی قیمت اور عزم کی پختگی کی بنا پر دشمن کو شکست فاش دی ہے۔ ہندوستان کی پیدل ڈویژنیں جو سیالکوٹ میں ہندوستانی ٹینکوں کی صفوں کی مدد کے لئے لائی گئیں، بُری طرح پسپا ہوئیں۔ مگر انہیں بھاگ کر بھی کہیں پناہ نہ ملی۔ (۱۵ ستمبر ۶۵ء)

ہفت روزہ ٹائم

پنجاب پر ہندوستان کے تمام حملے ناکام رہے۔ سرحد پار کرنے کے بعد تھوڑی ہی دوران کو روک لیا گیا۔ پاکستان کی چھوٹی مگر اعلیٰ تربیت یافتہ فوج کا پلّہ ہندوستان کے مقابلے میں ہر محاذ پر بھاری رہا ہے۔ افواجِ پاکستان کے کمانڈر انچیف جنرل موسیٰ نے اپنی فوج کی دلاوری کو سراہتے ہوئے کہا۔ دشمن تمہارے دانتوں کی گرفت میں آچکا ہے۔ اب اپنے دانت اس کے جسم میں گہرے اور گہرے پیوست کرو۔ حتیٰ کہ وہ تباہ ہو جائے اور تم انشاء اللہ اس کو ضرور تباہ کر دو گے۔ (۱۲ ستمبر ۶۵ء)

سنڈے ٹائمز

ہندوستانی طیارچی پاکستانی ہوا بازوں کے مقابلہ میں کم ماہر ہیں — اور

ہندوستانی افسر پاکستانی افسروں کے مقابلہ میں افسوسناک حد تک نااہل ہیں۔ایک ایسی قوم ہندوستان کی خوب اچھی طرح پٹائی کر رہی ہے جس کی آبادی اس سے ۴/۱ گنا کم ہے۔ اور جس کی فوجیں اس سے تین گنی کم ہیں۔ (۱۹ ستمبر)

نیوز ویک

پاکستانیوں نے انبالہ کے ہوائی اڈہ پر انتہائی بروقت ہوائی حملہ کر کے ہندوستان کے ۲۵ ہوائی جہاز تباہ کر دیئے جب وہ ایندھن سے خالی تھے۔ اور اپنی جگہ سے ہل نہیں سکتے تھے۔ایک ہفتہ کی جنگ سے یہ ظاہر ہو گیا ہے کہ پاکستانی نہ صرف دشمن کے حملے کو روک سکتے ہیں بلکہ اس سے بڑھ کر اہلیت رکھتے ہیں۔

(۲۰ ستمبر ۱۹۶۵ء)

لوئیس کرار ٹائم میگزین

ایسی قوم کو کون شکست دے سکتا ہے جو موت سے آنکھ مچولی کھیلنا جانتی ہے۔مجھے ہندوستان پاکستان کی یہ جنگ یاد رہے یا نہ رہے مگر میں اس مسکراہٹ کو ضرور یاد رکھوں گا جس سے میرے رہبر فوجی افسر نے میرا خیر مقدم کیا۔ اور جس سے بڑے حوصلے اور خود اعتمادی کا اظہار ہوتا ہے۔اس مسکراہٹ نے مجھے بتا دیا کہ پاکستانی فوجی کتنے نڈر اور بہادر ہوتے ہیں۔سپاہی سے لے کر جنرل افسر کمانڈنگ تک یہ لوگ اس دل گردے کے تھے کہ ان کے نزدیک میدانِ جنگ میں گولیوں اور گولوں سے کھیلنا گویا گلی میں اخروٹ کھیلنے کے برابر تھا۔

میں نے جنرل افسر کمانڈنگ سے پوچھا کہ تعداد میں کم ہونے کے باوجود آپ لوگ ہندوستانیوں پر کیسے چھا جاتے ہیں۔ اس نے میری آنکھوں میں آنکھیں

ڈالیں اور مسکرا کر کہا۔ اگر جرأت۔ بہادری اور حب الوطنی خریدنے کی چیزیں ہوتیں، تو ہندوستان نے امریکی امداد کے ساتھ انہیں بھی خرید لیا ہوتا۔

(۲۲ ستمبر ۱۹۶۵ء)

روزنامہ الدفاع۔ بیت المقدس

اپنی توقعات کے برعکس بھارتی جرنیلوں کو تجربہ ہو گیا کہ پاکستانی فوجوں سے جنگ کرنا کوئی ہنسی کھیل نہیں ہے۔ پاکستانی افواج ناقابلِ گزر چٹانوں کی طرح ہندوستانی حملہ آوروں کے سامنے ڈٹ گئیں۔ اس کی وجوہ یوں تو بہت سی ہیں مگر سب سے بڑی وجہ پاکستانیوں کی وہ فطری قوت ہے جو انہیں اس ٹھوس معاشرتی اور سیاسی اتحاد سے حاصل ہوئی ہے جسے اسلام نے ان کے دلوں اور ان کی روح میں سمو دیا ہے۔ دوسری وجہ وہ قوت ہے جو پاکستانیوں کو جدید نظم و ضبط اور جدید ترین اسلحہ سے حاصل ہوئی۔ پاکستانی سپاہی کا جذبۂ جہاد اس کی شجاعت کے ساتھ سونے پر سہاگہ ہے۔ (۲۲ ستمبر ۱۹۶۵ء)

ڈونلڈ ڈسی مین۔ ڈیلی ایکسپریس۔ لندن

جنگ بندی لائن کا منظر تو میں کبھی بھول ہی نہیں سکتا۔ ہمیں ایک قصبہ کے گرد صرف تین میل مسافت طے کرنے کا وقت ملا۔ میں نے ایک گھنٹہ سے کم وقت میں وہاں ۲۵ سنچورین اور شرمن تباہ شدہ ٹینک گنے۔ اس میں شک نہیں کہ پاکستانی یہاں کی فتح کو اپنے لئے بڑی حوصلہ افزا فتح خیال کرتے ہیں۔ کیونکہ انہوں نے دشمن کے حملہ کا منہ توڑ جواب دیا۔

(۲۲ ستمبر ۱۹۶۵ء)

ہندوستانی فوج لاہور کارپوریشن کے علاقہ میں داخل ریڈیو اسٹیشن بند شہر خالی

پرتاپ

لاہور خالی ہو گیا شہر کے مناظر

لاہور کے بعد سیالکوٹ بھی خالی ہو گیا

کراچی کو لاہور سے کاٹ دینے کیلئے بھارتی فوج کی برق رفتار پیشقدمی

لاہور کیطرف فاتحانہ پیشقدمی جاری

لاہور کے ہوائی اڈہ پر ہمارا قبضہ دشمن سیالکوٹ سے بھاگ گیا

ہماری فوج لاہور سے آگے نکل گئی پاکستانی قصور سے بھی بھاگ

ہماری فوج کا سندھ کے اہم شہر پر قبضہ حیدرآباد کیطرف مارچ

ہمارے جوان سندھ میں ۲۵ میل آگے بڑھ گئے سیالکوٹ شمال کی جانب سے کاٹ دیا گیا

ملاپ

بھارتی اخبارات کی وہ جھوٹی سرخیاں جنہیں شائع کر کے بھارتی عوام کو دھوکا دیا گیا۔ طاقت کے نشے میں چور بھارت کے جارحیت کے سارے خواب خاک میں مل گئے۔ پاکستان کی افواج نے سیالکوٹ اور لاہور میں بھارتی فوجوں کے ناپاک قدم لگنے نہیں دیئے۔
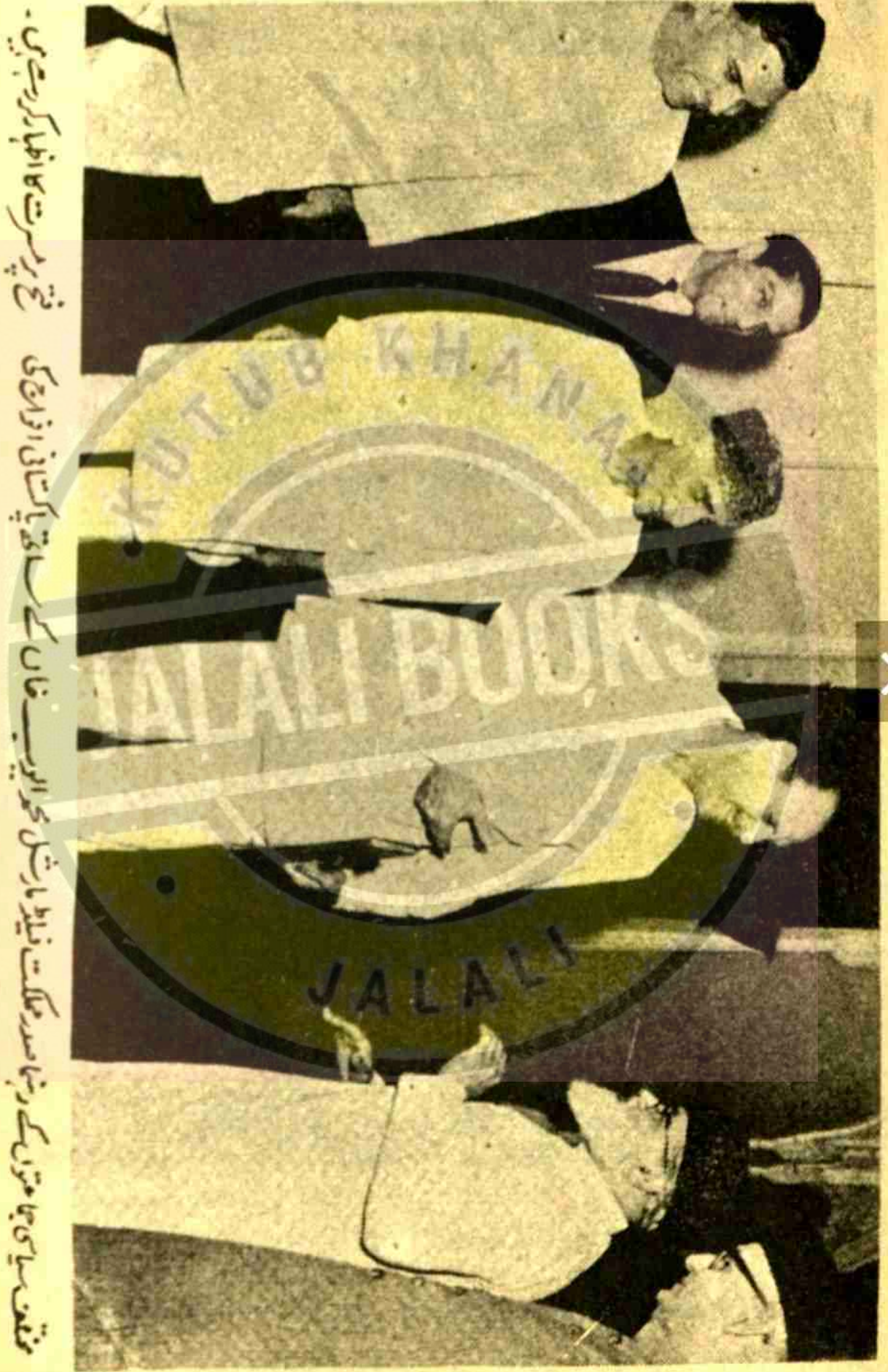
مختلف سیاسی جماعتوں کے رہنما صدر مملکت فیلڈ مارشل محمد ایوب خاں کے ساتھ پاکستانی افواج کی فتح پر مسرت کا اظہار کر رہے ہیں۔

گارجین۔ لندن

سازوسامان کی عمدگی اتنی اہم چیز نہیں ہے جتنی کہ پرواز کی اہلیت اور عزم کی پختگی۔ ہندوستانیوں کو کسی مقصد کا احساس نہیں تھا۔ پاکستانی اپنے ملک کی حفاظت کر رہے تھے اور خوشی خوشی اپنے آپ کو خطرے میں ڈال رہے تھے۔ اور اس طرح نہ صرف انہوں نے حوصلہ مندی کا ثبوت دیا بلکہ مادی فتح بھی حاصل کی۔

(۲۴ر ستمبر ۱۹۶۵ء)

نیوز ویک

پاکستان کی قلیل فوج نے ہندوستان کے حملہ کو پسپا کر کے فوج کی وہ درگت بنائی ہے کہ اسے راہِ فرار نہیں مل رہی۔ ہندوستانی فوج اب بوکھلا بوکھلا کر شہری آبادی پر حملے کر رہی ہے۔ مگر پاکستانی جوانوں کے حوصلے بہت بلند ہیں۔ انکی ثابت قدمی اور مضبوط دلی ان کے بہت کام آتی ہے۔ (۲۷ر ستمبر ۶۵ء)

مارننگ نیوز۔ کراچی

جب پاک بھارت جنگ شروع ہوئی، تو افغانوں کی ہمدردی پاکستانیوں کے ساتھ تھی۔ اور لوگ یہ کہتے سنے گئے کہ اگر پاکستانی ہندوستان کی ہوسِ ملک گیری کو روکنے کے لئے نہ اٹھ کھڑے ہوتے تو ہندوستانی یقیناً ہندوکش پر قبضہ کرنے کی کوشش کرتے۔

(۵ر اکتوبر ۶۵ء)

نورالامین۔ قائد حزب اختلاف قومی اسمبلی

مسلح افواج کے جوانوں نے اپنے شاندار کارناموں سے سر اونچا کر لیا ہے۔ ان کی شجاعت اور حوصلہ مندی سے جنگ کی ایک نئی تاریخ مرتب کی ہے۔ ان کا

جذبہ حب الوطنی نہایت اعلیٰ اور قابلِ قدر ہے۔ ملک کی حفاظت کے لئے پٹھان پنجابی، بلوچی، سندھی اور بنگالی شانہ بشانہ کھڑے ہو کر لڑے۔ میں انہیں سلامی پیش کرنے میں بڑا فخر اور شکر کا جذبہ محسوس کرتا ہوں۔ میں سیالکوٹ کے باشندوں کو بالخصوص سلامی پیش کرتا ہوں جنہوں نے دشمن کے سب سے بڑے حملہ کا مقابلہ کر کے فتح حاصل کی۔ (۲۷ ستمبر ۶۵ء)

ڈان ــــ کراچی

شجاعت و جواں مردی کی جو داستان آج کل تاریخ عالم پر ہماری مسلح افواج ثبت کر رہی ہیں اس میں پاکستان کی ہوائی فوج کا بھی ایک سنہرا باب ہے۔ اپنی جرأت اور شجاعت کے پُر حوصلہ کارناموں اور مادرِ وطن کی حفاظت میں سر دھڑ کی بازی لگا کر ان پاکستان کی فضا کے محافظوں نے پوری قوم کو اپنا ممنون احسان بنا لیا ہے قوم کی آزادی اور اس کی عزت کی حفاظت میں انہوں نے جو کارنامے سر انجام دیئے وہ تاریخِ پاکستان میں سنہری حروف میں لکھے جائیں گے۔

سیالکوٹ کے گرد پاکستانی پیدل فوج نے دستی بموں سے ہندوستانی ٹینکوں کو مار بھگایا۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ امریکہ ہندوستان کو خواہ کتنی ہی مدد کیوں نہ دے وہ پاکستان کو کبھی شکست نہ دے سکے گا۔ (۶ اکتوبر ۶۵ء)

روزنامہ حریت۔ کراچی

ان بہادروں کو سلام جنہوں نے قوم کا سر اونچا کیا ہے اور ہمارے سینے مسرتوں سے بھر دیئے جنہوں نے دشمنوں کو یاد رکھنے والا سبق دیا اور جانبازی اور سرفروشی اور معرکہ آرائی کا عظیم الشان نمونہ دنیا کو دکھا دیا۔

روزنامہ "جنگ" کراچی

دنیا کی اچھی افواج کا جہاں بھی شمار کیا جائے گا، پاکستان کی افواج کا نام سرِفہرست ہوگا۔ مختصراً پاکستان کی ہوائی، بری اور بحری افواج نے اس ملت کے دفاع اور اس ملک کی حفاظت میں جس سرفروشی، بے جگری، غیر معمولی صلاحیت اور لیاقت کا ثبوت دیا ہے اس پر پاکستانی فوج کے جوان ساری دنیا کے بہادروں کی طرف سے تعریف و تحسین کے مستحق ہیں۔ اور ہم پاکستان کی قابلِ فخر فوج کو خراجِ عقیدت پیش کرتے ہیں۔

(۱۲ستمبر ۶۵ء)

روزنامہ انجام

سیالکوٹ کے تین محاذوں پر بھارت کی کثیر تعداد اور مسلح فوجوں کو شرمناک شکستیں دے کر پاکستانی فوجوں نے اسلام اور پاکستان کی عظمت کو اجاگر کیا ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ پاکستان کی بری، بحری اور فضائی فوجوں نے ہندوستان کے مقابلہ میں اپنی برتری کا لوہا دنیا بھر سے منوالیا۔ بھارت کے زبردست جنگی اڈے دوارکا کی تباہی ہماری بحری فوجوں کا وہ شاندار کارنامہ ہے جو تاریخ میں زریں حروف میں لکھا جائے گا۔ مغربی ممالک کے جنگی مبصر ذاتی مشاہدہ کی بنا پر تسلیم کر چکے ہیں۔ کہ شجاعت، حب الوطنی اور جنگی صلاحیتوں کے اعتبار سے بھارتی فوجیں انکی گرد پا کو بھی نہیں پہنچ سکتیں۔

(۱۵ستمبر ۶۵ء)

مارننگ نیوز۔ ڈھاکہ

مشرقی پاکستان کے فوجی افسر اور جوان مغربی پاکستان کے فوجی بھائیوں کے ساتھ شانہ بشانہ جنگ میں شریک تھے۔ ہمارے جوانوں نے مشترکہ مساعی سے

دشمن کو پسپا کر کے سیالکوٹ کو بچا لیا۔ اور آئندہ بھارتی پیش قدمی کے تمام امکانات نیست و نابود کر دیئے۔

پیغام۔ ڈھاکہ

مشرقی پاکستان کی پیادہ فوج کو پاکستان آرمی کے ایک جزو کی حیثیت سے بالکل پہلی بار جنگ میں شریک ہونے کا موقع ملا۔ اور انہوں نے ایسے غازیانہ جوہر دکھائے جن کا تاریخ میں ہمیشہ ذکر رہے گا۔ پاکستان کی ہر چپہ زمین میں خواہ وہ مشرق میں ہو یا مغرب میں، مشرقی پاکستان کے لوگوں کی نظر میں یکساں مقدس ہے۔

روزنامہ پاکستان ٹائمز۔ لاہور

پاکستانی و فاعی افواج نے جارحانہ حملہ پر دشمن کو جو عبرتناک شکست دی ہے فوجی ماہرین اسے ہمیشہ یاد رکھیں گے۔ پاکستانی فضائیہ کے جگمگاتے کارنامے سے صرف یہی ثابت نہیں ہوتا کہ ہم ہوائی معرکوں میں بے مثال ہیں بلکہ یہ واضح ہو گیا ہے کہ جب ملک کی آزادی کے لئے جنگ ہو تو ہم کسی سے دبنے والے نہیں۔

(۹ ستمبر ۶۵ء)

نوائے وقت۔ لاہور

ہندوستانی فوج نے پاکستانی فوج اور آزاد کشمیر کی فوجوں سے اپنی شکست کا بدلہ لینے کے لئے سیالکوٹ پر تین طرف سے حملہ کیا۔ اور اس طرح بین الاقوامی سرحد پار کر کے تاریخ جدید کی بدترین جارحیت کے مرتکب ہوئے۔ مگر پاکستان کی نڈر اور بہادر فوجوں نے اس کی بُری طرح پٹائی کی اور ہر قدم پر اسے پسپا کر دیا۔ اس طرح پاکستانی فوجوں نے یہ جان افروز حقیقت واشگاف کر دی کہ وہ

ناقابلِ شکست ہیں اور ملک کو ان پر بالکل بجا ناز ہے۔ (۸ ستمبر ۶۵ء)

روزنامہ "مشرق" لاہور

ہم اپنی بری، بحری اور ہوائی فوجوں پر جتنا بھی فخر کریں کم ہے۔ انہوں نے دشمن کو ہر معرکہ میں انتہائی شکست دی۔ ہماری فوجوں نے اپنی شجاعت، ثابت قدمی اور بے جگری کا ایسا لافانی نقش ثبت کیا ہے جو ہماری قومی تاریخ میں ہمیشہ تابندہ رہے گا۔ (۱۲ ستمبر ۶۵ء)

روزنامہ "امروز" لاہور

بھارت کے حکمران حلقے میں ہمیشہ ایسے افراد کو اکثریت حاصل رہی ہے جو پاکستان کی آزادی اور خود مختاری کو ذہنی طور پر قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں ان کے نزدیک پاکستان کی تسخیر بھارت کی سب سے بڑی خدمت ہے۔ چنانچہ ستمبر کے مکارانہ حملے کے وقت وہ "صدر ایوب کے الفاظ میں" یہ بھول گئے تھے کہ انہوں نے کس قوم کو للکارا ہے۔ یہ غلطی انہیں مہنگی پڑی اور قوم کا بازوئے شمشیر زن پاکستانی فوج نے پہلے ہی دن ان کے سارے ناپاک منصوبے خاک میں ملا دیئے۔

پاکستان آبزرور۔ ڈھاکہ

ہماری مسلح افواج نے جس بہادری سے ہندوستان کے مکارانہ حملہ کا منہ توڑ جواب دیا ہے۔ اس نے ہندوستان کی آنکھیں کھول دی ہیں۔ سیالکوٹ کے معرکہ جنگ کے مؤرخین کے نزدیک سیالکوٹ کا معرکہ عظیم ترین فیصلہ کن معرکوں میں شمار ہوگا۔ اس معرکے کو فتح کرنے والے بہادر سٹالن گراڈ کی جنگوں میں حصہ لینے والوں کی ہمسری کا دعویٰ کر سکتے ہیں۔
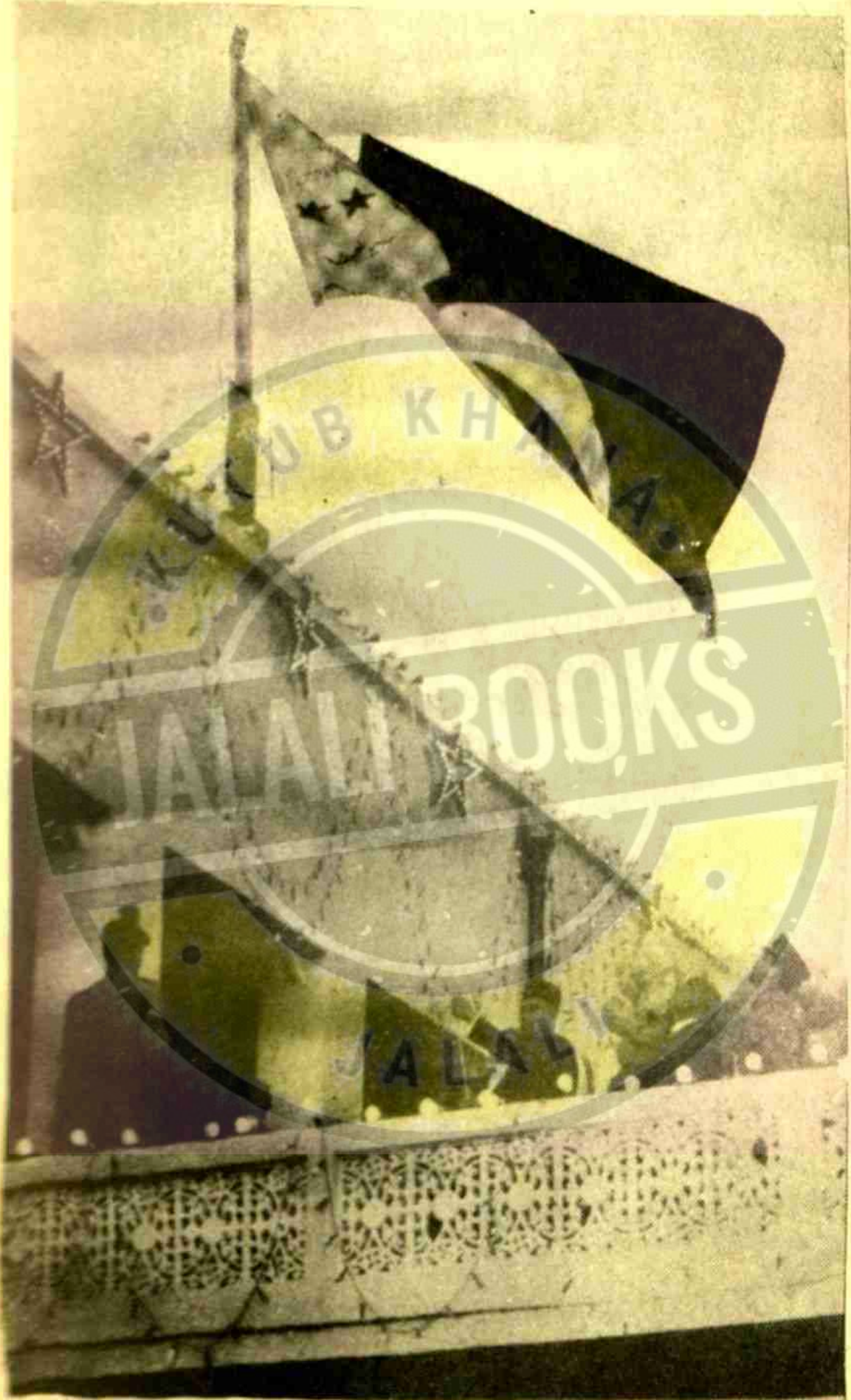
گورنر محمد موسیٰ سیالکوٹ کے جناح ہال پر ہلالِ استقلال لہرا رہے ہیں۔

ہم اندھیروں سے نپٹنے کیلئے تیار ہیں

آج ۷ مئی ۱۹۶۷ء ہے۔
آج سارا شہر دلہن کی مانند سجا ہوا ہے۔
آج ہر چہرے پر مسرتوں کے کنول کھل اٹھے ہیں۔
آج ہر آنکھ میں عزائم کی قندیلیں روشن ہیں۔
آج زندگی نے عظمتِ آدم کی تجدیدِ نو کے سلسلہ میں سرفرازی حاصل کر لی ہے۔
آج موسم کی تپش بھی زائل ہو چکی ہے۔ ہوا کے جھونکوں میں سرور انگیز فرحت ہے۔ اور فضا میں تیرتے ہوئے اودھے، سفید لچھے پیغامِ مبارک باد بن گئے ہیں۔
آج اہل سیالکوٹ کو ہلالِ استقلال کا اعزاز بصورتِ پرچم ستارہ و ہلال مل رہا ہے۔

یہ اعزاز انہیں حالات کے خونی موڑوں پر اولوالعزمی کا مظاہرہ کرنے پر مل رہا ہے۔
یہ اعزاز ستمبر ۱۹۶۵ء کے معرکہ حق و باطل میں جذبۂ جہاد کو رفعتوں تک پہنچانے کے صلہ میں مل رہا ہے۔

یہ اعزاز ہر فرد کے لئے، ہر ذرہ کے لئے، ہر پھول، کونپل اور شاخ کے لئے سربلند عمارات اور نشیبی جھونپڑیوں کے لئے، کارخانوں اور تعلیم گاہوں کے لئے

مزدور اور سرمایہ دار کے لئے یکساں طور پر نشانِ افتخار ہے۔

اس جنگ میں ہر ایک شریک تھا، ان میں کوئی طبقاتی تعصب باقی نہ رہا تھا۔ ان کے درمیان اونچ نیچ کی کوئی دیوار حائل نہ رہی تھی۔

جس طرح سرکاری ملازم اپنے فرائض کو تندہی سے سرانجام دے رہے تھے وہ تاریخ کے روشن ابواب کی تفسیر تھی۔ ڈپٹی کمشنر چوہدری محمد صدیق کے کردار کی رفعت نے اہل شہر کے حوصلوں میں چٹانوں کی سی سختی پیدا کر دی تھی۔ ان کی حسن کارکردگی کی بدولت شہر کے کاروبار میں ذرا بھی جھول پیدا نہ ہوا تھا۔ اے۔ ڈی ایم چوہدری محمد جلیل خان بھی سرگرم عمل تھے۔ اور ڈپٹی کمشنر بحالیات تقی الدین پال بھی اپنی ذمہ داریوں سے احسن طور پر عہدہ برآ ہو رہے تھے۔

ہر ایک اپنی اپنی جگہ نشانِ استقلال تھا۔ چوہدری اقبال گل اسسٹنٹ ڈائریکٹر بنیادی جمہوریت، چیئرمین میونسپل کمیٹی۔ وائس چیئرمین میونسپل کمیٹی۔ سیکرٹری ڈسٹرکٹ کونسل۔ سپرنٹنڈنٹ سول ہسپتال۔ اسٹیشن ماسٹر اور جو ذمہ دار افسر بھی تھا وہ عوام کے لیے روشنی کا نشان تھا۔ ان کی انتھک جدوجہد اور ماحول کو ہر ناہمواری سے۔ بچانے کی تگ و دو کی بدولت دشمن کی ٹڈی دل فوج چار پانچ میل کے فاصلہ پر آ کر بھی اہل شہر کو ہراساں نہ کر سکی تھی۔ دشمن کی اندھا دھند گولہ باری نے بھی اہل شہر کے جذبۂ جہاد میں سرِمو فرق نہ ڈالا تھا۔ ان کے عزائم بلند سے بلند تر ہوتے جا رہے تھے۔

سرزمین سیالکوٹ کو یہ فخر اس لئے تھا کہ اس کی رگوں میں فخر الشہداء حضرت امام علی الحق ؒ کا گرم خون دوڑ رہا تھا۔

اس کے ذرہ ذرہ میں ملا عبدالحکیم ؒ کی اسلامی روح کی چمک پھیلی ہوئی تھی۔ اس کی فضاؤں میں حکیم الامت علامہ اقبال ؒ کے آتشیں نغمے گونج رہے تھے۔ اسی سرزمین کو ناز تھا کہ اس کے بیٹے جیالے ہیں، اس کی بیٹیاں جواں ہمت ہیں۔ اس کے افسر غازی ہیں، اور اس کے ماتحت مجاہد ہیں۔

اسے نئے ڈپٹی کمشنر شاہجہان ایس کریم کی ذات پر بھی فخر تھا کہ جنگی بے گھروں کے الجھے ہوئے مسائل کو حسن تدبیر سے حل کرنے میں انہوں نے نمایاں کام کیا تھا۔ سید مرید حسین ممبر قومی اسمبلی اور خواجہ صفدر قائد حزب اختلاف صوبائی اسمبلی پر ناز تھا کہ سارے اختلافات کو بالائے طاق رکھ کر انہوں نے حب الوطنی کے جذبہ کو فروغ دیا تھا۔

وائس چیئرمین ڈاکٹر بشیر احمد خان کی سرفروشانہ سرگرمیاں بھی اس کے لئے باعثِ افتخار تھیں۔ چوہدری محمد افضل افسر مال، ہیلتھ آفیسر، خواجہ تقی الدین پال اے۔ ڈی سی، ایگزیکٹو انجینئر محکمہ بجلی، خواجہ عبدالرشید ڈسٹرکٹ انسپکٹر آف سکولز — سپرنٹنڈنٹ ڈاک خانہ جات، پوسٹ ماسٹر، محکمہ ٹیلیفون کے اسسٹنٹ انجینئر — عبدالمجید اور دوسرے محکموں کے سربراہوں کی شبانہ روز سرگرمیاں بھی سرزمینِ سیالکوٹ کے لئے امتیازی نشان بن گئی تھیں۔ ہر کوئی اپنی اپنی جگہ ایک اکائی کی بجائے شجاعت کی ایک دنیا بسائے ہوئے تھا۔ شہر کی رونق میں کوئی فرق نہ پڑا۔ زندگی معمول کے مطابق رواں دواں تھی۔ دکانیں کھلی ہوئی تھیں، مٹھائی کے تھال سجے ہوئے تھے، کوچوان ماہیا کی طرز میں قومی گیت گاتے گھوڑوں کو تھپکیاں دے رہے تھے۔ گندم منڈی میں اناج کے ڈھیر لگے ہوئے تھے، گندم کا بھاؤ ۱۱ روپے من

تک ہو گیا تھا۔ اجناس کی فراوانی تھی۔ یہ سب کچھ اس لئے تھا کہ ہر بچہ، بوڑھا، جوان جذبۂ جہاد سے سرشار تھا۔

اور اسی سرشاری کی بدولت آج اسے پرچمِ ہلال استقلال مل رہا ہے۔ قلعہ کی وہ عمارت جو جناح حال کا اعزاز پہلے ہی حاصل کر چکی تھی، اب نیا اعزاز حاصل کرنے کی خاطر بناؤ سنگار کئے مسکراتی آنکھوں سے لوگوں کو جوق در جوق وسیع لان میں جمع ہوتے ہوئے دیکھ رہی ہے۔ قلعہ جو قدیم تاریخ کا ایک جزو تھا جس نے زمانے کے ہزاروں اتار چڑھاؤ دیکھے تھے، جس نے پیر مراد علی اور پیر سیر سخ کے مزاروں کو بڑی عقیدت سے سینے سے لگا رکھا تھا، آج اس کا ذرہ ذرہ فرطِ مسرت سے جھوم رہا ہے۔

جب ۸ ستمبر کو بزدل بھارتیوں نے اس سرزمین پر اپنے ناپاک ارادوں کی تکمیل کرنی چاہی، تو ذرہ ذرہ آہنی دیوار بن گیا تھا۔ جب ۹ اور ۱۰ ستمبر کی درمیانی شب ایک ہزار پونڈ کا بم گرا کر بھارت نے اپنی گردن اکڑانی چاہی تو اسے مروڑ دیا گیا۔ لاکھوں کی جائیداد خاک میں مل گئی۔ بیسیوں قیمتی جانیں لقمۂ اجل بن گئیں۔ خوبصورت تجارتی مرکز کھنڈر بن گیا۔ لیکن اس کے باوجود اس سرزمین کی پیشانی پر گھبراہٹ کے آثار نمودار نہ ہوئے۔ اس کے استقلال میں کوئی فرق نہ پڑا۔ اس کے عزائم میں کوئی کمی نہ آئی۔ اس کے جانباز شہری نہ صرف اپنی جگہ ڈٹے رہے۔ بلکہ متاثرہ علاقو کی دیکھ بھال، تباہ شدہ جائیدادوں کی نگہداشت اور زخمیوں کی مرہم پٹی میں لگے رہے۔ خدمتِ خلق کی دھن میں مگن اپنا پاک فرض ادا کرتے رہے — جہاں پاک وطن کے بیٹے اپنے محاذ پر سینہ سپر تھے، وہاں پاک سرزمین کی بیٹیاں بھی اپنے

مسٹر شاہجہان کریم بلال استقلال کی تقریب کے انتظامات کا جائزہ لے رہے ہیں۔
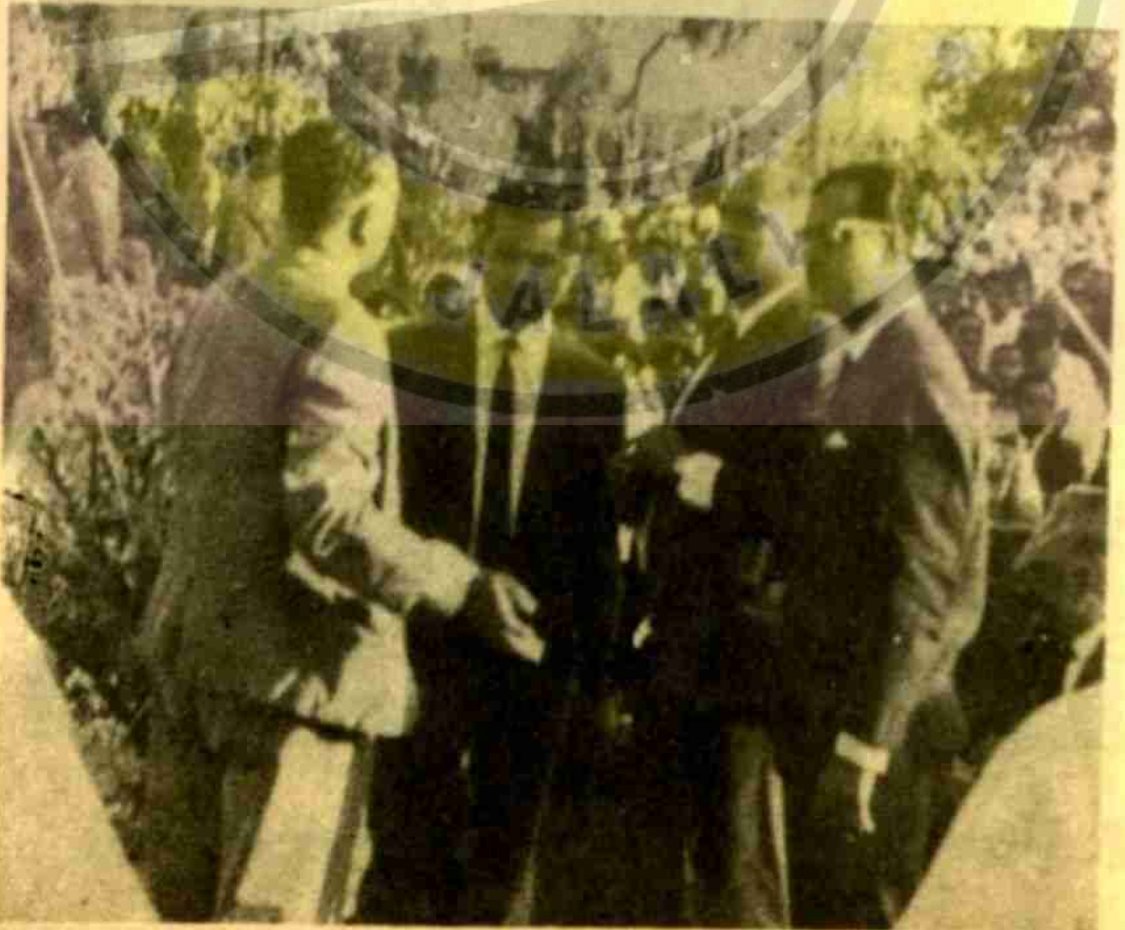
ڈاکٹر بشیر احمد خان وائس چیئرمین بلدیہ گورنر محمد موسیٰ کو گلے میں ہار پہنا رہے ہیں۔

گورنر محمد موسیٰ کا سیالکوٹ کے معززین سے تعارف کرایا جا رہا ہے۔

محاذ پر شعلہ جوالہ بنی ہوئی تھیں۔ دشمن کے سارے ناپاک ارادے بھسم ہو رہے تھے۔ اس کی بے رحم خواہشوں کے پرخچے اڑ رہے تھے۔ اس کی ٹڈی دل فوج پسپا ہو کر لاشوں کے انبار چھوڑ رہی تھی۔ ان جیالی خواتین میں مس زبیدہ یوسف اور ان کی اے۔ ڈی۔ آئی، مس ممتاز ملک سیکرٹری اپوا شاخ سیالکوٹ، بیگم خواجہ صفدر، نائب صدر، بیگم گلنار جلیل صدر شادی کمیٹی، بیگم افضل نگران اپوا انڈسٹریل اسکول، ڈاکٹر فرخندہ ملک، بیگم اکرم حیات، بیگم چوہدری اشرف، بیگم نذیر بٹ ہیڈ مسٹرس مسلم ہائی اسکول، مس شاہ ہیڈ مسٹرس گورنمنٹ سکول سمبڑیال۔ بیگم ایس جے مجید پرنسپل گورنمنٹ کالج، مس ولیم ہیڈ مسٹرس مشن گرلز ہائی اسکول، مس برجیس افضل لیڈی سوشل ویلفیئر افسر — کی انتھک جدوجہد کے نقوش آج بھی سیالکوٹ کی فضا میں ستاروں کی مانند درخشاں ہیں۔ انہوں نے جنگی بے گھر خواتین کی دلجوئی میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ رکھا۔ ان کے لئے پناہ گاہیں تیار کیں، ان کے زخموں پر ہمدردی کے مرہم لگائے، ان کی آہوں کو مسکراہٹوں میں بدل دیا۔ ماں اور بہن بن کر ان کی لڑکیوں کی شادیاں رچائیں۔ سہاگ کے گیت گائے۔ مہمانوں کی خاطر و مدارات میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ ان کے لئے ضروریات کی ساری چیزیں فراہم کیں۔ اور انہیں زندگی کے ہر دکھ سے بے نیاز بنا دیا۔ یہ اس شہر کی قابلِ فخر بیٹیوں کا کارنامہ ہے جس کے دروازہ پر دشمن کی پچھتر ہزار فوج خونی قہقہے لگا رہی تھی۔ اور جس کی فضا بمبار طیاروں کی گڑگڑاہٹ سے گونج رہی تھی۔ اور جس کی چھاتی پر ٹینکوں کی یلغار ادھم مچا رہی تھی — لیکن انہیں دشمن کی کسی جھبکی کا خوف نہ تھا۔ وہ نڈر اور عزائم کی چٹان بن گئی تھیں۔ اور ان کی شبانہ روز

امدادی سرگرمیوں کا فیض تھا کہ اس سرزمین کے جانباز بیٹے اس کی رگ رگ میں پارہ بن کر مچل رہے تھے۔

آج اسی سرزمین کو — زندہ دلانِ سیالکوٹ کو — پرچم ہلالِ استقلال مل رہا ہے۔ اور یہ اعزاز اس قائد محترم کی وساطت سے مل رہا ہے جو جنگ کے دوران میں افواجِ پاکستان کے راہنما تھے۔ جب بد فطرت بھارت نے مملکتِ خداداد کی پاک سرزمین پر اپنے جنگی سازو سامان کی افراط کے گھمنڈ میں حملہ کر دیا تو اس وقت اس مجاہد پاکستان نے للکار کر کہا تھا کہ دشمن کے سینے میں تیز دانت گاڑ دو۔ اور تیز — تاکہ اس کا سانس گھٹ کر رہ جائے — انہوں نے کمانڈر انچیف کی حیثیت سے پاکستانی فوج کے دلیر جوانوں میں آہنی عزم، مقصد کی سچائی اور سرزمین پاک کے تحفظ کی خاطر مر مٹنے کی جو تڑپ اور لگن پیدا کی اس کا نظارہ اور مظاہرہ نہ صرف اپنوں نے بلکہ غیروں نے بھی اس جنگ میں دیکھ لیا۔ انہوں نے ہر دور میں ملک و ملت کی خدمت کو اپنا ایمان بنائے رکھا۔ جنہوں نے اپنے فرائض اتنی جرأت، جانبازی اور پامردی سے سرانجام دیئے کہ اپنوں کی نظریں فرطِ احترام سے جھک گئیں۔ اور غیروں کے دلوں پر اعترافِ حقیقت کی مہر ثبت ہو گئی۔

یہی راہنمائے اولوالعزم گورنر مغربی پاکستان کی حیثیت سے تشریف لا رہے ہیں۔ اور ان کی آمد کی خبر سن کر فضائیں معطر ہو گئی ہیں۔ اور ابر کے ٹکڑے مستانہ وار جھوم رہے ہیں۔ اور خوشگوار موسم کا عکس لوگوں کے چہروں پر فتح کی چمک بن کر پھیل رہا ہے۔

ضلع بھر کے لوگ جمع ہو رہے ہیں — ان میں وہ بھی ہیں جو سب کچھ لٹا کر

بھی شکوہ کا حرف تک زبان پر نہ لاتے تھے ۔ وہ بھی ہیں ۔ جنہوں نے اپنے گھروں کے دروازے جنگی بے گھروں کے لئے وا کر دیئے ہیں ۔ وہ بھی ہیں ۔ جنہوں نے جوان بیٹوں کی قربانیاں پیش کر کے فخر سے سر اونچا کر لیا تھا۔ اور وہ بھی ہیں جنہوں نے امدادی فنڈ میں اپنا سارا اثاثہ پیش کر دیا تھا۔

لوگوں کا ایک سمندر ہے جو چاروں طرف سے ٹھاٹھیں مار رہا ہے۔ وسیع لان پر ان گنت کرسیاں پُر ہو چکی ہیں۔ گول سڑک کے کنارے لوگوں کی بھیڑ لگی ہے۔ تھانہ کے ملبے چبوترے پر ہجوم بڑھتا جا رہا تھا۔ فوجی بینڈ مجاہدانہ دُھن بجا رہا ہے۔ لوگوں کے دل خوشی سے اچھل رہے ہیں۔ اور خوبصورت اسٹیج پر لاؤڈ اسپیکر کو ٹسٹ کیا جا رہا ہے۔ ابھی عالی مرتبہ مہمان کے تشریف لانے میں آدھ گھنٹہ باقی ہے ۔ اور میں لوگوں کے دمکتے ہوئے چہروں کا جائزہ لے رہا ہوں۔ آج یہ کیسا انبساط ہے جو ان کے چہروں پر نمایاں ہو رہا ہے ۔ وہ انبساط بھی ایسا ہی تھا جو بھارتی فوج کی پے بہ پے شکست کی خبریں سن کر پیدا ہوا تھا۔ جنگ بندی کے بعد دشمن کی بے شمار لاشوں، ٹینکوں کے شکستہ ڈھانچوں، اور بکتر بند گاڑیوں کے بے شمار ٹکڑوں کو کھیتوں میں، کچے راستوں میں، بکھرے ہوئے دیکھ کر بھی اسی انبساط نے اپنا رنگ جما لیا تھا۔ لوگ جوق در جوق اس علاقہ کو دیکھنے کے لئے جا رہے تھے جو بھارتی تکبّر کا شمشان بنا تھا ۔ جہاں پر اس نے عبرتناک شکست کھا کر سلامتی کونسل کا دروازہ کھٹکھٹایا تھا ۔ اور پھر وہ غیر ملکی سیاح جو اندازہ لگایا کرتے تھے کہ اس زمین پر آبادکاری کو برسوں کی مدت درکار ہے۔ جہاں ان کے خیال کے مطابق کیمپوں میں زندگی گزارنے والے بے گھر لوگوں کی واپسی بڑا سنگین مسئلہ بن گیا تھا ۔ چند ہی

دنوں میں یہ سرزمین قومی ترانوں سے گونجنے لگی ـــ لوگ اپنے تباہ شدہ گھروں میں واپس آنے شروع ہو گئے۔ کھیتوں میں ٹریکٹر چلنے لگے۔ تانگوں میں جتے ہوئے گھوڑوں کی ٹاپیں نغمے بکھیرنے لگیں۔ گھنگھروؤں کی جھنکار دشمن کا منہ چڑانے لگی ـ لاریوں کے ہارن کی آوازیں فضا میں ابھرنے پھیلنے لگیں ـــ زندگی کا بھرپور رقص جاری ہو گیا تھا۔

اور غیر ملکی سیاح انگشت بدنداں تھے کہ یہ کیسی قوم ہے جسے نہ تو اپنی تباہی کا غم ہے اور نہ دشمن کی ناپاک سازش کا خوف ہے۔ بلکہ ایک نئی لگن اور مضبوط ارادوں سے تعمیر کی نئی منزلیں طے کر رہی ہے۔

اور آج جو اعزاز مل رہا ہے ـــ وہ ان سب کا مشترکہ اعزاز ہے!

بگل کی آواز سن کر لوگ کھڑے ہو گئے ہیں۔ گورنر مغربی پاکستان تشریف لا رہے ہیں۔ فضا نعروں سے گونج اٹھی ہے۔ لوگوں کی نظریں زاویے بدل بدل کر اب اسٹیج پر مرکوز ہو گئی ہیں۔ عزت مآب محمد موسیٰ خان اسٹیج پر تشریف لے آئے ہیں۔ نعروں کی گونج فضا کی لامحدود وسعتوں پر محیط ہوتی جا رہی ہے۔ کارروائی کا آغاز تلاوتِ کلامِ مجید سے ہوا۔ قاری بابر کی مسحور کن آواز اور کلامِ پاک کی آیات نے لوگوں پر سحر طاری کر دیا۔ لوگ جھوم رہے ہیں ـ ان کے حواس پر سرور کی لہریں پھیلتی جا رہی ہیں ـــ تلاوت کے بعد اصغر سودائی پرنسپل علامہ اقبال کالج کا نام پکارا گیا۔ انہوں نے اپنی نظم "ہم ہیں سیالکوٹ کے جانباز نوجواں" اپنے مخصوص لہجہ میں شروع کی۔ آواز کے اتار چڑھاؤ کی بدولت نظم کا ہر مصرعہ دلوں کی کائنات میں بلند عزائم کے پھول کھلا رہا تھا۔ نظم بھرپور تاثر کی حامل اور اہلِ سیالکوٹ

بیگم شمع کریم جنگی بے گھروں میں کپڑے تقسیم کر رہی ہیں اور انہیں خوشی سے نئی زندگی کے آغاز کا پیغام دے رہی ہیں

سیالکوٹ کے محاذوں پر جام شہادت نوش کرنے والے شہیدوں کی قبریں
جو عقیدتوں کا مرکز بن گئیں!

کے جذبۂ جہاد کی ترجمان تھی۔ اس نظم نے ماضی کی ساری یادوں کو از سرِ نو زندہ کر دیا تھا۔ ان کے بعد مشیر کاظمی نے اہل سیالکوٹ کی خدمت میں ہدیۂ عقیدت کے طور پر اپنی نظم پیش کی۔ یہ نظم بھی بڑی جاندار اور مرصع تھی۔ اور ہر ایک کو اپنی ہستی قابلِ فخر محسوس ہو رہی تھی۔

اس کے بعد صوبائی گورنر کے سیکرٹری مسٹر آصف رحیم نے سپاسِ سیالکوٹ پڑھ کر سنایا جس میں حکومتِ پاکستان کی طرف سے اہل سیالکوٹ کو جرأت و ایثار کا خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے پرچمِ ہلالِ استقلال دینے کا اعلان کیا گیا تھا — گورنر محمد موسےٰ ٹاؤن ہال کی ڈیوڑھی کی چھت پر تشریف لے گئے۔ اور وہاں انہوں نے پرچمِ ہلال استقلال لہرایا۔ فضا تالیوں اور نعروں سے گونجنے لگی۔ اس موقع پر کبوتر چھوڑے گئے۔ رنگین غبارے فضا میں جھومتے بلندیوں کی طرف اڑنے لگے۔ اور پرچم میں لپٹی ہوئی گلاب کی سرخ پتیاں فضا میں پھیل گئیں۔ ہوا تیز تھی، سبز پرچم کھلتے ہی پُر شکوہ انداز میں لہرانے لگا۔ اور توپ خانے کا بینڈ بگل کی طویل دلولہ انگیز صداؤں کے ساتھ جھنڈے کو سلامی دے رہا تھا — پرچم بڑی شان سے لہرا رہا ہے۔ اس کا دو تہائی حصہ سبز ہے اور اس میں ہلال اور ستارے بنے ہوئے ہیں۔ نیچے یہ الفاظ درج ہیں —

" بروئے شجاعت اہالیانِ سیالکوٹ — عطا کردہ

صدر مملکت پاکستان فیلڈ مارشل محمد ایوب خان —"

— پرچم کے سفید حصے پر ہلالِ استقلال کا طغرہ ہے اور نیچے اردو اور بنگلہ میں چھ ستمبر ۱۹۶۵ء کے الفاظ درج ہیں اور اسکے نیچے تین ستارے ہیں۔

ڈاکٹر بشیر احمد خان واٹش چیئرمین جب مائک کے سامنے آئے تو فضا تالیوں سے گونج اٹھی۔ انہوں نے گورنر مغربی پاکستان کے حضور سپاس عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا ــ "مہمانِ عالی مقام! ــ سرفروشوں اور مجاہدوں کی یہ سرزمین آپ کی تشریف آوری پر ہدیۂ سپاس پیش کرتی ہے ــ جناب والا! اگر سیالکوٹ کی تاریخ کے آئینہ میں جھانکا جائے تو اس کا ماضی، حال اور مستقبل درخشندہ و تابندہ نظر آئے گا۔ یہ وہ سرزمین ہے جس نے ہر نئی جدوجہد آزادی میں ذوق و شوق سے حصہ لیا اور ہر مقام پر باوقار انداز میں قومی کردار کی عظمت و تابناکی کی داستانیں دہرائیں ــ امن ہو یا جنگ، صنعت ہو یا حرفت، ثقافت ہو یا تہذیب، ادب ہو یا آرٹ ــ ہر میدان میں زندہ دلانِ سیالکوٹ پیش پیش رہے اور اپنی خداداد صلاحیتوں سے اہلِ فکر و نظر سے دادِ تحسین وصول کرتے رہے"۔ ستمبر ۶۵ء کی جنگ کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے کہا ــ "یہ وہ سرزمین ہے جسے عیار دشمن نے اپنا شمشان بنانے کے لئے منتخب کیا۔ اور جہاں صدرِ پاکستان فیلڈ مارشل محمد ایوب خان کی مجاہدانہ رہبری، باحوصلہ قیادت اور جرأت مندانہ اَنا سے سرشار ہو کر سرفروشانِ پاکستان نے دشمن کے ناپاک منصوبوں کو خاک میں ملا دیا"۔ ــ انہوں نے جنگ کا پسِ منظر بیان کرنے کے بعد کہا ــ "فخرِ قوم! ہم آپ کو یقین دلاتے ہیں کہ اہالیانِ سیالکوٹ پہلے سے بھی زیادہ چاق و چوبند ہیں۔ اور اس سرزمین کا بچہ بچہ وطنِ عزیز کی حفاظت کو اپنی زندگی کا نصب العین سمجھتا ہے ــ ہم فیلڈ مارشل محمد ایوب خان صدر پاکستان، حکومتِ پاکستان اور آپ کے تہہ دل سے شکر گزار ہیں کہ آپ نے سیالکوٹ کو ہلال استقلال کا

امتیازی نشان عطا کر کے اس شہر کی عزت کو دوچند کر دیا ہے۔ یہ ہلالِ استقلال نہ صرف اہل سیالکوٹ کی مجاہدانہ قربانیوں اور سرفروشانہ کاوشوں کا ثمرہ ہے بلکہ ان کی جرأت، بلند ہمتی اور عالی نظری کو زندہ رکھنے کا ایک ذریعہ بھی ہے —— ! ہم اس گراں قدر تحفے کو بہ ہزار عقیدت قبول کرتے ہیں اور یہ یقین دلاتے ہیں کہ ہم ان شاندار روایات سے انحراف نہیں کریں گے جن کی بنا پر ہمیں یہ اعزاز بخشا گیا ہے۔ وطن کی سالمیت کو برقرار رکھنا اور اس کی سرحدوں کی حفاظت کرنا ہمارا اولین فرض ہے۔ اور اگر اس فرض کی ادائیگی میں ہمیں اپنی جان کو بھی قربان کرنا پڑے، تو ہم دریغ نہیں کریں گے۔ پاکستان۔ پائندہ باد!"

گورنر موسیٰ ڈائس پر تشریف لائے اور آپ نے اردو میں اس سپاسنامہ کا جواب دیا۔ انہوں نے کہا۔

"معزز و محترم اہالیانِ سیالکوٹ!

خدائے بزرگ و برتر کا کتنا بڑا احسان ہے کہ آج ہم وطنِ عزیز کے اس مبارک خطے میں فتح و ظفر کا پرچم لہرانے جمع ہوئے ہیں جہاں دشمن نے اپنی تمام تر سامانیوں کے ساتھ ہم پر حملہ کیا اور اپنی موج افواج کے سیلِ بیکراں میں ہمیں خس و خاشاک کی طرح بہالے جانے کی سرتوڑ کوشش کی۔ اس نے تمام اخلاقی اور بین الاقوامی ضابطوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اچانک اور بھرپور وار کیا۔ اور عسکری طاقت کے تمام بہیمانہ حربوں کو نہتے اور مظلوم شہریوں پر بھی پوری انسانیت سوزی سے استعمال کیا دشمن نے سیالکوٹ کی سرحد پر ایک ایسی جنگ کا آغاز کیا جس کی ہولناکی کی مثال ملنی مشکل ہے۔ لیکن ہلاکت و تباہی کے تمام سامان موجود ہونے کے باوجود وہ اس

قاضی فضل اللہ وزیر داخلہ مرزا محمد اقبال کو اعلےٰ رضاکارانہ خدمات کا سرٹیفکیٹ دے رہے ہیں
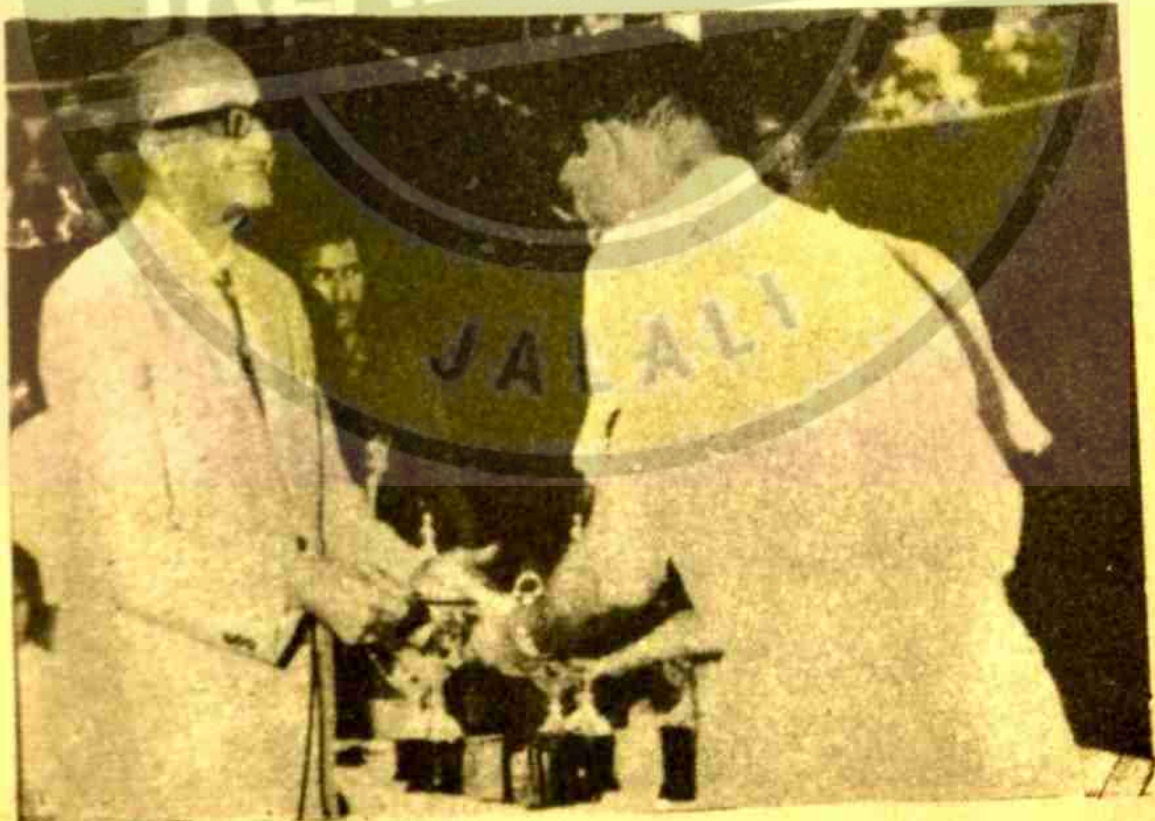
قاضی فضل اللہ وزیر داخلہ خواجہ عبدالرشید ڈسٹرکٹ انسپکٹر آف سکولز کو اعلیٰ جنگی خدمات کا سرٹیفکیٹ دے رہے ہیں!

معرکہ میں ہم سے ہار گیا۔ اس کی شکست پر دنیا حیران ہے۔ فوجی ماہرین سربگریبان ہیں کہ آخر وہ کون سی طاقت تھی جس نے اتنے بڑے طوفان کا منہ موڑ دیا۔

عزیزانِ گرامی!

دشمن کے پاس اپنی فتح کی ضمانت کے لئے سب کچھ موجود تھا۔ لیکن وہ ایک غاصب بن کر ہمارے وطن کی مقدس سرزمین پر اپنا ناپاک تسلط چاہتا تھا۔ اسے مقصد کی سچائی حاصل نہ تھی۔ اور وہ ایک قزاق کی ذہنیت لے کر ہمیں ہمارے جائز اثاثہ سے محروم کر دینا چاہتا تھا۔ چنانچہ یہی سبب تھا کہ وہ صداقت پر ایمان کی قوتوں کے سامنے نہ ٹھہر سکا۔ ہمارے جیالے جوان عزم و ہمت کی ایمان افروز مشعلوں کو لے کر آگے بڑھے اور کفر و باطل کی تاریکیوں کو تہس نہس کرتے چلے گئے۔ انہوں نے اپنے ہر دلعزیز فائد فیلڈ مارشل محمد ایوب خان کی ۶ ستمبر ۱۹۶۵ء کی ولولہ انگیز تقریر کو پیشِ نظر رکھا اور لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کا ورد کرتے ہوئے میدانِ جہاد میں کود پڑے ان نڈر جیالوں نے مکار دشمن کو ہر محاذ پر ایسی شکست فاش دی کہ دشمن کی آئندہ نسلوں کے لئے عبرتناک سبق بن گیا۔ میں نے اس محاذ پر پاکستان کے جانفروشوں، مجاہدوں، اور سپاہیوں کو موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دشمن سے لڑتے دیکھا ہے۔ انہیں اپنے خدا کے وعدوں پر، اپنی ذات پر اور اپنے مقصد کی سچائی پر پورا پورا اعتماد تھا۔ ان کے دل جوشِ ایمان سے معمور اور روحیں جذبۂ جہاد سے سرشار تھیں۔ وہ بے جگری سے لڑے اور دشمن کو پیچھے دھکیلتے ہوئے چلے گئے۔ یہاں تک کہ دشمن کی جمعیت منتشر ہو گئی۔ اور دنیا کے گوشے گوشے سے خبریں آنے لگیں کہ پاکستان کو فتح حاصل ہو رہی ہے۔
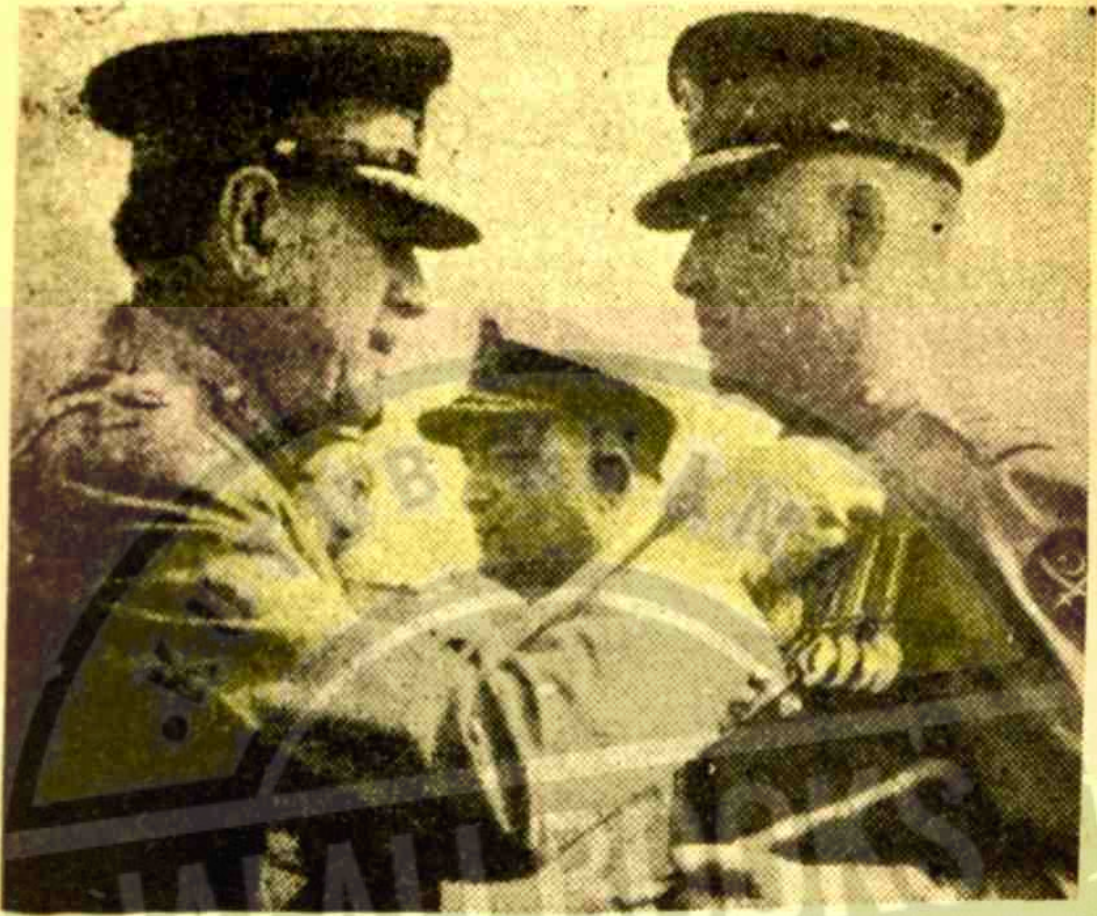
فیلڈ مارشل صدر ایوب خاں جنگ میں شاندار فتح کے بعد موسیٰ خاں کمانڈر انچیف کو تمغہ لگا رہے ہیں۔

سیالکوٹ سیکٹر کے میجر سرفراز ربانی صدر ایوب خاں سے ستارۂ جرأت لے رہے ہیں۔

عزیزانِ ملت!

اس میں کوئی شک نہیں کہ کسی قوم کی اجتماعی جانفشانی کے جوہر جنگ ہی میں کھلتے ہیں۔ نہالِ ملت کو خون ہی سے سینچا جاتا ہے۔ جذبہ حب وطن موت کی کسوٹی پر پرکھا جاتا ہے۔ مجھے خدا نے یہ توفیق ارزانی فرمائی اور یہ میری خوش نصیبی کہ ۶۵ء کی جنگ میں پاکستانی فوج کا میں کمانڈر انچیف تھا۔ میں نے قوتِ ایمانی اور جذبہ حب وطن کے جو مناظر دیکھے ہیں وہ اب تک آنکھوں میں بستے ہیں اور اب تو ان کے ذکر سے تاریخ کے صفحات جگمگا رہے ہیں۔

فوج کا نظم و نسق

فوج کے نظم و نسق کا تقاضا ہے کہ جوان ہو یا افسر، سب پر تعمیل حکم فوراً لازمی ہے۔ جلتی آگ میں کود پڑنا، شعلوں میں رقص کرنا، سنسناتی ہوئی گولیوں کی بوچھاڑ میں آگے بڑھنا، توپوں کے ہیبت ناک دھماکوں سے بے خوف ہو کر منزل تک پہنچنا سپاہی کا فرض ہے۔ ہمارے نوجوانوں اور افسروں نے ثابت کر دیا کہ احکام کی بجا آوری میں جان پر کھیل جاتے ہیں، بے جگری سے دشمن کے ساتھ پنجہ آزما ہونے میں ان کی نظیر ملنی مشکل ہے۔ فوج نے، بری ہو یا بحری، جو کچھ کیا اور فضائیہ نے جو کارنامے سرانجام دیئے، وہ اپنی جگہ پر مینار نور ہیں۔ لیکن اس جنگ میں پاکستانی اتحاد اور اس ملت کے اجتماع کو بھی دنیا پر عیاں کر دیا۔ عوام بے خوف، نڈر، بیباک، اور ہنستے کھیلتے معمول کے مطابق کاموں میں مصروف رہے، فوج کی پشت پناہی کرتے رہے اور حوصلوں کو بلند رکھا۔ چنانچہ فوج اور عوام کے اس بے مثال اتحاد نے دشمن کے طاغوتی غرور کو خاک میں ملا دیا۔

برادرانِ عزیز! مجھے یاد ہے کہ سیالکوٹ کے محاذ پر گھمسان کا رن پڑا تھا۔ دشمن کے ہوائی جہاز شہریوں میں سراسیمگی پیدا کرنے کے لئے اندھا دھند غیر مسلح افراد پر، پُرامن عوام پر اور معصوم بستیوں پر گولے پھینک رہے تھے۔ لیکن سیالکوٹ کے شہری، یہاں کے عوام، یہاں کے زندہ دل جیالے اور سرفروش زخم کھاتے رہے اور مسکراتے رہے۔ آبادیوں اور بستیوں میں گولے برستے رہے لیکن بہادروں کی زندگی میں کوئی فرق نہ آیا۔ اور زندگی و موت کے اس روح فرسا ماحول میں شہرِ اقبال کے رہنے والوں نے مثالی بلند حوصلگی، پامردی اور ثابت قدمی کا ثبوت دیا۔ چنانچہ "ہلالِ استقلال" کا یہ نشانِ امتیاز تمام قوم کی جانب سے اہل سیالکوٹ کے عزم و ہمت اور ایثار و استقامت کو ہمیشہ ہمیشہ خراجِ عقیدت پیش کرتا رہیگا۔

میرے عزیز ہم وطنو!

آج ہمارے دل ان شہیدوں کی یاد سے بھی معمور ہیں اور رہیں گے۔ جو اپنے وطن کی مقدس سرزمین میں نقاب خاک اوڑھ کر سو گئے ہیں۔ اور اس خطہ کو جہاں وہ دفن ہیں پاک و پاکیزہ بنا گئے ہیں۔ وہ مرے نہیں ہیں بلکہ زندوں سے بڑھ کر زندہ ہیں۔ بہار آئے گی، پھول مہکیں گے تو ہوائیں ان کی خوشبو لائیں گی۔ اور فضا میں ہر وقت ان کے گیت گاتی رہیں گی۔ اور جو شہدا سرحد کے اس پار رہ گئے ہیں وہ دشمن کے خطے میں ہماری سلطنت کے حصے ہیں جنہیں وہ ہم سے کبھی نہیں چھین سکتا۔

میں اہل سیالکوٹ کو "ہلالِ استقلال" کا اعزازی پرچم ملنے پر تہہ دل سے مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ یہ اعزاز تمام شہریوں اور ہماری جاں باز سپاہ کی اجتماعی کوششوں اور قربانیوں کا ثمر ہے۔ یہ وہ درخت ہے جو سدا بہار رہے گا۔ یہ وہ پرچم

ہے جو اہل سیالکوٹ کے قابلِ فخر کارناموں کی یادگار ہے۔ یہ اس جرأت کا نشان ہے جو تاریخ میں ضرب المثل بن گئی ہے۔

اللہ تعالٰے سے دعا ہے کہ یہ پرچم سربلند رہے، ارجمند رہے اور اہل سیالکوٹ ہمیشہ اسے لہراتا دیکھ کر ان شہداء کو یاد کریں جن کی مہک مجھے اس پرچم سے آرہی ہے۔

"پاکستان ... پائندہ باد!"

گورنر کی تقریر کے تقریباً ہر جملے پر پنڈال تالیوں سے گونجتا رہا۔ تقریب کے اختتام پر جب گورنر محمد موسیٰ تشریف لے جانے لگے تو سب لوگ تعظیماً کھڑے ہو گئے۔ شام کے دھندلکوں میں جناح پارک کی روشنیاں جگمگانے لگی ہیں۔ درختوں پہ رنگین قمقمے آنکھ مچولی کھیل رہے ہیں۔ برگد کے بوڑھے درخت کی شاخیں سرخ روشنیوں کے گجرے پہنے دلہن کی مانند شرما رہی ہیں۔

آج ہمارے دل ان شہیدوں کی یاد سے معمور ہیں جن کا خون وطن کی مقدس سرزمین کو رشکِ جنت بنا گیا ہے۔ وہ مرے نہیں ہیں بلکہ زندہ ہیں — بہار آئے گی، پھول کھلیں گے، مہکیں گے، اور ہوائیں شہیدوں کی خوشبو لائیں گی۔ اور فضائیں ہر وقت ان کے گیت گاتی رہیں گی — اور جو شہداء سرحد کے اس پار رہ گئے ہیں، وہ دشمن کے خطے میں ہماری سلطنت کے حصے ہیں۔ جنہیں وہ ہم سے کبھی نہیں چھین سکتا۔

~~~ ❖ ~~~
~~~

کسی شخص کے لئے اس سے عظیم تر محبت اور کیا ہو سکتی ہے کہ وہ اپنے دوستوں کیلئے اپنی جان قربان کر دے۔ اپنے دوستوں، اپنے وطن اور صداقت کے اصولوں کے لئے اپنی جان قربان کر دینا ایک کارِ عظیم ہے۔ ۶ ستمبر کا دن جس کو ہم 'یومِ دفاعِ پاکستان' کا نام دیتے ہیں دراصل ان مجاہدوں کی عزت و تکریم کے اظہار کیلئے ہے جنہوں نے ہمارے گھروں اور ہماری قوم کی حفاظت میں اپنی جانیں قربان کیں۔ ان کے کارنامے ہماری تاریخ کے صفحات پر روشن ہیں اور یہ کارنامے ہمارے ملک کے شہروں اور قصبوں اور دیہاتوں میں منقش ہیں۔ انہوں نے ہم کو شمع روشن سونپی ہے۔ اور یہ ہمارا فرض ہے کہ اس شمع کو فروزاں رکھیں اور ہم اپنے اس عقیدے میں راسخ رہیں کہ کوئی بھی اجنبی ہماری سرزمین پر ناپاک ارادوں سے قدم نہ رکھ سکے گا۔ اور اگر آزمائش کا کوئی وقت آیا تو مسلح افواج اور قوم اس آزمائش میں پوری اتریں گی۔ وائس ایڈمرل ایس۔ ایم احسن۔ (کمانڈر انچیف پاکستان نیوی)